درمیان ایک ذہنی دیوار کی طرح حائل ہو جاتا ہے۔ لوگ پیغمبر کی دعوت کو اس کے اصل روپ میں دیکھ نہیں پاتے، اس لئے وہ اس کو ماننے پر بھی تیار نہیں ہوتے۔

پیغمبر کی دعوت بجائے خود انتہائی مدلل ہوتی ہے۔ وہ اپنی ذات میں اس بات کا ثبوت ہوتی ہے کہ وہ خدا کی طرف سے آئی ہوئی بات ہے۔ مگر مذکورہ ذہنی دیوار آہنی طاقت ور ثابت ہوتی ہے کہ انسان اس سے نکل کر پیغمبر کی دعوت کو دیکھ نہیں پاتا۔ خدا انسان کے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھولتا ہے مگر انسان اس کے اندر داخل نہیں ہوتا۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ
وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ
ع ۱۵ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝

کہو، میں تو ایک بشر ہوں تم جیسا۔ میرے پاس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود بس ایک ہی معبود ہے، پس تم سیدھے رہو اسی کی طرف اور اس سے معافی چاہو۔ اور خرابی ہے مشرکوں کے لئے، جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیا ان کے لئے ایسا اجر ہے جو موقوف ہونے والا نہیں۔ ۸-۶

حق کی دعوت جب بھی اٹھتی ہے "بشر" کی سطح پر اٹھتی ہے۔ لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک بشر خدا کی زبان میں کلام کرے۔ اس لئے وہ اس کے منکر بن جاتے ہیں مگر خدا کی سنت یہی ہے کہ وہ بشر کی زبان سے اپنی بات کا اعلان کرائے۔ جو شخص داعی کی بشریت سے گزر کر اس کے الٰہی کلام کو نہ پہچان سکے وہ موجودہ امتحان کی دنیا میں ہدایت سے محروم رہے گا۔

آخرت کو ماننا وہی معتبر ہے جس کے ساتھ کامل توحید اور انفاق فی سبیل اللہ پایا جائے۔ جو شخص اللہ کو حقیقی طور پر پالے وہ کسی اور عظمت میں اٹکا ہوا نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح جو شخص اللہ کو حقیقی طور پر پالے وہ اپنے مال کو خدا سے بچا کر نہیں رکھ سکتا۔

فاستقیموا الیہ کا مطلب ہے اخلصوا لہ العبادۃ یعنی تمہاری ساری توجہ صرف اللہ کی طرف ہو تمہاری دعا اور عبادت کا مرجع صرف ایک اللہ ہو۔ تمہاری سوچ تمام تر خدارخی سوچ بن جائے۔ یہی وہ لوگ

ہیں جن کو خدا کے ابدی انعامات دیے جائیں گے۔

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ
ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۹ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ
فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ۝۱۰ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ وَهِىَ
دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ ۝۱۱
فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَاۗءٍ اَمْرَهَا ۭ وَزَيَّنَّا
السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ڰ وَحِفْظًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝۱۲

کہو کیا تم لوگ اس ہستی کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں بنایا، اور تم اس کے ہمسر ٹھہراتے ہو وہ رب ہے تمام جہان والوں کا۔ اور اس نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ بنائے۔ اور اس میں فائدے کی چیزیں رکھ دیں۔ اور اس میں اس کی غذائیں ٹھہرادیں چار دن میں، پورا ہوا پوچھنے والوں کے لئے۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا، اور وہ دھواں تھا۔ پھر اس نے آسمان اور زمین سے کہا کہ تم دونوں آؤ خوشی سے یا ناخوشی سے۔ دونوں نے کہا کہ ہم خوشی سے حاضر ہیں۔ پھر اس نے دو دن میں اس کے سات آسمان بنائے اور ہر آسمان میں اس کا حکم بھیج دیا۔ اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے زینت دی، اور اس کو محفوظ کر دیا۔ یہ عزیز وعلیم کی منصوبہ بندی ہے۔ ۱۲-۹

کائنات کا مطالعہ بتاتا ہے کہ اس کی تخلیق کئی دوروں میں تدریجی طور پر ہوئی ہے۔ تدریجی تخلیق دوسرے لفظوں میں منصوبہ بند تخلیق ہے۔ اور جب کائنات کی تخلیق منصوبہ بند انداز میں ہوئی ہے تو یقینی ہے کہ اس کا ایک منصوبہ ساز ہو جس نے اپنے مقررہ منصوبہ کے تحت اس کو ارادۃً بنایا ہو۔

اسی طرح یہاں زمین کے اوپر جگہ جگہ پہاڑ ہیں جو زمین کے توازن کو برقرار رکھتے ہیں۔ اس دنیا میں کروڑوں قسم کے ذی حیات ہیں۔ ہر ایک کو الگ الگ رزق درکار ہے۔ مگر ہر ایک کا رزق اس طرح کامل مطابقت کے ساتھ موجود ہے کہ جس کو جو روزی درکار ہے وہ اپنے قریب ہی اس کو پالیتا ہے۔ اسی طرح کائنات کا مطالعہ بتاتا ہے کہ تمام چیزیں ابتداءً منتشر ایٹم کی صورت میں تھیں۔ پھر وہ مجتمع ہو کر الگ الگ اشیاء کی صورت میں متشکل ہوتیں۔ اسی طرح کائنات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وسیع کائنات کی

تمام چیزیں ایک ہی قانون فطرت میں نہایت محکم طور پر جکڑی ہوئی ہیں۔

یہ مشاہدات واضح طور پر ثابت کرتے ہیں کہ کائنات کا خالق علیم اور خبیر ہے۔ وہ قوت اور غلبہ والا ہے۔ پھر دوسرا کون ہے جس کو انسان اپنا معبود قرار دے۔

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ ﴿۱۳﴾ إِذْ
جَاءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۖ
قَالُوا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً فَإِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ﴿۱۴﴾

پس اگر وہ اعراض کرتے ہیں تو کہو کہ میں تم کو اسی طرح کے عذاب سے ڈراتا ہوں جیسا عذاب عاد و ثمود پر نازل ہوا۔ جب کہ ان کے پاس رسول آئے، ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے کہ اللہ کے سوا تم کسی کی عبادت نہ کرو۔ انھوں نے کہا کہ اگر ہمارا رب چاہتا تو وہ فرشتے اتارتا، پس ہم اس چیز کے منکر ہیں جس کو دے کر تم بھیجے گئے ہو۔ ۱۴-۱۳

دعوت حق کا انکار خدا کے نزدیک سب سے بڑا جرم ہے۔ یہ انکار اگر پیغمبر کی دعوت کے مقابلہ میں ہو تو اس کی سزا اسی موجودہ دنیا سے شروع ہو جاتی ہے، جیسا کہ عاد و ثمود وغیرہ قوموں کے ساتھ پیش آیا۔ اور اگر عام داعیوں کا معاملہ ہو تو ان کے انکار کا انجام آخرت میں سامنے آئے گا۔

دعوت حق کا اصل نکتہ ہمیشہ یہ رہا ہے کہ انسان خدا کا عبادت گزار بنے۔ وہ غیر اللہ کو چھوڑ کر صرف ایک اللہ سے اپنے خوف و محبت کے جذبات وابستہ کرے۔ مگر ہر دور میں ایسا ہوا کہ پیغمبر کی شخصیت ان کے معاصرین کو اس سے کم نظر آئی کہ خدا انھیں اپنے پیغام کی پیغام رسانی کے لئے چنے۔ اس لئے انھوں نے پیغمبروں کو ماننے سے انکار کر دیا۔

فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۖ أَوَلَمْ
يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿۱۵﴾
فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَحِسَاتٍ لِنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَىٰ ۖ وَهُمْ لَا يُنْصَرُونَ ﴿۱۶﴾ وَأَمَّا ثَمُودُ

فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ
الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾ ع ۲ ۱۶

عاد کا یہ حال تھا کہ انھوں نے زمین میں بغیر کسی حق کے گھمنڈ کیا، اور انھوں نے کہا، کون ہے جو قوت میں ہم سے زیادہ ہے۔ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ جس خدا نے ان کو پیدا کیا ہے وہ قوت میں ان سے زیادہ ہے اور وہ ہماری نشانیوں کا انکار کرتے رہے۔ تو ہم نے چند منحوس دنوں میں ان پر سخت طوفانی ہوا بھیج دی تاکہ ان کو دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب چکھائیں، اور آخرت کا عذاب اس سے بھی زیادہ رسواکن ہے اور ان کو کوئی مدد نہ پہنچے گی۔ اور وہ جو ثمود تھے، تو ہم نے ان کو ہدایت کا راستہ دکھایا مگر انھوں نے ہدایت کے مقابلہ میں اندھے پن کو پسند کیا، تو ان کو عذاب ذلت کے کڑکے نے پکڑ لیا ان کی بدکرداریوں کی وجہ سے۔ اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے اور ڈرنے والے تھے۔ ۱۵-۱۸

آدمی ایک ایسی دنیا میں ہے جہاں زمین و آسمان کی عظمتیں اس کی بڑائی کی نفی کر رہی ہیں۔ جہاں موت کا واقعہ ہر روز انسان کو حقیر اور بے زور ثابت کر رہا ہے۔ اس کے باوجود آدمی بڑا بنتا ہے۔ پھر بھی وہ اس گمان میں رہتا ہے کہ وہ زور والا ہے۔

خدا بار بار حقیقت کا اعلان کراتا ہے۔ وہ بار بار انسان کی بڑائی کے دعوے کو باطل ثابت کر رہا ہے۔ مگر کوئی اس وقت تک نصیحت نہیں لیتا جب تک اسے مٹا نہ دیا جائے۔ عاد و ثمود اور دوسری قوموں کے کھنڈر اسی کی مثال ہیں۔ انھوں نے جن دنوں کو اپنے لئے مبارک سمجھ رکھا تھا وہی دن خدا کے حکم سے ان کے لئے منحوس دن بن کر رہ گئے۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ
عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَالُوْا
لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۭ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ
وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ
يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ

ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَ ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ
الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا
فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾

اور جس دن اللہ کے دشمن آگ کی طرف جمع کئے جائیں گے، پھر وہ جدا جدا کئے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آجائیں گے، ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان پر ان کے اعمال کی گواہی دیں گی۔ اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے، تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی۔ وہ کہیں گی کہ ہم کو اسی اللہ نے گویائی دی ہے جس نے ہر چیز کو گویا کر دیا ہے۔ اور اسی نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا اور اسی کے پاس تم لائے گئے ہو۔ اور تم اپنے کو اس سے چھپا نہ سکتے تھے کہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں، لیکن تم اس گمان میں رہے کہ اللہ تمہارے بہت سے ان اعمال کو نہیں جانتا جو تم کرتے ہو۔ اور تمہارے اسی گمان نے جو کہ تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا تھا تم کو برباد کیا، پس تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔ پس اگر وہ صبر کریں تو آگ ہی ان کا ٹھکانا ہے، اور اگر وہ معافی مانگیں تو ان کو معافی نہیں ملے گی۔ ۲۴-۱۹

قرآن میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن انسان کی کھال اور اس کے اعضا اس کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ موجودہ زمانہ میں نطق جلدی (Skin speech) کے نظریہ نے اس کو عملی طور پر ثابت کر دیا ہے۔ اب یہ معلوم کیا گیا ہے کہ انسان کا ہر بول اس کے جسم کی کھال پر مرتسم ہوتا رہتا ہے۔ اور اس کو دوبارہ اسی طرح سنا جا سکتا ہے جس طرح مشینی طور پر ریکارڈ کی ہوئی آواز کو دوبارہ سنا جاتا ہے۔

خدا چونکہ بظاہر دکھائی نہیں دیتا اس لئے انسان سمجھتا ہے کہ خدا اس کو دیکھتا نہیں ہے۔ یہی غلط فہمی آدمی کے اندر سرکشی پیدا کرتی ہے۔ اگر آدمی جان لے کہ خدا ہر لمحہ اس کو دیکھ رہا ہے تو اس کا سارا رویہ بالکل بدل جائے۔

آخرت میں خدا کے سامنے آنے کے بعد آدمی اطاعت کا اظہار کرے گا۔ مگر وہ اس کے لئے بے فائدہ ہوگا۔ کیونکہ اطاعت حالت غیب میں قابل اعتبار ہے نہ کہ حالت شہود میں۔

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ

عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾

اور ہم نے ان پر کچھ ساتھی مسلط کر دئے تو انھوں نے ان کے آگے اور پیچھے کی ہر چیز ان کو خوشنما بنا کر دکھایا۔ اور ان پر وہی بات پوری ہوکر رہی جو جنوں اور انسانوں کے ان گروہوں پر پوری ہوئی جو ان سے پہلے گزر چکے تھے۔ بے شک وہ خسارے میں رہ جانے والے تھے۔ ۲۵

موجودہ دنیا میں ایک طرف خدا کے داعی ہیں جو انسان کو حق کی نصیحت کرتے ہیں۔ دوسری طرف استحصال پسند لیڈر ہیں جو خوشنما باتیں کرکے انسان کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتے ہیں۔ جو لوگ خدا کی نصیحت پر توجہ نہ دیں وہ ان لیڈروں کی باتوں میں آکر غیر حقیقی راستوں میں دوڑ پڑتے ہیں۔

یہ استحصال پسند لیڈر لوگوں کو ان کے ماضی کا حسین خواب دکھاتے ہیں۔ وہ ان کے سامنے ان کے مستقبل کا خوبصورت نقشہ پیش کرتے ہیں۔ جو لوگ ایسے لیڈروں کے جھوٹے الفاظ سے دھوکا کھا کر ان کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں ان کا انجام اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا کہ ہمیشہ کے لئے تباہ ہوکر رہ جائیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۭ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۲۸﴾

اور کفر کرنے والوں نے کہا کہ اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں خلل ڈالو، تاکہ تم غالب رہو۔ پس ہم انکار کرنے والوں کو سخت عذاب چکھائیں گے اور ان کو ان کے عمل کا بدترین بدلہ دیں گے۔ یہ اللہ کے دشمنوں کا بدلہ ہے، یعنی آگ۔ ان کے لئے اس میں ہمیشگی کا ٹھکانا ہوگا، اس بات کے بدلہ میں کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ ۲۸ - ۲۶

والغوا فیہ کی تشریح حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے عَیِّبُوْہ کے لفظ سے کی ہے (تفسیر پارہ ۲۴

ابن کثیر) یعنی قرآن اور صاحب قرآن میں عیب لگاؤ اور اس طرح لوگوں کو اس سے دور کر دو۔

کسی بات یا کسی شخص کے بارہ میں اظہار رائے کے دو طریقے ہیں۔ ایک تنقید، دوسرا تعییب۔ تنقید کا مطلب ہے حقائق کی بنیاد پر زیر بحث امر کا تجزیہ کرنا۔ اس کے برعکس تعییب یہ ہے کہ آدمی زیر بحث مسئلہ پر دلائل پیش نہ کرے۔ وہ صرف اس میں عیب نکالے وہ اس پر الزام لگا کر اس کو مطعون کرے۔

تنقید کا طریقہ سراسر جائز طریقہ ہے۔ مگر تعییب کا طریقہ اہل کفر کا طریقہ ہے۔ مزید یہ کہ تعییب کا طریقہ خدا کی نشانیوں کا انکار ہے۔ کیونکہ ہر سچی دلیل خدا کی ایک نشانی ہے۔ جو لوگ دلیل کے آگے نہ جھکیں اور عیب جوئی اور الزام تراشی کا طریقہ اختیار کر کے اس کو دبانا چاہیں وہ گویا خدا کی نشانی کا انکار کر رہے ہیں۔ ایسے لوگ آخرت میں نہایت سخت سزا کے مستحق قرار دیے جائیں گے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ
نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ۝۲۹ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ
ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا
بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝۳۰ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝۳۱ ط
ع ۲ ۱۸ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝۳۲ ع

اور کفر کرنے والے کہیں گے کہ اے ہمارے رب، ہمیں ان لوگوں کو دکھا جنھوں نے جنوں اور انسانوں میں سے ہم کو گمراہ کیا، ہم ان کو اپنے پاؤں کے نیچے ڈالیں گے تاکہ وہ ذلیل ہوں۔ جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے، پھر وہ ثابت قدم رہے، یقیناً ان پر فرشتے اترتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور اس جنت کی بشارت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم دنیا کی زندگی میں تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی۔ اور تمہارے لئے وہاں ہر چیز ہے جس کو تمہارا دل چاہے اور تمہارے لئے اس میں ہر وہ چیز ہے جو تم طلب کرو گے، غفور و رحیم کی طرف سے مہمانی کے طور پر۔ ۳۲-۲۹

انسانوں میں دو قسم کے انسان ہیں۔ ایک وہ جو شیطانوں اور جھوٹے لیڈروں کو اپنا رہنما بناتے ہیں۔ یہ

لوگ دنیا میں خوب ایک دوسرے سے دوستی رکھتے ہیں۔ مگر آخرت میں صورت حال بالکل برعکس ہوگی۔ وہاں پیروی کرنے والے لوگ جب دیکھیں گے کہ ان کے جھوٹے رہنماؤں نے ان کو صرف جہنم میں پہنچایا ہے تو وہ ان سے سخت متنفر ہو جائیں گے۔ اور چاہیں گے کہ انھیں حقیر و ذلیل کرکے اپنے دل کی تسکین حاصل کریں۔

دوسرے انسان وہ ہیں جو خدا کے فرشتوں کو اپنا ساتھی بنائیں۔ ایسے لوگ دنیا سے لے کر آخرت تک فرشتوں کو اپنا ہم نشیں پاتے ہیں۔ فرشتے ان کے دل پر ربانی احساسات اتارتے ہیں۔ وہ مشکل حالات میں ان کو قلبی سکون عطا کرتے ہیں۔ وہ لطیف تجربات کے ذریعہ انھیں خدا کی بشارتیں سناتے ہیں۔ پھر یہی فرشتے آخرت میں ان کا استقبال کرکے ان کو جنت کے باغات میں داخل کریں گے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

اور اس سے بہتر کس کی بات ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔ اور بھلائی اور برائی دونوں برابر نہیں، تم جواب میں وہ کہو جو اس سے بہتر ہو پھر تم دیکھو گے کہ تم میں اور جس میں دشمنی تھی، وہ ایسا ہو گیا جیسے کوئی دوست قرابت والا۔ اور یہ بات اسی کو ملتی ہے جو صبر کرنے والے ہیں، اور یہ بات اسی کو ملتی ہے جو بڑا نصیبے والا ہے۔ اور اگر شیطان تمہارے دل میں کچھ وسوسہ ڈالے تو اللہ کی پناہ مانگو۔ بے شک وہ سننے والا، جاننے والا ہے۔ ۳۶-۳۳

قرآن کی دعوت اللہ کی طرف بلانے کی دعوت ہے۔ انسان کو اس کے رب سے جوڑنا، انسان کو خدا کی یاد میں جینے والا بنانا، انسان کے اندر یہ شعور ابھارنا کہ وہ ایک خدا کو اپنا مرکز توجہ بنالے، یہی قرآنی دعوت کا اصل نشانہ ہے۔ اور بلاشبہ اس پکار سے بہتر کوئی پکار نہیں۔

مگر خدا کا داعی صرف وہ شخص بنتا ہے جو اپنی دعوت میں اس حد تک سنجیدہ ہو کہ جو کچھ وہ دوسروں سے منوانا چاہتا ہے اس کو وہ خود سب سے پہلے مان چکا ہو، وہ دوسروں سے جو کچھ کرنے کے لئے کہہ رہا ہے، خود سب

سے پہلے اس کا کرنے والا بن جائے۔

داعی کا سب سے بڑا ہتھیار یہ ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ یک طرفہ حسن سلوک کرے۔ دوسرے لوگ برائی کریں تب بھی وہ دوسروں کے ساتھ بھلائی کرے۔ وہ اشتعال کے مقابلہ میں اعراض اور اذیت رسانی کے مقابلہ میں صبر کا طریقہ اختیار کرے۔ یک طرفہ حسن سلوک میں اللہ تعالیٰ نے زبردست تسخیری طاقت رکھی ہے۔ خدا کا داعی خدا کی بنائی ہوئی اس فطرت کو جانتا ہے اور اس کو آخری حد تک استعمال کرتا ہے، خواہ اس کے لئے اس کو اپنے جذبات کو کچلنا پڑے، خواہ اس کی خاطر اپنے اندر پیدا ہونے والے ردعمل کو ذبح کرنے کی نوبت آجائے۔

جب بھی داعی کے اندر اس قسم کا خیال آئے کہ فلاں بات کا جواب دینا ضروری ہے، فلاں ظلم کے خلاف ضرور کارروائی کی جانی چاہئے ورنہ دشمن دلیر ہوکر اور زیادہ زیادتیاں کرے گا تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے۔ مومن اور داعی کا فرض ہے کہ وہ ایسے خیال سے خدا کی پناہ مانگے، نہ کہ وہ اس کے پیچھے دوڑنا شروع کردے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۚ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ ﴿۳۸﴾ السجدۃ

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے رات اور دن اور سورج اور چاند۔ تم سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے، اگر تم اسی کی عبادت کرنے والے ہو۔ پس اگر وہ تکبر کریں تو جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں وہ شب و روز اسی کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ کبھی نہیں تھکتے۔ ۳۷ - ۳۸

انسان کی سب سے بڑی گمراہی اس کی ظاہر پرستی ہے۔ قدیم زمانہ کے انسان کو سورج اور چاند اور ستارے سب سے زیادہ نمایاں نظر آئے۔ اس لئے اس نے ان مظاہر کو خدا سمجھ لیا اور ان کو پوجنا شروع کردیا۔ موجودہ زمانہ میں مادی تہذیب کی جگمگاہٹ لوگوں کو نمایاں دکھائی دے رہی ہے اس لئے اب مادی تہذیب کو وہ مقام دے دیا گیا ہے جو قدیم زمانہ میں سورج اور چاند کو حاصل تھا۔ حالانکہ خواہ سورج اور چاند ہوں یا دوسرے مظاہر سب کے سب خدا کی مخلوق ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ وہ خالق کا پرستار بنے نہ کہ اس کی مخلوقات کا۔

تکبر کرنے والوں کا تکبر دعوت کے مقابلہ میں نہیں ہوتا، بلکہ ہمیشہ داعی کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ وقت کے

بڑوں کو بظاہر داعی اپنے سے چھوٹا نظر آتا ہے اس لئے وہ اس کو چھوٹا سمجھ لیتے ہیں اور اسی کے ساتھ اس کی طرف سے پیش کئے جانے والے پیغام کو بھی۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ
وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۳۹ اِنَّ
الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ
اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۴۰

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تم زمین کو فرسودہ حالت میں دیکھتے ہو پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھول جاتی ہے۔ بے شک جس نے اس کو زندہ کر دیا وہ مُردوں کو بھی زندہ کر دینے والا ہے۔ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو لوگ ہماری آیتوں کو الٹے معنی پہناتے ہیں وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ کیا جو آگ میں ڈالا جائے گا وہ اچھا ہے یا وہ شخص جو قیامت کے دن امن کے ساتھ آئے گا۔ جو کچھ چاہے کر لو، بے شک وہ دیکھتا ہے جو تم کر رہے ہو۔ ۴۰ - ۳۹

سوکھی زمین میں بارش کا برسنا اور اس سے سبزہ کا اگنا ایک ایسا منظر ہے جو ہر آدمی کے سامنے بار بار آتا ہے۔ یہ ایک معنوی حقیقت کی مادی تمثیل ہے۔ اس طرح انسان کو بتایا جاتا ہے کہ خدا نے یہاں اس کے خشک وجود کو سرسبز و شاداب کرنے کا وسیع انتظام کر رکھا ہے۔ زمین کی مٹی پانی کو اپنے اندر داخل ہونے دیتی ہے اسی وقت یہ ممکن ہوتا ہے کہ بارش اس کو سرسبز و شاداب کرنے کا ذریعہ بنے۔ اسی طرح انسان اگر خدا کی ہدایت کو اپنے اندر اترنے دے تو اس کا وجود بھی ہدایت پا کر لہلہا اٹھے گا۔

خدا کی ہدایت سے فیض یاب نہ ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہوتی ہے کہ انسان خدا کی باتوں میں الحاد (انحراف) کرتا ہے۔ خدا کی رہنمائی اس کے سامنے آتی ہے تو وہ اس کو سیدھے مفہوم میں نہیں لیتا۔ بلکہ اس میں ٹیڑھ نکال کر اس کو منحرف کر دیتا ہے۔ اس طرح خدا کی رہنمائی اس کے ذہن کا جزء نہیں بنتی۔ وہ اس کی روح کو غذا دینے والی ثابت نہیں ہوتی۔

خدا کی رہنمائی کو سیدھی طرح قبول کرنے والوں کے لئے جنت کا انعام ہے اور خدا کی رہنمائی میں ٹیڑھا مفہوم نکالنے والوں کے لئے جہنم کا عذاب۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ﴿41﴾ لَا يَأْتِيهِ
الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿42﴾
مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَ
ذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ﴿43﴾

جن لوگوں نے اللہ کی نصیحت کا انکار کیا جب کہ وہ ان کے پاس آگئی ، اور بے شک یہ ایک زبردست کتاب ہے۔ اس میں باطل نہ اس کے آگے سے آسکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے، یہ حکیم وحمید کی طرف سے اتاری گئی ہے تم کو وہی باتیں کہی جارہی ہیں جو تم سے پہلے رسولوں کو کہی گئی ہیں۔ بے شک تمہارا رب مغفرت والا ہے اور دردناک سزا دینے والا بھی۔ 43-41

قرآن ایک زبردست کتاب ہے۔ اور اس کے زبردست ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ باطل نہ آگے سے اس میں آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔ یعنی اس میں کسی طرف سے دخل اندازی کا کوئی امکان نہیں ، نہ براہ راست اس میں کوئی بگاڑ پیدا کیا جاسکتا ہے اور نہ بالواسطہ۔

یہ ایک انتہائی غیر معمولی پیشین گوئی ہے۔ اس عالم اسباب میں اس پیشین گوئی کے پورا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ قرآن کی حامل ایک طاقتور قوم مستقل طور پر موجود رہے۔ پچھلے نبیوں کی تعلیمات سے اس کی عدم مطابقت ظاہر نہ ہوسکے۔ کوئی شخص کبھی قرآن کا جواب لکھنے پر قادر نہ ہو۔ علوم کا ارتقاء اس کی کسی بات کو کبھی غلط ثابت نہ کرے۔ تاریخ کا اتار چڑھاؤ کبھی اس پر اثر انداز نہ ہونے پائے۔ قرآن کی زبان (عربی) ہمیشہ ایک زندہ زبان کے طور پر باقی رہے۔

قرآن کے نزول کے بعد کی لمبی تاریخ بتاتی ہے کہ یہ تمام اسباب حیرت انگیز طور پر اس کے حق میں جمع رہے ہیں۔ ان تمام واقعات کی یکجائی اس قدر غیر معمولی ہے کہ قرآن کے سوا کوئی بھی دوسری کتاب نہیں جس کے حق میں وہ ڈیڑھ ہزار برس کی مدت تک مسلسل جمع رہے ہوں۔ یہی اس بات کی کافی دلیل ہے کہ قرآن خدا کی کتاب ہے۔

قرآن کی عظمت کو دلیل کی سطح پر پانا مطلوب ہے نہ کہ طاقت کی سطح پر۔ طاقت کی سطح پر اس کی عظمت قیامت میں ظاہر ہوگی مگر یہ ظہور صرف اس لئے ہوگا کہ جن لوگوں نے دلیل کی سطح پر خدا کی سچائی کو نہیں

مانا تھا انھیں ذلیل کرکے خدا کی سچائی کو ماننے پر مجبور کیا جائے۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ
قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ
وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۴۴﴾

اور اگر ہم اس کو عجمی قرآن بناتے تو وہ کہتے کہ اس کی آیتیں صاف صاف کیوں نہیں بیان کی گئیں۔ کیا عجمی کتاب اور عربی لوگ۔ کہو کہ وہ ایمان لانے والوں کے لئے تو ہدایت اور شفا ہے، اور لوگ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے اور وہ ان کے حق میں اندھاپن ہے۔ یہ لوگ گویا کہ دور کی جگہ سے پکارے جارہے ہیں۔ ۴۴

قرآن عربی زبان میں اترا تو مخالفین نے کہا کہ یہ تو محمدؐ کی اپنی مادری زبان ہے، عربی میں کوئی کتاب بناکر پیش کر دینا ان کے لئے کیا مشکل ہے۔ اگر وہ واقعی پیغمبر ہوتے تو خدا کی مدد سے وہ اچانک کسی اجنبی زبان میں کلام کرنے لگتے۔

اس طرح کی بات ہمیشہ غیر سنجیدہ لوگ کرتے ہیں۔ اور جو لوگ غیر سنجیدہ ہوں ان کی زبان کبھی بند نہیں کی جاسکتی۔ مثلاً اگر ایسا ہو کہ پیغمبر آکر عرب کے لوگوں سے یونانی یا سُریانی یا فارسی زبان میں کلام کرنے لگے تو اس وقت لوگوں کو کہنے کے لئے یہ الفاظ مل جائیں گے —— کیسا عجیب ہے یہ پیغمبر۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ لوگوں کی ہدایت کے لئے آیا ہے۔ مگر وہ ایسی زبان میں بولتا ہے جس کو اس کے مخاطبین سمجھ ہی نہ سکتے ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ حق کو صرف وہ لوگ قبول کر پاتے ہیں جو حق کے معاملہ میں سنجیدہ ہوں۔ جو لوگ حق کے معاملہ میں سنجیدہ نہ ہوں وہ واضح ترین بات کو بھی سمجھ نہیں سکتے۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کو بہت دور سے پکارا جائے۔ ایسا شخص کچھ آواز تو سنے گا مگر وہ اصل بات کو سمجھنے سے محروم رہے گا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ
رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۴۵﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا
فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۴۶﴾

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی تو اس میں اختلاف پیدا کیا گیا۔ اور اگر تیرے رب کی طرف سے ایک بات پہلے طے نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا۔ اور یہ لوگ اس کی طرف سے ایسے شک میں ہیں جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا ہے۔ جو شخص نیک عمل کرے گا تو اپنے ہی لئے کرے گا اور جو شخص برائی کرے گا تو اس کا وبال اسی پر آئے گا۔ اور تیرا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔ ۴۶ - ۴۵

پچھلے پیغمبروں کے ذریعہ جب خدائی سچائی منکشف کی گئی تو کچھ لوگوں نے اس کو مانا اور کچھ لوگوں نے نہیں مانا۔ یہی معاملہ اس وقت بھی پیش آیا جب کہ پیغمبر آخر الزماں کی بعثت ہوئی۔

خدائی سچائی کے ساتھ یہ اختلافی معاملہ انسان کیوں کرتا ہے۔ اس کی وجہ موجودہ امتحانی حالت ہے موجودہ امتحان کی دنیا میں سچائی جب بھی ظاہر ہوتی ہے تو اس کے ساتھ ایک پردہ بھی لگا رہتا ہے۔ لوگ اسی پردہ میں اٹک کر رہ جاتے ہیں۔ جس پردہ کو انھیں پھاڑنا تھا اس کو وہ اپنے لئے شک وشبہ کا سبب بنا لیتے ہیں۔

مگر یہ شک قیامت میں کسی کے لئے عذر نہیں بن سکتا۔ کیونکہ یہ صرف اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان حق کے معاملہ میں سنجیدہ نہیں تھا۔ انسان اپنے دنیا کے مفاد کے معاملہ میں پوری طرح سنجیدہ ہوتا ہے اس لئے وہ تمام پردوں کو پھاڑ کر اس کی حقیقت تک پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر وہ اپنے آخرت کے مفاد کے بارہ میں سنجیدہ ہو جاتے تو وہ شک کے تمام پردوں کو پھاڑ کر حقیقت کو اس کی بے نقاب صورت میں دیکھ لے۔

الجزء الخامس والعشرون ٢٥

إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِنْ أَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ
أُنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ ۚ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَائِي قَالُوا آذَنَّاكَ مَا مِنَّا مِنْ
شَهِيدٍ ﴿٤٧﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَظَنُّوا مَا لَهُمْ مِنْ مَحِيصٍ ﴿٤٨﴾

قیامت کا علم اللہ ہی سے متعلق ہے۔ اور کوئی پھل اپنے خول سے نہیں نکلتا اور نہ کوئی عورت حاملہ ہوتی اور نہ جنتی ہے مگر یہ سب اس کی اطلاع سے ہوتا ہے۔ اور جس دن اللہ ان کو پکارے گا کہ میرے شریک کہاں ہیں، وہ کہیں گے کہ ہم آپ سے یہی عرض کرتے ہیں کہ ہم میں کوئی اس کا مدعی نہیں۔ اور جن کو وہ پہلے پکارتے تھے وہ سب ان سے گم ہو جائیں گے، اور وہ سمجھ لیں گے کہ ان کے لئے کوئی بچاؤ کی صورت نہیں۔ ۴۸ - ۴۷

درخت سے ایک پھل کا نکلنا یا ماں کے پیٹ سے ایک زندہ وجود کا پیدا ہونا اپنی نوعیت کے اعتبار سے ویسا ہی واقعہ ہے جیسا موجودہ دنیا کے اندر سے آخرت کی دنیا کا برآمد ہونا۔

پھل کیا ہے، وہ بے پھل کا پھل میں تبدیل ہونا ہے۔ انسان کیا ہے، وہ بے انسان کا انسان کی صورت اختیار کرنا ہے۔ یہی آخرت کا معاملہ بھی ہے۔ آخرت بھی دراصل غیر آخرت کا آخرت میں تبدیل ہونے کا دوسرا نام ہے۔ پہلی قسم کی تبدیلی ہر روز ہمارے سامنے واقعہ بن رہی ہے۔ پھر اسی نوعیت کے ایک اور واقعہ (موجودہ دنیا کا آخرت میں تبدیل ہونا) ناقابل قیاس کیوں ہو۔

آخرت کا دن حقیقتوں کے آخری ظہور کا دن ہوگا۔ جب وہ دن آئے گا تو تمام جھوٹی بنیادیں ڈھ پڑیں گی جن پر لوگوں نے موجودہ دنیا میں اپنی زندگیوں کو کھڑا کر رکھا تھا۔

لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۡ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ۝ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝

اور انسان بھلائی مانگنے سے نہیں تھکتا، اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچ جائے تو مایوس و دل شکستہ ہو جاتا ہے اور اگر ہم اس کو تکلیف کے بعد جو کہ اسے پہنچی تھی، اپنی مہربانی کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے یہ تو میرا حق ہی ہے، اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت کبھی آئے گی۔ اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا گیا تو اس کے پاس بھی میرے لئے بہتری ہی ہے۔ پس ہم ان منکروں کو ان کے اعمال سے ضرور آگاہ کریں گے۔ اور ان کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ ۵۰-۴۹

مصیبت کا لمحہ انسان کے لئے اپنی دریافت کا لمحہ ہوتا ہے۔ چنانچہ جب مصیبت پڑتی ہے تو وہ خودسری کو بھول کر خدا کو یاد کرنے لگتا ہے۔ اس وقت وہ جان لیتا ہے کہ وہ عبد ہے اور خدا اس کا معبود۔

مگر جب خدا اس کی مصیبت کو اس سے دور کر دیتا ہے اور اس کو آسائش کا سامان عطا کرتا ہے تو اس کے بعد وہ فوراً اپنی سابقہ حالت کو بھول جاتا ہے۔ وہ ملی ہوئی نعمت کو اسباب کے ساتھ جوڑ دیتا ہے اور اس کو اپنی تدبیر اور لیاقت کا نتیجہ سمجھنے لگتا ہے۔ اس کی نفسیات ایسی ہو جاتی ہے گویا کہ زندگی بس اسی دنیا کی زندگی

ہے۔ اس کے بعد نہ دوبارہ اٹھنا ہے اور نہ خدا کی عدالت میں کھڑا ہونا ہے۔ مزید یہ کہ اس کی آسودہ حالی اس کو اس غلط فہمی میں ڈال دیتی ہے کہ یہاں جب میرا حال اچھا ہے تو اگلی دنیا میں بھی ضرور میرا حال اچھا ہوگا۔

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿۵۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾

اور جب ہم انسان پر فضل کرتے ہیں تو وہ اعراض کرتا ہے اور اپنی کروٹ پھیر لیتا ہے۔ اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ لمبی لمبی دعائیں کرنے والا بن جاتا ہے۔ کہو کہ بتاؤ، اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے آیا ہو، پھر تم نے اس کا انکار کیا تو اس شخص سے زیادہ گمراہ اور کون ہوگا جو مخالفت میں بہت دور چلا جائے۔ ۵۲-۵۱

انسان کو نعمت اس لئے دی جاتی ہے کہ وہ اس کو خدا کا عطیہ قرار دے کر اس کا شکر ادا کرے۔ مگر انسان کا حال یہ ہے کہ وہ نعمت پاکر سرکش بن جاتا ہے۔ البتہ جب انسان پر کوئی تکلیف پڑتی ہے تو اس وقت وہ خدا کو پکارنے لگتا ہے۔ مگر مجبورانہ پکار کی خدا کے یہاں کوئی قیمت نہیں۔ انسان کی خوبی یہ ہے کہ وہ نعمت کے وقت بھی خدا کے آگے جھکے اور تکلیف کے وقت بھی۔

انسان کی یہی نفسیات ہے جو اس کو حق کے انکار پر آمادہ کرتی ہے۔ حق کسی کو مجبور نہیں کرتا، وہ اختیارانہ جھکاؤ کا طالب ہوتا ہے۔ چنانچہ جن لوگوں کے اندر اختیارانہ جھکاؤ کا مادہ نہیں ہوتا وہ ایسے حق کو نظر انداز کر دیتے ہیں جس کے نظر انداز کر دینے سے بظاہر ان کے اوپر کوئی آفت ٹوٹ پڑنے والی نہ ہو۔

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۗ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ۗ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾

ہم ان کو اپنی نشانیاں دکھائیں گے آفاق میں بھی اور خود ان کے اندر بھی۔ یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ قرآن حق ہے۔ اور کیا یہ بات کافی نہیں کہ تیرا رب ہر چیز کا گواہ ہے۔ سن لو، یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات میں شک رکھتے ہیں، سن لو، وہ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ ۵۴-۵۳

دنیا میں جتنے لوگ بھی اٹھے ہیں سب کی کہانی حال کی کہانی ہے، کسی کی کہانی مستقبل کی کہانی نہیں۔ کیونکہ کسی کا مستقبل بھی اس کے حال کی تصدیق کرنے والا نہ بن سکا۔ ایسی دنیا میں ڈیڑھ ہزار سال پہلے یہ پیشین گوئی کی گئی کہ قرآن کے بعد ظاہر ہونے والے واقعات وحقائق قرآن کی تصدیق کرتے چلے جائیں گے۔ قرآن آئندہ آنے والے تمام زمانوں میں اپنی صداقت کو نہ صرف باقی رکھے گا بلکہ مزید واضح اور مدلل کرتا چلا جائے گا۔ قرآن ہمیشہ وقت کی کتاب رہے گا۔

یہ بات حیرت انگیز طور پر صد فی صد درست ثابت ہوئی ہے۔ علمی تحقیقات، تاریخی واقعات، زمانی انقلابات سب قرآن کے حق میں جمع ہوتے چلے گئے۔ حتیٰ کہ آج غیر مسلم محققین بھی گواہی دے رہے ہیں کہ قرآن اپنی نادر خصوصیات کی بنا پر خود اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ خدا کی کتاب ہے۔ کسی انسانی تصنیف میں ایسی ابدی خصوصیات پائی نہیں جا سکتیں۔

اس کھلی ہوئی حقیقت کے باوجود جو لوگ قرآن کی صداقت کے آگے نہ جھکیں وہ صرف یہ ثابت کر رہے ہیں کہ ان کی بے خوفی کی نفسیات نے ان کو غیر سنجیدہ بنا دیا ہے۔ کیونکہ غیر سنجیدہ انسان ہی سے اس قسم کی غیر معقول روش ظاہر ہو سکتی ہے کہ وہ کھلے کھلے شواہد کو دیکھے اور اس کے باوجود اس کا اقرار نہ کرے۔

سُورَةُ الشُّورٰى مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ　بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۝١ عٓسٓقٓ ۝٢ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ
الْحَكِيْمُ ۝٣ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝٤ تَكَادُ
السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ
لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝٥ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ
اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝٦

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰم۔ عسق۔ اسی طرح اللہ غالب وحکیم وحی کرتا ہے تمہاری طرف اور ان کی طرف جو تم سے پہلے گزرے ہیں۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، وہ سب سے اوپر ہے، سب سے بڑا۔ قریب ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑے اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں اسی کی حمد کے ساتھ اور زمین والوں

کے لئے معافی مانگتے ہیں۔ سن لو کہ اللہ ہی معاف کرنے والا، رحمت کرنے والا ہے۔ اور جن لوگوں نے اس کے سوا دوسرے کارساز بنائے ہیں، اللہ ان کے اوپر نگہبان ہے اور تم ان کے اوپر ذمہ دار نہیں۔ ۶-۱

اگر آدمی کو لامحدود نگاہ حاصل ہو جائے تو وہ دیکھے گا کہ یہاں ایک خدا ہے جو سارے زمین و آسمان کا مالک ہے۔ اس کی طاقت اتنی زبردست ہے کہ کائنات اس کی ہیبت سے گویا پھٹی جا رہی ہے۔ فرشتے جو براہ راست خدا کی خدائی سے باخبر ہیں وہ ہر آن خشیت میں ڈوبے ہوئے اس کی حمد و تسبیح کر رہے ہیں۔ پھر وہ دیکھے گا کہ خدا اپنی قدرت خاص سے انسانوں میں سے بعض افراد کو چنتا ہے اور انھیں بالواسطہ انداز میں اپنا کلام پہنچاتا ہے تاکہ وہ تمام انسانوں کو حقیقتِ واقعہ سے باخبر کر دیں۔

انسان اگرچہ ان حقیقتوں کو براہ راست طور پر نہیں دیکھتا مگر وہ عقل کے ذریعہ بالواسطہ طور پر ان کا ادراک کر سکتا ہے۔ یہی آدمی کا اصل امتحان ہے۔ انسان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بصارت سے دکھائی نہ دینے والی چیزوں کو بصیرت کی نظر سے دیکھے۔ وہ پیغمبروں کے کلام میں خدا کی آواز سنے اور اس کے آگے اپنے آپ کو جھکا دے۔ وہ دیکھے بغیر اس طرح مان لے گویا کہ وہ اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

قیامت کے دن کسی کے لئے یہ بات عذر نہ بن سکے گی کہ اس نے حقیقت کو براہ راست نہ دیکھا تھا۔ کیونکہ موجودہ امتحان کی دنیا میں حقیقت کو براہ راست دکھانا مطلوب ہی نہیں۔ اگر اصل پیغام کسی شخص تک پوری طرح پہنچ جائے تو اس کے بعد خدا کے نزدیک اس پر حجت قائم ہو جاتی ہے۔ حقیقت کا دلیل کی زبان میں ظاہر ہو جانا ہی کافی ہے کہ اس کو انکارِ حق کا مجرم قرار دے کر وہ سزا دی جائے جو منکرینِ حق کے لئے مقدر ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝

اور ہم نے اسی طرح تمہاری طرف عربی قرآن اتارا ہے تاکہ تم مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس والوں کو ڈرا دو اور ان کو جمع ہونے کے دن سے ڈرا دو جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ آگ میں۔ ۷

پیغمبر کی دعوت کا اصل نشانہ یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو اس حقیقت سے آگاہ کر دیا جائے کہ آخر کار

وہ خدا کے سامنے حاضر کئے جانے والے ہیں۔ اس کے بعد لوگوں کے عمل کے مطابق کسی کے لئے ابدی جنت کا فیصلہ ہوگا اور کسی کے لئے ابدی جہنم کا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی حقیقت سے آگاہ کرنے کے لئے آئے۔ آپ کی بعثت کے دو دور ہیں ایک براہ راست، دوسرا بالواسطہ۔ آپ کی براہ راست بعثت کا اور اطراف مکہ کے لئے تھی۔ اس کی تکمیل آپ نے خود اپنی زندگی میں فرمادی۔ آپ کی بالواسطہ بعثت بواسطۂ امت تمام عالم کے لئے ہے۔ آپ کی یہ دوسری بعثت جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عرب کے سامنے عربی زبان میں اپنا پیغام پہنچایا۔ آپ کے بعد آپ کی امت کو بھی آپ کی نیابت میں اسی اصول پر اپنا دعوتی فریضہ انجام دینا ہے۔ اس کو ہر قوم کے سامنے اس کی اپنی زبان میں حق کا پیغام پہنچانا ہے۔ جب تک کسی قوم کو اس کی اپنی زبان میں پیغام نہ پہنچایا جائے اس پر پیغام رسانی کا حق ادا نہ ہوگا۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ع وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ڰ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝

اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک ہی امت بنادیتا۔ لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور ظالموں کا کوئی حامی و مددگار نہیں۔ کیا انھوں نے اس کے سوا دوسرے کارساز بنا رکھے ہیں، پس اللہ ہی کارساز ہے اور وہی مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور جس کسی بات میں تم اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے۔ وہی اللہ میرا رب ہے، اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔ ۸ ـ ۱۰

انسان کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک غیر معمولی رحمت کا دروازہ کھولا ہے جو کسی اور کے لئے نہیں کھولا۔ وہ ہے خود اپنے ارادہ سے اللہ کی ہدایت کو اختیار کرنا۔ اور اس کے نتیجہ میں اللہ کے غیر معمولی انعام کا مستحق بننا۔ لوگوں کا مختلف راستے اختیار کرنا اسی آزادی کی قیمت ہے۔ یہ اختلاف یقیناً ایک ناپسندیدہ چیز ہے مگر

اس قیمتی انسان کو چننے کی اس کے سوا کوئی دوسری صورت نہیں۔

خدا نے اگرچہ انسان کو آزاد پیدا کیا ہے۔ مگر اس کی ہدایت کے لئے انسان کے اندر اور اس کے باہر اتنا زیادہ سامان رکھا گیا ہے کہ اگر آدمی واقعۃً سنجیدہ ہو تو وہ کبھی غلط راستہ اختیار نہ کرے۔ ایسی حالت میں جو لوگ غلط راستہ اختیار کریں وہ بہت بڑے ظالم ہیں۔ وہ خدا کے یہاں ہرگز معافی کے قابل نہ ٹھہریں گے۔

اہل حق اور اہل باطل کے درمیان دنیا میں جو اختلاف پیدا ہوتا ہے اس کا آخری فیصلہ دنیا میں نہیں ہو سکتا۔ دنیا کا حال یہ ہے کہ یہاں ہر آدمی اپنے موافق الفاظ پالیتا ہے۔ یہاں یہ ممکن ہے کہ جھوٹ کو بھی سچ کے روپ میں ظاہر کیا جا سکے۔ مگر یہ صرف موجودہ زندگی کے مرحلہ تک ہے۔ جہاں انسان کا مقابلہ انسان سے ہے۔ اگلی زندگی میں انسان کا مقابلہ خدا سے ہوگا۔ وہاں کسی کے لئے یہ ناممکن ہو جائے گا کہ اپنے آپ کو پرفریب الفاظ کے پردہ میں چھپا سکے۔

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ۭ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ⑪ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑫

وہ آسمانوں کا اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس نے تمہاری جنس سے تمہارے جوڑے پیدا کئے اور جانوروں کے بھی جوڑے بنائے۔ اس کے ذریعہ وہ تمہاری نسل چلاتا ہے۔ کوئی چیز اس کے مثل نہیں اور وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ اسی کے اختیار میں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں۔ وہ جس کے لئے چاہتا ہے زیادہ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کم کر دیتا ہے۔ بے شک وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ ۱۲-۱۱

زمین و آسمان کی صورت میں جو واقعہ ہمارے سامنے ہے وہ اتنا عظیم واقعہ ہے کہ یہ ناقابل قیاس ہے کہ ان معبودوں میں سے کسی معبود نے ان کو وجود عطا کیا ہو جن کی لوگ خدا کے سوا تعظیم و تقدیس کرتے ہیں۔ اسی طرح انسانوں اور جانوروں کے اندرونی نظام میں ان کی نسل کی بقا کا انتظام اتنا پیچیدہ ہے کہ اس کو حقیقی طور پر نہ کسی انسان کی طرف منسوب کیا جا سکتا اور نہ خدا کے سوا معبودوں میں سے کسی معبود کی طرف۔

یہ سب کام اتنے غیر معمولی ہیں کہ بے مثل خدا ہی کی طرف انھیں جائز طور پر منسوب کیا جاسکتا ہے۔

خالق کی جو صفات اس کی مخلوقات کے مشاہدہ کے ذریعہ ہمارے علم میں آتی ہیں وہی یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ یہ خالق کس قدر عظیم ہے۔ وہ سمیع و بصیر ہے۔ وہ ہر قسم کے اعلیٰ اختیارات کا مالک ہے۔ کسی کو جو کچھ ملتا ہے اسی کے دئے سے ملتا ہے اور کسی سے جو کچھ چھنتا ہے اسی کے چھیننے سے چھنتا ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے، اس کے جیسا کوئی اور نہیں۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿١٣﴾

اللہ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جس کی وحی ہم نے تمہاری طرف کی ہے اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں اختلاف نہ ڈالو۔ مشرکین پر وہ بات بہت گراں ہے جس کی طرف تم ان کو بلا رہے ہو۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف چن لیتا ہے۔ اور وہ اپنی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے جو اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ۱۳

تمام پیغمبر ایک ہی دین لے کر آئے۔ اور وہ دین توحید ہے۔ مگر ان پیغمبروں کے ماننے والے بعد کو الگ الگ دینی فرقوں میں تقسیم ہوگئے۔ اس کی وجہ مرکز توجہ میں تبدیلی تھی۔ پیغمبروں کے اصل دین میں مرکز توجہ تمام تر خدا تھا۔ ہر ایک کی تعلیم یہ تھی کہ صرف ایک خدا کے پرستار بنو۔ مگر ان کی امتوں نے بعد کو اپنا مرکز توجہ تبدیل کر دیا۔ وہ خدا کے بجائے غیر خدا کے پرستار بن گئے۔

قدیم عرب کے لوگ ابتداءً حضرت ابراہیم کی امت تھے۔ مگر بعد کو اپنے کچھ بزرگوں کی عظمت ان کے ذہنوں پر اس قدر چھائی کہ انھیں کو انھوں نے اپنا مرکز توجہ بنا لیا۔ حتیٰ کہ ان کے بت بنا کر وہ ان کو پوجنے لگے۔ یہود حضرت موسیٰ کی امت تھے۔ مگر انھوں نے اپنی نسل کو مخصوص نسل سمجھ لیا۔ ان کی توجہات اپنی نسل کی طرف اتنا زیادہ مائل ہوئیں کہ بالآخر خدائی دین ان کے یہاں نسلی دین بن کر رہ گیا۔ وہ پیغمبر آخر الزماں کے صرف اس لئے منکر ہوگئے کہ وہ ان کی اپنی نسل میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ اسی طرح عیسائی حضرت

عیسیٰ کی امت تھے۔ انھوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا پیغمبر ماننے کے بجائے ان کو خدا کا بیٹا فرض کر لیا۔ اس طرح بعد کو انھوں نے جو دین بنایا اس میں ابنیت مسیح نے سب سے زیادہ اہمیت حاصل کر لی۔

خدا کو اپنے بندوں سے جو دین مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ وہ خالص توحید پر قائم ہوں۔ صرف ایک خدا ان کی تمام توجہات کا مرکز بن جائے۔ یہی اقامت دین ہے۔ اس مرکز توجہ میں تبدیلی کا دوسرا نام شرک ہے۔ اور جب لوگوں میں شرک آتا ہے تو فوراً تفریق اور اختلاف شروع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ توحید کی صورت میں مرکز توجہ ایک رہتا ہے، جب کہ شرک کی صورت میں مرکز توجہ کئی بن جاتے ہیں۔

پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا دین اگرچہ آپ کے متن کے اعتبار سے محفوظ دین ہے۔ مگر آپ کی امت محفوظ امت نہیں۔ امت کے لوگوں کے لئے بدستور یہ امکان کھلا ہوا ہے کہ وہ نئی نئی چیزوں کو اپنا مرکز توجہ بنائیں۔ وہ خود ساختہ تشریح و تعبیر کے ذریعہ اصل دین میں تبدیلیاں کریں اور پھر ایک دین کو عملاً کئی دین بنا کر رکھ دیں۔

وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾

اور جو لوگ متفرق ہوئے وہ علم آنے کے بعد ہوئے، صرف آپس کی ضد کی وجہ سے۔ اور اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک وقت معین تک کی بات طے نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا۔ اور جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب دی گئی وہ اس کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں جس نے ان کو تردد میں ڈال دیا ہے۔ ۱۴

علم آنے کے بعد متفرق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دین حق کی دعوت بلند ہو اور پھر بھی آدمی اس سے الگ رہے۔ یا اس کا مخالف بن کر کھڑا ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے دین کو اس کے خالص انداز میں کھولا۔ اب چاہئے تھا کہ تمام وہ لوگ جو خدا کے طالب ہیں وہ آپ کے ساتھ جڑ جائیں۔ مگر وہ آپ کے ساتھ جڑنے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ پچھلے نبیوں کے ساتھ اپنے آپ کو منسوب کر کے وہ لوگوں کے درمیان دین داری کا مقام حاصل کئے ہوئے تھے۔ انھوں نے سمجھا کہ یہی ان کے لئے کافی ہے حالانکہ جب دین صحیح کی دعوت بلند ہو تو تمام لوگوں کے لئے لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے گھروندوں کو ڈھا دیں اور دین صحیح کے ساتھ اپنے آپ کو

وابستہ کریں۔ جو لوگ ایسا نہ کریں وہ خدا کے نزدیک مجرم ہیں، خواہ وہ غیر دیندار ہوں یا بظاہر دیندار۔

دین حق کی دعوت جب اٹھتی ہے تو کچھ لوگ "بغی" کی بنیاد پر اس کے منکر بن جاتے ہیں۔ اور کچھ لوگ شک کی بنیاد پر اس سے دور رہتے ہیں۔ بغی سے مراد حسد اور تکبر ہے۔ یہ ان لوگوں کا معاملہ ہے جو ماحول میں بڑائی کا مقام حاصل کئے ہوئے ہوں۔ حق کو ماننے میں انھیں بڑائی کے مقام سے نیچے اترنا پڑتا ہے۔ چونکہ وہ اپنے آپ کو چھوٹا کرنے پر راضی نہیں ہوتے اس لئے وہ حق کی دعوت کو چھوٹا کرنے میں سرگرم ہو جاتے ہیں۔ تاکہ اپنے موقف کو جائز ثابت کر سکیں۔

شک اور تردد کا معاملہ اکثر عوام الناس کے ساتھ پیش آتا ہے۔ داعی کی بات انھیں دلیل کی سطح پر وزنی معلوم ہوتی ہے۔ مگر ان اکابر کو چھوڑنا بھی ان کے لئے مشکل ہوتا ہے جن کی عظمت ان کے ذہن پر پہلے سے قائم ہو چکی ہو۔ یہ دو طرفہ تقاضے ان کے لئے آخری فیصلہ تک پہنچنے میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ پہلے گروہ نے اگر تکبر کی نفسیات کے تحت حق کو نظر انداز کیا تھا تو دوسرا گروہ شک کی نفسیات کے تحت اس کو اختیار نہیں کر پاتا۔ حق کو قبول کرنے سے یہ بھی محروم رہتا ہے اور وہ بھی۔

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ
اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۗ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۗ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ
اَعْمَالُكُمْ ۗ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۗ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝١٥ وَالَّذِيْنَ
يُحَآجُّوْنَ فِى اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ
وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۝١٦

پس تم اسی کی طرف بلاؤ اور اس پر جمے رہو جس طرح تم کو حکم ہوا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو۔ اور کہو کہ اللہ نے جو کتاب اتاری ہے میں اس پر ایمان لاتا ہوں۔ اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب بھی۔ ہمارا عمل ہمارے لئے اور تمہارا عمل تمہارے لئے۔ ہم میں اور تم میں کچھ جھگڑا نہیں۔ اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کے پاس جانا ہے۔ اور جو لوگ اللہ کے بارے میں حجت کر رہے ہیں، بعد اس کے کہ وہ مان لیا گیا، ان کی حجت ان کے رب کے نزدیک باطل ہے اور ان پر غضب ہے اور ان کے لئے سخت عذاب ہے۔ ۱۵ - ۱۶

یہاں "کتاب" سے مراد وہ اصل دین ہے جو پیغمبروں کے ذریعہ بھیجا گیا۔ "اہواء" سے مراد وہ خود ساختہ اضافے ہیں جو انسانوں نے خود اپنی طرف سے دین حق میں کئے۔ پیغمبر کو حکم دیا گیا کہ تم بس اصل دین پر جمے رہو۔ حتی کہ دعوتی مصلحت کی بنا پر بھی تم کو ایسا نہیں کرنا ہے کہ لوگوں کے خود ساختہ دین کے ساتھ رعایت کرنے لگو۔ تمہارا کام عدل کرنا ہے۔ یعنی مذہبی اختلافات کا فیصلہ کرکے یہ بتانا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا۔ کونسا حصہ وہ ہے جو خدا کی طرف سے ہے اور کونسا حصہ انسانی آمیزش کے تحت دین میں شامل کر لیا گیا ہے۔

"ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں" کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے جھگڑنے کے باوجود ہم ایسا نہیں کریں گے کہ ہم بھی تم سے جھگڑنے لگیں۔ تم منفی رویہ اختیار کرو تب بھی ہم یکطرفہ طور پر اپنے مثبت رویہ پر قائم رہیں گے۔ داعی کی ذمہ داری صرف حق کا پیغام پہنچانے کی ہے۔ اس کے علاوہ جو چیزیں ہیں ان کو وہ خدا کے حوالہ کر دیتا ہے۔

جو لوگ حق کو قبول کر لیں ان کو تنگ کرنا اور ان کو بے کار بحثوں میں الجھانا نہایت ظالمانہ کام ہے ایسا کرنے والے اپنے آپ کو اس خطرہ میں مبتلا کر رہے ہیں کہ آخرت میں ان پر خدا کا غضب ہو اور ان کو سخت عذاب میں ڈال دیا جائے۔

اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ⑰
يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ
وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۭ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ⑱

اللہ ہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اتاری اور ترازو بھی۔ اور تم کو کیا خبر شاید وہ گھڑی قریب ہو۔ جو لوگ اس کا یقین نہیں رکھتے وہ اس کی جلدی کر رہے ہیں۔ اور جو لوگ یقین رکھنے والے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے۔ یاد رکھو کہ جو لوگ اس گھڑی کے بارے میں جھگڑتے ہیں وہ گمراہی میں بہت دور نکل گئے ہیں۔ ۱۸-۱۷

جس طرح مادی چیزوں کو تولنے کے لئے ترازو ہوتی ہے اسی طرح معنوی حقیقتوں کو تولنے کے لئے خدا نے اپنی کتاب اتاری ہے۔ خدا کی کتاب حق اور باطل کو ایک دوسرے سے الگ کرنے کی کسوٹی ہے۔ ہر دوسری چیز کو خدا کی کتاب پر جانچا جائے گا، نہ یہ کہ خدا کی کتاب کو دوسری چیزوں پر جانچا جانے لگے۔

پیغمبر کے زمانہ میں جو لوگ آپ کی مخالفت کر رہے تھے ان کی غلطی یہ تھی کہ ان کی قومی روایات اور ان

کے اکابر کے اقوال و اعمال سے ان کے یہاں جو دین بنا تھا اس کو معیار مان کر اسی کی روشنی میں وہ خدا کی کتاب کو دیکھتے تھے۔ حالانکہ ان کے لئے صحیح بات یہ تھی کہ وہ قومی روایات اور بزرگوں کے اقوال و افعال کو خدا کی کتاب کی روشنی میں دیکھیں۔ جو چیز خدا کی کتاب کے معیار پر پوری اترے اس کو لیں اور جو چیز خدا کی کتاب کے معیار پر پوری نہ اترے اس کو چھوڑ دیں۔

جانچنے کا یہ کام موجودہ دنیا میں آدمی کو خود کرنا ہے۔ آخرت میں یہ کام خدا کی طرف سے انجام دیا جائے گا۔ عقل مند وہ ہے جو قیامت میں تولے جانے سے پہلے اپنے آپ کو تول لے۔ کیونکہ قیامت کی تول آخری فیصلہ کے لئے ہوگی نہ کہ عمل کی مہلت دینے کے لئے۔

اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۱۹﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾

ع ۲

اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے روزی دیتا ہے۔ اور وہ قوت والا، زبردست ہے۔ جو شخص آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کو اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے۔ اور جو شخص دنیا کی کھیتی چاہے ہم اس کو اس میں سے کچھ دے دیتے ہیں اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ ۲۰-۱۹

دنیا کی زندگی امتحان کے لئے ہے۔ یہاں ہر آدمی کو بقدر امتحان ضروری اسباب دئے جاتے ہیں۔ اب جو شخص آخرت پسند ہو وہ موجودہ دنیا کے اسباب کو آخرت کی تعمیر کے لئے استعمال کرے گا اور اس کے نتیجہ میں آخرت میں مزید اضافہ کے ساتھ اپنا انعام پائے گا۔

اس کے برعکس جو شخص دنیا پسند ہو وہ صرف موجودہ دنیا کے پیش نظر عمل کرے گا۔ ایسا شخص یقیناً موجودہ دنیا میں اپنا پھل پا سکتا ہے۔ مگر آخرت میں وہ سراسر محروم رہے گا۔ جب اس نے آخرت کے لئے کچھ کیا ہی نہ تھا تو کیسے ممکن ہے کہ آخرت میں اس کو کچھ دیا جائے۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ

مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾
ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ
عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾

کیا ان کے کچھ شریک ہیں جنھوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔ اور اگر فیصلہ کی بات طے نہ پا چکی ہوتی تو ان کا فیصلہ کر دیا جاتا۔ اور بے شک ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ تم ظالموں کو دیکھو گے کہ وہ ڈر رہے ہوں گے اس سے جو انھوں نے کیا۔ اور وہ ان پر ضرور پڑنے والا ہے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے وہ جنت کے باغوں میں ہوں گے۔ ان کے لئے ان کے رب کے پاس وہ سب ہوگا جو وہ چاہیں گے، یہی بڑا انعام ہے۔ یہ چیز ہے جس کی خوش خبری اللہ اپنے ان بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیا۔ کہو کہ میں اس پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر قرابت داری کی محبت۔ اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اس کے لئے اس میں بھلائی بڑھا دیں گے۔ بے شک اللہ معاف کرنے والا ہے، قدرداں ہے۔ ۲۱-۲۳

جب ایک بات خدا کی کتاب سے ثابت نہ ہو، اس کے باوجود آدمی اس کے حق ہونے پر اصرار کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دوسروں کو خدا کے برابر ٹھہرا رہا ہے۔ وہ خدا کے سوا دوسروں کو یہ حق دے رہا ہے کہ وہ انسان کے لئے اس کا دین وضع کریں۔

یہ ایک بے حد سنگین بات ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ "دین" کی نوعیت کی کوئی چیز مقرر کرنے کا حق صرف ایک خدا کو ہے۔ خدا کے سوا کسی اور کو یہ حق دینا کھلا ہوا شرک ہے۔ اور شرک ایک ایسا جرم ہے جو خدا کے یہاں کسی طرح معاف ہونے والا نہیں۔

"میں تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر یہ کہ قرابت داری کی محبت" یہ بات پیغمبر کی زبان سے اس وقت کہلائی گئی جب کہ آپ کے قبیلہ قریش کے لوگ آپ کی دعوت کی راہ میں سخت ترین رکاوٹیں ڈال رہے تھے۔ ان حالات میں اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر تم میرا دین قبول نہیں کرتے تو نہ کرو مگر کم از کم قرابت داری کا

لحاظ کرتے ہوئے اذیت رسانی سے تو باز رہو۔ بالفاظ دیگر، اگر تم کو مجھ سے مذہبی اختلاف ہے تو اپنے اختلاف میں تم اخلاق اور شرافت کی سطح سے نہ گر جاؤ۔ اس طرح گویا بالواسطہ انداز میں یہ بتایا گیا کہ آپ کی دعوت کے مخالفین صرف مخالفین نہیں ہیں بلکہ وہ اخلاقی مجرم بھی ہیں۔ وہ اپنے آپ کو اخلاق کی سطح پر غلط ثابت کر رہے ہیں جس کی اہمیت خود ان کے نزدیک بھی مسلّم ہے۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۖ فَإِن يَشَإِ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٢٤﴾ وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿٢٥﴾ وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ ۚ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿٢٦﴾

کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے۔ پس اگر اللہ چاہے تو وہ تمہارے دل پر مہر لگا دے۔ اور اللہ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو ثابت کرتا ہے اپنی باتوں سے۔ بے شک وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے۔ اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں کو معاف کرتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ اور وہ ان لوگوں کی دعائیں قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیا۔ اور وہ ان کو اپنے فضل سے زیادہ دیتا ہے۔ اور جو انکار کرنے والے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے۔ ۲۴-۲۶

اس دنیا کے لئے خدا کا قانون یہ ہے کہ یہاں حق حق کے روپ میں سامنے آتا ہے اور باطل باطل کے روپ میں نمایاں ہوتا ہے۔ اگر ایک جھوٹی روح ہے تو اس سے کبھی سچا کلام ظاہر نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کسی غیر پیغمبر کے لئے ممکن نہیں کہ وہ پیغمبر کی زبان میں کلام کر سکے۔ ایک شخص پیغمبر نہ ہو اور جھوٹ بول کر اپنے کو پیغمبر بتائے تو اس کے کلام میں لازماً جھوٹے پیغمبر کا انداز پیدا ہو جائے گا۔ کوئی شخص مصنوعی طور پر کبھی سچے پیغمبر کے انداز میں نہیں بول سکتا۔

"اگر اللہ چاہے تو وہ تمہارے دل پر مہر لگا دے" اس کا مطلب بدلے ہوئے الفاظ میں یہ ہے کہ اگر تم اللہ پر جھوٹ باندھتے تو اس وقت مشیت خداوندی کے تحت تمہارے دل پر مہر لگ جاتی۔ ایسی حالت میں

خود قانون قدرت کے تحت یہ ہو تاکہ تمہاری زبان اس پاکیزہ ربانی کلام کے اظہار سے عاجز ہو جاتی جس کا کھلا ہوا نمونہ تمہارے کلام میں نظر آتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پیغمبر کا اعلیٰ کلام خود اس کے پیغمبر خدا ہونے کا ثبوت ہے۔ اگر وہ واقعی خدا کا پیغمبر نہ ہوتا تو اس کی زبان سے کبھی ایسا اعلیٰ کلام ظاہر نہیں ہو سکتا تھا۔

جو لوگ حق کی مخالفت کرتے ہیں وہ اپنے دل کی آواز کے تحت ایسا نہیں کرتے۔ بلکہ محض ضد اور عناد کے تحت اس کے مخالف بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ گویا خود اپنے ضمیر کی عدالت کے سامنے مجرم بن رہے ہیں۔ ان کے اوپر خدا کی حجت تمام ہو چکی ہے، اِلّا یہ کہ آدمی توبہ کرے اور اللہ سے معافی کا خواستگار ہو۔

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا
يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا
وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ۭ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ۭ وَهُوَ عَلٰي جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ۝ ع

اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لئے روزی کو کھول دیتا تو وہ زمین میں فساد کرتے۔ لیکن وہ اندازہ کے ساتھ اتارتا ہے جتنا چاہتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کو جاننے والا ہے، دیکھنے والا ہے۔ اور وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے اور وہ کام بنانے والا ہے، قابل تعریف ہے۔ اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا۔ اور وہ جاندار جو اس نے ان کے درمیان پھیلائے ہیں۔ اور وہ ان کو جمع کرنے پر قادر ہے جب وہ ان کو جمع کرنا چاہے۔ ۲۹ - ۲۷

زمین پر انسانی زندگی کا انحصار پانی پر ہے۔ مگر پانی تمام تر خدا کے اختیار میں ہے۔ خدا اگر پانی فراہم نہ کرے تو انسان خود سے پانی حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی طرح رزق کی تقسیم بھی خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ اس تقسیم میں خدا آدمی کے ظرف کو دیکھتا ہے۔ اور ہر ایک کو اس کے ظرف کے بقدر عطا کرتا ہے۔ اگر لوگوں کو ان کے ظرف سے زیادہ دیا جانے لگے تو لوگ سرکش بن جائیں اور زمین میں ہر طرف ظلم و فساد پھیل جائے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ایک کسان جب دانے کو بکھیرتا ہے تو وہ اس کو سمیٹنے پر بھی قادر ہوتا ہے۔ یہ انسانی

مشاہدہ اس بات کا قرینہ ہے کہ خدا بھی اسی طرح اپنی بکھری ہوئی مخلوقات کو سمیٹ کر اپنی عدالت میں لا سکتا ہے۔ جہاں یکجائی طور پر لوگوں کے مستقبل کا فیصلہ کیا جائے۔ جس خالق کے لئے پیدا کرکے بکھیرنا ممکن تھا اس کے لئے موت کے بعد دوبارہ سمیٹنا کیوں ناممکن ہو جائے گا۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

اور جو مصیبت تم کو پہنچتی ہے تو وہ تمہارے ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں ہی سے، اور بہت سے قصوروں کو وہ معاف کر دیتا ہے۔ اور تم زمین میں خدا کے قابو سے نکل نہیں سکتے۔ اور اللہ کے سوا نہ تمہارا کوئی کام بنانے والا ہے اور نہ کوئی مددگار۔ ۳۱-۳۰

موجودہ دنیا کو اسباب کے قانون کے تحت بنایا گیا ہے۔ یہاں آدمی پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ واضح طور پر اس کی اپنی ہی کوتاہی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کوتاہی کرتا ہے مگر وہ اس کے بُرے انجام سے بچ جاتا ہے۔

دنیا کے یہ واقعات اس لئے ہیں کہ آدمی ان سے سبق لے۔ جب وہ دیکھے کہ لوگ جو کچھ پا رہے ہیں وہ اپنے عمل کے بقدر پا رہے ہیں تو اس سے وہ یہ نصیحت لے کہ آخرت میں بھی اسی طرح ہر شخص اپنے عمل کے مطابق اپنا انجام پائے گا۔ اسی طرح جب وہ دیکھے کہ آدمی نے ایک کوتاہی کی مگر وہ اس کے انجام سے بچ گیا تو وہ اس سے یہ سبق حاصل کرے کہ خدا نہایت مہربان ہے۔ اگر آدمی اس کی طرف رجوع ہو تو وہ اپنی رحمت خاص سے اس کو اس کی کوتاہیوں کے انجام سے بچا سکتا ہے۔ ایمان جب گہرا ہو تو آدمی کا یہی حال ہو جاتا ہے۔ وہ دنیا کے واقعات میں آخرت کی تصویر دیکھنے لگتا ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ۝ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ۝

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ جہاز سمندر میں چلتے ہیں جیسے پہاڑ۔ اگر وہ چاہے تو وہ ہوا کو روک دے پھر وہ سمندر کی سطح پر ٹھہرے رہ جائیں۔ بے شک اس کے اندر نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لئے جو صبر کرنے والا، شکر کرنے والا ہے۔ یا وہ ان کو تباہ کردے ان کے اعمال کے سبب سے اور معاف کردے بہت سے لوگوں کو۔ اور تاکہ جان لیں وہ لوگ جو ہماری نشانیوں میں جھگڑتے ہیں کہ ان کے لئے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔ ۳۲-۳۵

انسان سمندر میں اپنی کشتی دوڑاتا ہے اور فضا میں اپنے جہاز اڑاتا ہے۔ یہ صرف اس لئے ممکن ہوتا ہے کہ خدا نے فطرت کے قانون کو ہمارے لئے سازگار بنا رکھا ہے۔ فطرت کے قوانین اگر ہم سے سازگاری نہ کریں تو نہ ہماری کشتیاں سمندروں میں دوڑیں اور نہ ہمارے جہاز ہواؤں میں اڑیں۔

زندگی کے ہر واقعہ میں نصیحت ہے مگر واقعات سے نصیحت کی خوراک لینے کے لئے صبر و شکر کا مزاج ضروری ہے۔ زندگی میں کبھی تکلیف پیش آتی ہے اور کبھی آرام۔ تکلیف کے وقت آدمی کو ظاہری حالت سے اوپر اٹھنا پڑتا ہے تاکہ وہ واقعہ کو دوسرے رخ سے دیکھ سکے۔ اور یہ چیز صبر کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی طرح آرام کے وقت اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ بظاہر اپنی کوششوں سے ملنے والی چیز کو خدا کی طرف سے ملنے والی چیز سمجھا جائے۔ اور یہ وہی شخص کرسکتا ہے جس کے اندر وہ اعلیٰ شعور پیدا ہو چکا ہو جس کو شکر کہا جاتا ہے۔

نشانیوں میں جھگڑنا یہ ہے کہ جب کسی واقعہ میں خدائی نصیحت کے پہلو کی نشاندہی کی جائے تو آدمی اس کو نہ مانے اور واقعہ کو دوسرے دوسرے معنی پہنانے کی کوشش کرے۔ ایسے لوگ خدا کی نظر میں سرکش ہیں اور کسی کی سرکشی صرف موجودہ دنیا میں چل سکتی ہے، وہ آخرت میں ہرگز چلنے والی نہیں۔

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۟

پس جو کچھ تم کو ملا ہے وہ محض دنیوی زندگی کے برتنے کے لئے ہے۔ اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ زیادہ بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اور وہ اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ ۳۶

آخرت کا چاہنے والا وہی بن سکتا ہے جو اللہ پر بھروسہ کرنے والا ہو۔ جب بھی آدمی آخرت کی طرف بڑھتا ہے تو دنیا کے فائدے اس کو خطرے میں نظر آنے لگتے ہیں۔ دنیا کی مصلحتیں اس کو چھوٹتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔

ایسی حالت میں جو چیز آدمی کو آخرت کے راستہ پر ثابت قدم رکھتی ہے وہ صرف یہ کہ اس کو خدا کے وعدوں پر بھروسہ ہو اس کو یقین ہو کہ خدا کی خاطر وہ دنیا میں جتنا کھوئے گا اس سے بہت زیادہ وہ آخرت میں خدا کی طرف سے پائے گا۔

دنیا کی ہر نعمت وقتی ہے اور آخرت کی نعمتیں ابدی ہیں جو کبھی ختم ہونے والی نہیں۔ اور ابدی نعمت کے مقابلہ میں وقتی نعمت کی کوئی حقیقت نہیں۔

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ
يَغْفِرُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى
بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ
يَنْتَصِرُوْنَ ۝ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ
عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ مَا
عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ
فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ
اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ ع

اور وہ لوگ جو بڑے گناہوں سے اور بے حیائی سے بچتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو وہ معاف کر دیتے ہیں اور وہ جنھوں نے اپنے رب کی دعوت کو قبول کیا اور نماز قائم کیا اور وہ اپنا کام آپس کے مشورہ سے کرتے ہیں۔ اور ہم نے جو کچھ انھیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ کہ جب ان پر چڑھائی ہوتی ہے تو وہ بدلہ لیتے ہیں۔ اور برائی کا بدلہ ہے ویسی ہی برائی۔ پھر جس نے معاف کر دیا اور اصلاح کی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ بیشک وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو شخص اپنے مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لے تو ایسے لوگوں کے اوپر کچھ الزام نہیں۔ الزام صرف ان پر ہے جو لوگوں کے اوپر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور جس شخص نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو بے شک یہ ہمت کے کام ہیں۔ ۳۷-۴۳

ایمان جب حقیقی معنوں میں کسی کو حاصل ہوتا ہے تو وہ اس کے اندر انقلاب پیدا کر دیتا ہے۔ اس کے اندر ایک نئی شخصیت ابھرتی ہے۔ یہاں ایک بندۂ خدا کی جن خصوصیات کا ذکر ہے وہ سب وہی ہیں جو اس ایمانی

شخصیت کے نتیجے میں کسی کے اندر ظاہر ہوتی ہیں۔

ایسے شخص کے اندر حقیقتِ واقعہ کے اعتراف کا مزاج پیدا ہوتا ہے۔ وہ خدا کے خدا ہونے اور اپنے بندہ ہونے کی حیثیت کا اعتراف کرتے ہوئے اس کے آگے جھک جاتا ہے۔ خدا کی ایک پکار بلند ہو تو اس کے لئے ناممکن ہو جاتا ہے کہ وہ اس پر لبیک نہ کہے۔ ایمانی شعور اس کو صحیح اور غلط کے بارہ میں حساس بنا دیتا ہے۔ وہ وہی کرتا ہے جو کرنا چاہئے اور وہ نہیں کرتا جو نہیں کرنا چاہئے۔

اپنی حیثیت ِ واقعی کا اعتراف اس کے اندر تواضع پیدا کرتا ہے جو اس سے غصہ، ظلم اور سرکشی کا مزاج چھین لیتا ہے۔ یہی تواضع اس کو مجبور کرتا ہے کہ اجتماعی معاملات میں وہ دوسروں کے مشورہ سے فائدہ اٹھائے وہ محض اپنی ذاتی رائے کی بنیاد پر اقدام سے پرہیز کرے۔ دوسروں کے ساتھ اس کا رشتہ خیر خواہی کا ہوتا ہے نہ کہ حسد اور استحصال کا۔

ایسا آدمی دوسروں کے خلاف کبھی جارحیت نہیں کرتا۔ دوسروں کے خلاف وہ جب بھی اقدام کرتا ہے تو دفاع کے طور پر کرتا ہے اور اتنا ہی کرتا ہے جتنا ان کے ظلم کو روکنے کے لئے ضروری ہو۔ وہ عین اشتعال انگیز حالات میں بھی اس کے لئے تیار رہتا ہے کہ لوگوں کو معاف کر دے اور انھوں نے اس کے ساتھ جو برائی کی ہے اس کو بھول جائے۔

بندۂ مومن یہ سارے کام اپنے جذبۂ ایمان کے تحت کرتا ہے تاہم اللہ اس کی قدر دانی اس طرح فرماتا ہے کہ اس کو اہل ہمت اور اولوالعزم کے خطاب سے نوازتا ہے۔ اور اس کو ابدی نعمتوں کے باغ میں داخل کر دیتا ہے۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْ بَعْدِهٖ ۗ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا
رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۴﴾ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا
خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۗ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ
الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ
فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ
وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۶﴾

اور جس شخص کو اللہ بھٹکا دے تو اس کے بعد اس کا کوئی کارساز نہیں۔ اور تم ظالموں کو دیکھو گے کہ جب وہ عذاب کو

دیکھیں گے تو وہ کہیں گے کہ کیا واپس جانے کی کوئی صورت ہے۔ اور تم ان کو دیکھو گے کہ وہ دوزخ کے سامنے لائے جائیں گے، وہ ذلت سے جھکے ہوئے ہوں گے۔ چھپی نگاہ سے دیکھتے ہوں گے۔ اور ایمان والے کہیں گے کہ خسارہ والے وہی لوگ ہیں جنھوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے متعلقین کو خسارہ میں ڈال دیا۔ سن لو، ظالم لوگ دائمی عذاب میں رہیں گے۔ اور ان کے لئے کوئی مددگار نہ ہوں گے جو اللہ کے مقابلہ میں ان کی مدد کریں۔ اور خدا جس کو بھٹکا دے تو اس کے لئے کوئی راستہ نہیں۔ ۴۶ - ۴۴

اس دنیا میں ہدایت کو دلیل کے ذریعہ کھولا جاتا ہے۔ یہی اس دنیا کے لئے خدا کا قانون ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں صرف وہ شخص ہدایت پاتا ہے جو اس صلاحیت کا ثبوت دے کہ وہ دلیل کی زبان میں بات کو سمجھ سکتا ہے۔ دلیل کے ذریعہ کسی بات کا ثابت ہو جانا اس کے لئے کافی ہے کہ وہ اس کے آگے جھک جائے۔ جو لوگ دلیل سے نہ مانیں ان کو اس دنیا میں کبھی ہدایت نہیں مل سکتی۔

جو شخص موجودہ دنیا میں دلیل کے آگے نہیں جھکتا وہ اپنے آپ کو اس خطرہ میں ڈالتا ہے کہ قیامت میں اس کو خدائی طاقت کے آگے جھکایا جائے۔ مگر قیامت کا جھکنا کسی کے کچھ کام نہ آئے گا۔ کیونکہ وہ آدمی کو ذلیل کرنے کے لئے ہوگا نہ کہ اس کو انعام کا مستحق بنانے کے لئے۔

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَىِٕذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ۝ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۭ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ۭ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ۝

تم اپنے رب کی دعوت قبول کرو اس سے پہلے کہ ایسا دن آجائے جس کے لئے خدا کی طرف سے ہٹنا نہ ہوگا۔ اس دن تمہارے لئے کوئی پناہ نہ ہوگی اور نہ تم کسی چیز کو رد کر سکو گے۔ پس اگر وہ اعراض کریں تو ہم نے تم کو ان کے اوپر نگراں بنا کر نہیں بھیجا ہے۔ تمہارا ذمہ صرف پہنچا دینا ہے۔ اور انسان کو جب ہم اپنی رحمت سے نوازتے ہیں تو وہ اس پر خوش ہو جاتا ہے۔ اور اگر ان کے اعمال کے بدلے میں ان پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو آدمی ناشکری کرنے لگتا ہے۔ ۴۸ - ۴۷

موجودہ دنیا میں آدمی کا اصل امتحان یہ ہے کہ جو صورت حال بھی اس کے سامنے آئے، وہ اس میں صحیح ردعمل پیش کرے۔ مگر انسان ایسا نہیں کرتا۔ اس کو جب کوئی کامیابی ملتی ہے تو وہ فخر و ناز کی نفسیات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ کسی مصیبت میں پڑتا ہے تو وہ منفی جذبات کا اظہار کرنے لگتا ہے۔

یہی وہ لوگ ہیں جو دعوت حق کے مقابلہ میں صحیح ردعمل پیش نہیں کر پاتے۔ ان کا غیر حقیقت پسندانہ مزاج یہاں بھی ان کو غیر حقیقت پسند بنا دیتا ہے۔ دعوت حق کا صحیح ردعمل یہ ہے کہ آدمی فوراً اس کی حقانیت کا اعتراف کرلے۔ مگر آدمی یہ کرتا ہے کہ وہ اس کو اپنی ساکھ کا مسئلہ بنا لیتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ دعوت کو مان کر میں اس کو پیش کرنے والے کے سامنے چھوٹا ہو جاؤں گا۔ یہ احساس اس کے لئے حق کو قبول کرنے کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ وہ اس کی صداقت پر یقین کرنے کے باوجود اپنی ذاتی مصلحتوں کی بنا پر اس کو نظر انداز کر دیتا ہے۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاۗءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝

آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ کے لئے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے یا ان کو جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی۔ اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے۔ بے شک وہ جاننے والا ہے، قدرت والا ہے۔ ۴۹ - ۵۰

دین کی اساس اس تصور پر قائم ہے کہ اس کائنات میں ہر قسم کا اختیار صرف ایک خدا کو حاصل ہے۔ اس کے سوا کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں، خواہ وہ زمین و آسمان کے نظام کو چلانا ہو یا ایک انسان کو اولاد عطا کرنا۔ آدمی جو کچھ پاتا ہے خدا کے دینے سے پاتا ہے اور وہی جب چاہتا ہے اس کو اس سے چھین لیتا ہے۔

خدا کے بارہ میں یہ عقیدہ ہی آدمی کے اندر وہ صحیح احساس پیدا کرتا ہے جس کو "عبدیت" کہا جاتا ہے۔ اور خدا کے بارہ میں یہ عقیدہ ہی آدمی کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں اس روش کو اپنائے جس کا الٰہی شریعت میں حکم دیا گیا ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَاۗئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا

فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ ﴿۵۱﴾ وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ
أَمْرِنَا ۚ مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَٰكِن جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ
مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللَّهِ
ع ۵/۷ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ أَلَا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ ﴿۵۳﴾

اور کسی آدمی کی یہ طاقت نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے، مگر وحی کے ذریعہ سے یا پردے کے پیچھے سے یا وہ کسی فرشتے کو بھیجے کہ وہ وحی کر دے اس کے اذن سے جو وہ چاہے۔ بے شک وہ سب سے اوپر ہے، حکمت والا ہے۔ اور اسی طرح ہم نے تمہاری طرف بھی وحی کی ہے، ایک روح اپنے حکم سے۔ تم نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہے۔ لیکن ہم نے اس کو ایک نور بنایا، اس سے ہم ہدایت دیتے ہیں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں۔ اور بے شک تم ایک سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر رہے ہو۔ اس اللہ کے راستہ کی طرف جس کا وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔ سن لو، سارے معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ۵۳-۵۱

موجودہ دنیا میں کوئی انسان براہ راست خدا سے ہم کلام نہیں ہو سکتا۔ انسان کا عجز اس قسم کے کلام میں مانع ہے۔ چنانچہ پیغمبروں پر خدا کا جو کلام اترا وہ بالواسطہ انداز میں اترا۔ بالواسطہ خطاب کے کئی طریقے ہیں ان کی مثالیں مختلف پیغمبروں کی زندگی میں پائی جاتی ہیں۔

ایک عالم جب کوئی کتاب لکھتا ہے یا ایک مفکر جب کوئی کلام پیش کرتا ہے تو اس کے ماضی میں ایسے اسباب موجود ہوتے ہیں جو اس کے علمی اور فکری کارنامہ کی توجیہہ کر سکیں۔ مگر پیغمبر کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ پیغمبر کی نبوت کے بعد کی زندگی اس کی نبوت سے پہلے کی زندگی سے سراسر مختلف ہوتی ہے۔ غیر پیغمبر کا حال کا کلام اس کی ماضی کی زندگی کا تسلسل نظر آتا ہے۔ مگر پیغمبر کی زبان سے بعد از نبوت جو کلام جاری ہوتا ہے وہ اس کے قبل از نبوت کلام سے اتنا زیادہ ممتاز ہوتا ہے کہ پیغمبر کے ماضی سے اس کی توجیہہ نہیں کی جا سکتی۔ یہ ایک واضح قرینہ ہے جو یہ ثابت کرتا ہے کہ پیغمبر کا کلام خدائی کلام ہے نہ کہ عام انسانی کلام۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ آپ کا دیا ہوا قرآن اور آپ کی اپنی

زبان سے نکلا ہوا کلام، دونوں آج بھی اپنی اصل حالت میں موجود ہیں۔ کوئی شخص جو عربی زبان جانتا ہو اور وہ ان دونوں کو تقابلی طور پر دیکھے تو وہ دونوں کے درمیان کھلا ہوا فرق پائے گا۔ حدیث کی زبان واضح طور پر محمد بن عبد اللہ کی زبان ہے اور قرآن کی زبان واضح طور پر خدا کی زبان۔

سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۞ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۞ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۞ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۞

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰم۔ قسم ہے اس واضح کتاب کی۔ ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ تم سمجھو۔ اور بے شک یہ اصل کتاب میں ہمارے پاس ہے، بلند اور پر حکمت۔ ۴-۱

ام الکتاب سے مراد لوح محفوظ ہے جو اللہ کے پاس ہے۔ لوح محفوظ میں اللہ تعالیٰ نے اس اصل دین کو ثبت کر رکھا ہے جو اس کو انسانوں سے مطلوب ہے۔ یہی اصل دین مختلف زبانوں میں مختلف پیغمبروں پر اترا۔ اور وہ پیغمبر آخر الزماں پر عربی زبان میں اتار آگیا۔ اب عربی قرآن ہی موجودہ دنیا میں اصل دین خداوندی کا نمائندہ ہے۔ حاملین قرآن کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس کو ہر زبان میں منتقل کر کے اسے تمام قوموں تک پہنچائیں۔ تاکہ اس دین کو جس طرح عربوں نے سمجھا اسی طرح دوسرے لوگ بھی اس کو سمجھیں۔

قرآن کا بلند اور پر حکمت ہونا اس کے کتاب الٰہی ہونے کا ثبوت ہے۔ قرآن کی زبان اور اس کے مضامین خدائی عظمت کے ہم سطح ہیں، اور یہی اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ خدا کی کتاب ہے۔ قرآن اگر انسانی کلام ہوتا تو اس میں وہ غیر معمولی عظمت نہ پائی جاتی جو اب اس میں پائی جا رہی ہے۔

اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۞ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ
نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۞ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۞

فَاَهۡلَكۡنَاۤ اَشَدَّ مِنۡهُمۡ بَطۡشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الۡاَوَّلِيۡنَ ۝۸

کیا ہم تمہاری نصیحت سے اس لئے صرف نظر کرلیں گے کہ تم حد سے گزرنے والے ہو اور ہم نے اگلے لوگوں میں کتنے ہی نبی بھیجے۔ اور ان لوگوں کے پاس کوئی نبی نہیں آیا جس کا انھوں نے مذاق نہ اڑایا ہو۔ پھر جو لوگ ان سے زیادہ طاقت ور تھے ان کو ہم نے ہلاک کر دیا۔ اور اگلے لوگوں کی مثالیں گزر چکیں۔ ۸-۵

آج دنیا میں بے شمار ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو پچھلے پیغمبروں کا نام عزت کے ساتھ لیتے ہیں۔ ایسی حالت میں یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوتی ہے کہ ان پیغمبروں کا (بشمول پیغمبر اسلام) ان کے ہم زمانہ لوگوں نے مذاق کیوں اڑایا۔

اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ پچھلے لوگ وحشی تھے اور آج کے لوگ مہذب ہیں۔ یہ صرف زمانہ کا فرق ہے۔ آج لمبی مدت گزرنے کے بعد ہر پیغمبر کے ساتھ تاریخی عظمت کا زور شامل ہو چکا ہے۔ اس لئے آج ہر ظاہر بیں پیغمبر کو پہچان لیتا ہے۔ مگر پیغمبر اپنے زمانہ کے لوگوں کو صرف ایک عام انسان نظر آتا تھا۔ اس وقت پیغمبر کی پیغمبرانہ حیثیت کو پہچاننے کے لئے حقیقت بیں نگاہ درکار تھی۔ اور بلاشبہ حقیقت بیں نگاہ دنیا میں ہمیشہ سب سے کم پائی گئی ہے۔

دعوت حق کے مخاطبین خواہ کتنا ہی زیادہ غلط رویہ اختیار کریں، داعی یک طرفہ طور پر صبر کرتے ہوئے اپنے دعوتی عمل کو جاری رکھتا ہے۔ تا آنکہ وہ وقت آجائے جب کہ خدا اپنی طرف سے کوئی فیصلہ فرما دے۔

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَيَقُوۡلُنَّ خَلَقَهُنَّ الۡعَزِيۡزُ الۡعَلِيۡمُ ۝۹
الَّذِىۡ جَعَلَ لَكُمُ الۡاَرۡضَ مَهۡدًا وَّجَعَلَ لَكُمۡ فِيۡهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ۝۱۰ وَ
الَّذِىۡ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ‌ۚ فَاَنۡشَرۡنَا بِهٖ بَلۡدَةً مَّيۡتًا‌ۚ كَذٰلِكَ
تُخۡرَجُوۡنَ ۝۱۱ وَالَّذِىۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمۡ مِّنَ الۡفُلۡكِ وَ
الۡاَنۡعَامِ مَا تَرۡكَبُوۡنَ ۝۱۲ لِتَسۡتَوٗا عَلٰى ظُهُوۡرِهٖ ثُمَّ تَذۡكُرُوۡا نِعۡمَةَ رَبِّكُمۡ اِذَا
اسۡتَوَيۡتُمۡ عَلَيۡهِ وَتَقُوۡلُوۡا سُبۡحٰنَ الَّذِىۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِيۡنَ ۝۱۳

وَإِنَّآ إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ ﴿۱۴﴾

اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ ان کو زبردست، جاننے والے نے پیدا کیا۔ جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا۔ اور اس میں تمہارے لئے راستے بنائے تاکہ تم راہ پاؤ۔ اور جس نے آسمان سے پانی اتارا ایک اندازے کے ساتھ۔ پھر ہم نے اس سے مُردہ زمین کو زندہ کر دیا، اسی طرح تم نکالے جاؤ گے۔ اور جس نے تمام قسمیں بنائیں اور تمہارے لئے وہ کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔ تاکہ تم ان کی پیٹھ پر جم کر بیٹھو۔ پھر تم اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب کہ تم ان پر بیٹھو۔ اور کہو کہ پاک ہے وہ جس نے ان چیزوں کو ہمارے بس میں کر دیا، اور ہم ایسے نہ تھے کہ ان کو قابو میں کرتے۔ اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ۱۴-۹

ہر زمانہ میں بیشتر انسان یہ مانتے رہے ہیں کہ کائنات کا خالق و مالک خدا ہے اور وہی ہے جس نے ہمیں زندگی کے تمام سامان دئے ہیں۔ کائنات کو وجود میں لانا اور زمین پر سامانِ حیات کی فراہمی اتنا بڑا کام ہے کہ کسی شخص کے لئے ناممکن ہے کہ وہ اس کو ایک خدا کے سوا کسی اور کی طرف منسوب کر سکے۔

اس اقرار کا تقاضا ہے کہ انسان سب سے زیادہ خدا کی طرف متوجہ ہو۔ اس کی زندگی خدا رخی زندگی ہو جائے۔ مگر انسان دوسری چیزوں کو اپنا مقصود بنا تا ہے، وہ غیر خدا کو اپنی توجہات کا مرکز ٹھہرا لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حقیقت کو اپنے پیغمبروں کے ذریعہ کھولا ہے۔ اسی کے ساتھ اس نے دنیا کی تخلیق اس طرح کی ہے کہ وہ حقائق معنوی کی عملی تمثیل بن گئی ہے۔ مثلاً یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان کو مرکر دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ اس حقیقت کو نباتات کی سطح پر بار بار دکھایا جارہا ہے۔ انسان ہر سال یہ دیکھتا ہے کہ زمین خشک ہو گئی۔ اس کے بعد بارش ہوتی ہے اور زمین دوبارہ سرسبز ہو جاتی ہے۔ یہ ایک اشارہ ہے کہ اسی طرح انسان بھی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

موجودہ دنیا کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ حیرت انگیز طور پر انسان کے موافق ہے۔ یہاں کی تمام چیزیں اس انداز پر بنائی گئی ہیں کہ انسان ان کو جس طرح چاہے اپنے مقصد کے لئے استعمال کرے۔ اس کا تقاضا ہے کہ آدمی کے اندر شکر کا جذبہ پیدا ہو۔ وہ جب خدا کی دنیا کی کسی چیز کو اپنے لئے استعمال کرے تو اس کا دل خدا کے آگے جھک جائے، اس کی زبان سے اعتراف و دعا کے کلمات ابلنے لگیں۔

وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا ۚ إِنَّ الْإِنسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ ﴿۱۵﴾ أَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ

بَنٰتٍ وَّاَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا
ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ
غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿۱۸﴾ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا
خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ ﴿۱۹﴾

اور ان لوگوں نے خدا کے بندوں میں سے خدا کا جزء ٹھہرایا، بے شک انسان کھلا ناشکرا ہے۔ کیا خدا نے اپنی مخلوقات میں سے بیٹیاں پسند کیں اور تم کو بیٹوں سے نوازا۔ اور جب ان میں سے کسی کو اس چیز کی خبر دی جاتی ہے جس کو وہ رحمٰن کی طرف منسوب کرتا ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غم سے بھر جاتا ہے۔ کیا وہ جو آرائش میں پرورش پائے اور جھگڑے میں بات نہ کہہ سکے۔ اور فرشتے جو رحمان کے بندے ہیں ان کو انھوں نے عورت قرار دے رکھا ہے۔ کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے۔ ان کا یہ دعویٰ لکھ لیا جائے گا اور ان سے پوچھ ہوگی۔ ۱۹ - ۱۵

خدا کے ساتھ غیر خدا کو شریک کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ آدمی کسی کو خدا کا شریک ذات ٹھہرائے۔ مثلاً فرشتوں کو خدا کی بیٹی ماننا، حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا بتانا، یا وحدت الوجود کا نظریہ جو تمام چیزوں کو خدا کے اجزاء قرار دے کر کائنات کی تشریح کرتا ہے۔ اس قسم کے تمام عقیدے محض بے بنیاد مفروضے ہیں۔ ان کے حق میں کوئی بھی حقیقی دلیل موجود نہیں۔

یہاں عورت کی صنفی خصوصیات کو دو جامع لفظ میں بیان کر دیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ وہ طبعاً آرائش پسند ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ مقابلہ کے وقت پُر زور انداز میں کلام نہیں کر پاتی۔ عورت کے اندر یہ صنفی کمی ایک حقیقت ہے اور اسی بنا پر اسلام میں یہ تقسیم کی گئی ہے کہ مرد بیرونی کام کا ذمہ دار ہے اور عورت اندرونی کام کی ذمہ دار۔

وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا
يَخْرُصُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ
اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ

فِىۡ قَرۡيَةٍ مِّنۡ نَّذِيۡرٍ اِلَّا قَالَ مُتۡرَفُوۡهَاۤ ۙ اِنَّا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا
عَلٰٓى اٰثٰرِهِمۡ مُّقۡتَدُوۡنَ ﴿۲۳﴾ قٰلَ اَوَلَوۡ جِئۡتُكُمۡ بِاَهۡدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمۡ عَلَيۡهِ اٰبَآءَكُمۡ ؕ
قَالُوۡۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ ﴿۲۴﴾ فَانۡتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۲۵﴾ ع

اور وہ کہتے ہیں کہ اگر رحمٰن چاہتا تو، ہم ان کی عبادت نہ کرتے۔ ان کو اس کا کوئی علم نہیں۔ وہ محض بے تحقیق بات کر رہے ہیں۔ کیا ہم نے ان کو اس سے پہلے کوئی کتاب دی ہے تو انھوں نے اس کو مضبوط پکڑ رکھا ہے۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم ان کے پیچھے چل رہے ہیں۔ اور اسی طرح ہم نے تم سے پہلے جس بستی میں بھی کوئی نذیر بھیجا تو اس کے خوش حال لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم ان کے پیچھے چلے جا رہے ہیں۔ نذیر نے کہا، اگرچہ میں اس سے زیادہ صحیح راستہ تمھیں بتاؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم اس کے منکر ہیں جو دے کر تم بھیجے گئے ہو۔ تو ہم نے ان سے انتقام لیا، پس دیکھو کہ کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا۔ ۲۰-۲۵

موجودہ دنیا میں انسان جو بھی کام کرنا چاہتا ہے وہ اس کے مواقع پالیتا ہے۔ اس سے اکثر لوگ اس غلط فہمی میں پڑ جاتے ہیں کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں صحیح کر رہے ہیں۔ اگر وہ غلطی پر ہوتے تو وہ اپنے طریقہ کو چلانے میں کامیاب نہ ہوتے۔ اس قسم کی باتیں اکثر وہ لوگ کرتے ہیں جن کو خوش حال طبقہ کہا جاتا ہے۔

مگر یہ زبردست غلط فہمی ہے۔ موجودہ دنیا میں ہر طریقہ کا چل پڑنا اس لئے ہے کہ یہاں امتحان کی آزادی ہے۔ آخرت کی دنیا میں امتحان کی مدت ختم ہو جائے گی۔ اس لئے وہاں کسی کے لئے یہ موقع بھی باقی نہ رہے گا۔

ہر دور میں پیغمبروں کے دین کا مقابلہ سب سے زیادہ آبائی دین سے پیش آیا ہے۔ "آباء" قوموں کی نظر میں اکابر کا درجہ حاصل کر چکے ہوتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں وقت کا پیغمبر انھیں اصاغر میں سے نظر آتا ہے۔ اس بنا پر ان کے لئے ناممکن ہو جاتا ہے کہ وہ بڑوں کے دین کو چھوڑ کر چھوٹے کے دین کو اختیار کر لیں۔ مگر انھیں "چھوٹوں" کی تکذیب پر ان قوموں پر وہ عذاب آیا جس کے متعلق ان کا گمان تھا کہ وہ صرف "بڑوں" کی تکذیب پر آسکتا ہے۔

وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِيۡمُ لِاَبِيۡهِ وَقَوۡمِهٖۤ اِنَّنِىۡ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۲۶﴾ ۙ اِلَّا الَّذِىۡ فَطَرَنِىۡ

فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿۲۷﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلْ
مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ
الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا کہ میں ان چیزوں سے بری ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ مگر وہ جس نے مجھ کو پیدا کیا، پس بے شک وہ میری رہنمائی کرے گا اور ابراہیم یہی کلمہ اپنے پیچھے اپنی اولاد میں چھوڑ گیا تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ بلکہ میں نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو دنیا کا سامان دیا یہاں تک کہ ان کے پاس حق آیا اور رسول کھول کر سنا دینے والا۔ اور جب ان کے پاس حق آگیا انھوں نے کہا کہ یہ جادو ہے اور ہم اس کے منکر ہیں۔ ۳۰-۲۶

یہاں حضرت ابراہیمؑ کے جس کلمۂ توحید کا ذکر ہے وہ ان کی دعوتی زندگی کے آخری دور میں نکلا تھا۔ یہ کلمہ محض چند الفاظ کا مجموعہ نہ تھا۔ وہ ایک عظیم تاریخ کا خلاصہ تھا۔ حضرت ابراہیم جب سن شعور کو پہنچے تو انھیں یہ دریافت ہوئی کہ انسان کا معبود صرف ایک ہے۔ اس کے سوا تمام معبود باطل اور بے حقیقت ہیں۔ انھوں نے اپنی زندگی کی تعمیر اسی عقیدہ پر کی۔ خاندان اور قوم کے اندر اسی کی تبلیغ کی۔ وہ کسی مصلحت کا لحاظ کئے بغیر لمبی مدت تک اسی پر قائم رہے۔ یہاں تک کہ ان کا موحد ہونا ہی ان کی حیثیتِ عرفی بن گیا۔ اس طرح کی ایک لمبی زندگی گزارنے کے بعد جب وہ مذکورہ کلمہ کہہ کر اپنے وطن سے روانہ ہوئے تو ان کا کلمہ قدرتی طور پر کلمۂ باقیہ بن گیا۔ وہ ایک ایسا واقعہ تھا کہ حضرت ابراہیم کا ذکر آتے ہی وہ لوگوں کو یاد آجاتا تھا۔

حضرت ابراہیم کی اس طاقت ور روایت کو ان کی بعد کی نسل میں نشان راہ کا کام دینا چاہئے تھا۔ مگر دنیا کی دلچسپیوں نے بعد کے لوگوں کو اس سے غافل کر دیا۔ حتی کہ وہ اس معاملہ میں اتنے بے شعور ہو گئے کہ بعد کے زمانہ میں جب خدا کا ایک بندہ انھیں ان کا ماضی کا سبق یاد دلانے کے لئے اٹھا تو انھوں نے اس کا انکار کر دیا۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ
رَحْمَتَ رَبِّكَ ۭ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ

فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۭ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا
يَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ
لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا
يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾ وَزُخْرُفًا ۭ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ
رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۵﴾

اور انھوں نے کہا کہ یہ قرآن دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اتارا گیا۔ کیا یہ لوگ تیرے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں۔ دنیا کی زندگی میں ان کی روزی کو تو ہم نے تقسیم کیا ہے اور ہم نے ایک کو دوسرے پر فوقیت دی ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لیں۔ اور تیرے رب کی رحمت اس سے بہتر ہے جو یہ جمع کر رہے ہیں۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقے کے ہوجائیں گے تو جو لوگ رحمٰن کا انکار کرتے ہیں ان کے لئے ہم ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور زینے بھی جن پر وہ چڑھتے ہیں۔ اور ان کے گھروں کے کواڑ بھی اور تخت بھی جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں۔ اور سونے کے بھی، اور یہ چیزیں تو صرف دنیا کی زندگی کا سامان ہیں اور آخرت تیرے رب کے پاس متقیوں کے لئے ہے۔ ۳۵-۳۱

پیغمبر اسلام جب مکہ میں ظاہر ہوئے تو اس وقت وہ لوگوں کو ایک معمولی انسان نظر آتے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ خدا کو اگر اپنا کوئی نمائندہ ہماری ہدایت کے لئے بھیجنا تھا تو اس نے عرب کی مرکزی بستیوں (مکہ اور طائف) کی کسی عظیم شخصیت کو اس کے لئے کیوں نہیں چنا۔ مگر یہ ان کی نظر کی کوتاہی تھی۔ انسان صرف حال کو دیکھ پاتا ہے جب کہ پیغمبر اسلام کی عظمت کو سمجھنے کے لئے مستقبل کو دیکھنے والی نظر درکار تھی۔ چونکہ لوگوں کو اس قسم کی دوربیں نظر حاصل نہ تھی، وہ پیغمبر اسلام کی عظمت کو سمجھنے میں ناکام رہے۔

پیغمبر اسلام کو کم سمجھنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی زندگی میں مادی چیزوں کی رونق لوگوں کو دکھائی نہ دیتی تھی مگر ان مادی چیزوں کی خدا کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ چیزیں خدا کی نظر میں اتنی غیر اہم ہیں کہ وہ چاہے تو لوگوں کو سونے چاندی کا ڈھیر دے دے۔ مگر خدا نے ایسا اس لئے نہیں کیا کہ لوگ انھیں چیزوں میں اٹک کر رہ جائیں گے۔ وہ اس سے آگے بڑھ کر حقیقت کو نہ پاسکیں گے۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ وَاِنَّهُمْ

لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۝ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ۝ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ۝

اور جو شخص رحمان کی نصیحت سے اعراض کرتا ہے تو ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں، پس وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے اور وہ ان کو راہِ حق سے روکتے رہتے ہیں۔ اور یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو وہ کہے گا کہ کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب کی دوری ہوتی۔ پس کیا ہی برا ساتھی تھا۔ اور جب کہ تم ظلم کر چکے تو آج یہ بات تم کو کچھ بھی فائدہ نہیں دے گی کہ تم عذاب میں ایک دوسرے کے شریک ہو۔ ۳۹-۳۶

نصیحت سے اعراض کرنا یہ ہے کہ آدمی حقیقت کا اعتراف نہ کرے۔ خدائی حقیقت اس کے سامنے ایسے دلائل کے ساتھ آئے جس کا وہ انکار نہ کر سکتا ہو مگر وہ اپنی مصلحتوں کے تحفظ کی خاطر اس کو نظر انداز کر دے۔ ایسا شخص اپنے موقف کو درست ثابت کرنے کے لئے اس کے خلاف جھوٹی باتیں کرتا ہے۔ یہی وہ وقت ہے جب کہ شیطان کو یہ موقع مل جاتا ہے کہ وہ اس کے اوپر مسلط ہو جائے، وہ اس کی عقل کو غلط رخ پر دوڑانے لگے۔ فرضی توجیہات میں مشغول کر کے شیطان اس کو یقین دلاتا رہتا ہے کہ تم حق پر ہو۔ یہ فریب صرف اس وقت ٹوٹتا ہے جبکہ آدمی کی موت آتی ہے اور وہ خدا کے سامنے آخری حساب کے لئے کھڑا کر دیا جاتا ہے۔

دنیا میں آدمی کا حال یہ ہے کہ وہ اس کو اپنا دوست اور ساتھی بنا لیتا ہے جو اس کے جھوٹ کی تائید کرے۔ مگر آخرت میں وہ ایسے تمام ساتھیوں پر لعنت کرے گا۔ وہ چاہے گا کہ وہ اس سے اتنا دور ہو جائیں کہ وہ نہ ان کی شکل دیکھے اور نہ ان کی آواز سنے۔

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۝ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ۝ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ۝ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۝ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ۝ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ

ع ۴ رُسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿٤٥﴾

پس کیا تم بہروں کو سناؤ گے یا تم اندھوں کو راہ دکھاؤ گے اور ان کو جو کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔ پس اگر ہم تم کو اٹھالیں تو ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں۔ یا تم کو دکھادیں گے وہ چیز جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ پس ہم ان پر پوری طرح قادر ہیں۔ پس تم اس کو مضبوطی سے تھامے رہو جو تمہارے اوپر وحی کی گئی ہے۔ بے شک تم ایک سیدھے راستہ پر ہو۔ اور یہ تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے نصیحت ہے۔ اور عنقریب تم سے پوچھ ہوگی۔ اور جن کو ہم نے تم سے پہلے بھیجا ہے ان سے پوچھ لو کہ کیا ہم نے رحمٰن کے سوا دوسرے معبود ٹھہرائے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے۔ ۴۰ - ۴۵

آنکھ والا اپنی آنکھ کو بند کرلے تو اس کو کچھ دکھائی نہیں دے گا۔ کان والا اپنے کان کو بند کرلے تو اس کو کچھ سنائی نہیں دے گا۔ اسی طرح جو شخص اپنی عقل کو استعمال نہ کرے، وہ عقل کو معطل کرکے اپنی خواہش کے رخ پر چلنے لگے تو ایسے شخص کو سمجھانا بجھانا بالکل بے کار ہوتا ہے۔ سمجھنے کا کام عقل کے ذریعہ ہوتا ہے اور اپنی عقل کے اوپر اس نے اپنی خواہشات کا پردہ ڈال رکھا ہے۔ تاہم مدعو کا رویہ خواہ کچھ بھی ہو، داعی کو اپنا دعوتی کام ہر حال میں جاری رکھنا ہے، یہاں تک کہ وہ اتمام حجت کے مرحلے تک پہنچ جائے۔

حق کا داعی اگرچہ ایک انسان ہوتا ہے مگر حق کا معاملہ خدا کا معاملہ ہے۔ آدمی حق کے داعی کا انکار کرکے سمجھتا ہے کہ وہ حق کی زد سے بچ گیا۔ حالانکہ عین اسی وقت وہ خدا کی زد میں آجاتا ہے۔ آدمی اگر اس راز کو جانے تو وہ حق کے داعی کو نظر انداز کرتے ہوئے کانپ اٹھے گا۔ کیونکہ وہ جانے گا کہ حق کے داعی کو نظر انداز کرنا خود حق کو نظر انداز کرنا ہے۔ اور حق کو نظر انداز کرنا خدا کو نظر انداز کرنا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٦﴾
فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ
اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۫ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ
ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿٤٩﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ
يَنْكُثُوْنَ ﴿٥٠﴾

اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے امراء کے پاس بھیجا تو اس نے کہا کہ میں خداوند عالم کا رسول ہوں۔ پس جب وہ ان کے پاس ہماری نشانیوں کے ساتھ آیا تو وہ اس پر ہنسنے لگے۔ اور ہم ان کو جو نشانیاں دکھاتے تھے وہ پہلی سے بڑھ کر ہوتی تھیں۔ اور ہم نے ان کو عذاب میں پکڑا تاکہ وہ رجوع کریں۔ اور انھوں نے کہا کہ اے جادوگر، ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کرو، اس عہد کی بنا پر جو اس نے تم سے کیا ہے، ہم ضرور راہ پر آجائیں گے۔ پھر جب ہم نے وہ عذاب ان سے ہٹا دیا تو انھوں نے اپنا عہد توڑ دیا۔ ۴۶-۵۰

حضرت موسیٰ نے فرعون کے سامنے توحید کی دعوت پیش کی اور عصا اور ید بیضا کا معجزہ دکھایا۔ اس کو دیکھ کر فرعون اور اس کے درباری ہنسنے لگے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے موسیٰ کو ان کی دعوت میں نہیں دیکھا بلکہ ان کی شخصیت میں دیکھا۔ انھیں نظر آیا کہ موسیٰ کی شخصیت بظاہر ان کی اپنی شخصیت سے کم ہے۔ اسی طرح معجزہ کے متعلق انھوں نے خیال کیا کہ یہ محض جادو ہے، اور ایسا جادو ملک کے دوسرے جادوگر بھی دکھا سکتے ہیں۔

حق کی دعوت کے سلسلہ میں ہمیشہ یہی ہوتا ہے۔ لوگ داعی کی شخصیت کو دیکھ کر دعوت کو رد کر دیتے ہیں۔ وہ نشانیوں کو عام واقعات پر قیاس کرکے اسے نظر انداز کر دیتے ہیں۔

فرعون اور اس کے ساتھیوں نے جب حضرت موسیٰ کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بہت سے تنبیہی عذاب بھیجے تاکہ وہ دوبارہ رجوع کریں۔ ان تنبیہی عذابوں کا ذکر سورۂ اعراف (۱۳۳-۱۳۵) میں موجود ہے۔ یہ تمام عذاب حضرت موسیٰ کی دعا پر آئے اور حضرت موسیٰ کی دعا پر ختم ہوئے۔ یہ ایک مزید سبب تھا کہ ان کے اندر رجوع کی کیفیت پیدا ہو۔ مگر وہ رجوع نہ ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ دلیل سے نہ مانیں وہ تنبیہ سے بھی نہیں مانتے، الا یہ کہ آخرت کا نہ لوٹنے والا عذاب انھیں آخری طور پر اپنے گھیرے میں لے لے۔

وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَ هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّ لَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿۵۲﴾ فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿۵۳﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۵﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ ع

اور فرعون نے اپنی قوم کے درمیان پکار کر کہا کہ اے میری قوم کیا مصر کی بادشاہی میری نہیں ہے، اور یہ

نہریں جو میرے نیچے بہہ رہی ہیں۔ کیا تم لوگ دیکھتے نہیں۔ بلکہ میں بہتر ہوں اس شخص سے جو کہ حقیر ہے۔ اور صاف بول نہیں سکتا۔ پھر کیوں نہ اس پر سونے کے کنگن آپڑے یا فرشتے اس کے ساتھ پرا باندھ کر آتے۔ پس اس نے اپنی قوم کو بے عقل کر دیا۔ پھر انھوں نے اس کی بات مان لی۔ یہ نافرمان قسم کے لوگ تھے۔ پھر جب انھوں نے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا۔ اور ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔ پھر ہم نے ان کو ماضی کی داستان بنا دیا اور دوسروں کے لئے ایک نمونۂ عبرت۔ ۵۶ - ۵۱

حق کا انکار کرنے والوں نے ہمیشہ حق کے داعی کی معمولی حیثیت کو دیکھ کر حق کا انکار کیا ہے۔ مصر میں فرعون کی حیثیت یہ تھی کہ وہ ملک کا حکمراں تھا۔ دریائے نیل سے نکلی ہوئی نہریں اس کے حکم سے جاری تھیں۔ عزت کے تمام سروسامان اس کے گرد جمع تھے۔ اس کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ بظاہر ایک معمولی انسان دکھائی دیتے تھے۔ اسی فرق کو پیش کر کے فرعون نے اپنی قوم کو بہکایا۔ حضرت موسیٰ کا انکار کرنے میں قوم اس کے ساتھ ہوگئی۔

بظاہر اسی قسم کے دلائل کی بنیاد پر فرعون کی قوم نے فرعون کا ساتھ دیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کی وجہ قوم کی اپنی کمزوری تھی نہ کہ فرعون کے دلائل کی مضبوطی۔ اس وقت حضرت موسیٰ کا ساتھ دینا اپنی زندگی کے بنے بنائے نقشہ کو توڑنا تھا۔ اور بہت کم آدمی ایسے ہوتے ہیں جو اپنے بنے ہوئے نقشہ کو توڑ کر حق کا ساتھ دینے کی جرأت کریں۔ چنانچہ فرعون پر جب انکار حق کے نتیجہ میں خدا کا عذاب آیا تو اس کی قوم بھی اسی کے ساتھ عذاب الٰہی کی زد میں آگئی۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۝ وَقَالُوا أَآلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ ۝ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ۝ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝

اور جب ابن مریم کی مثال دی گئی تو تمہاری قوم کے لوگ اس پر چلا اٹھے۔ اور انھوں نے کہا کہ ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ۔ یہ مثال وہ تم سے صرف جھگڑنے کے لئے بیان کرتے ہیں۔ بلکہ یہ لوگ جھگڑالو ہیں۔ عیسیٰ

توبس ہمارا ایک بندہ تھا جس پر ہم نے فضل فرمایا اور اس کو بنی اسرائیل کے لئے ایک مثال بنا دیا۔ اور اگر ہم چاہیں تو تمہارے اندر سے فرشتے بنا دیں، جو زمین میں تمہارے جانشین ہوں۔ اور بے شک عیسیٰ قیامت کا ایک نشان ہیں، تو تم اس میں شک نہ کرو اور میری پیروی کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ اور شیطان تم کو اس سے روکنے نہ پائے۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ ۶۲ - ۵۷

موجودہ دنیا میں یہ ممکن ہے کہ آدمی ہر بات کا الٹا مفہوم نکال سکے۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فرمایا: لیس احد یعبد من دون اللہ فیہ خیر (اللہ کے سوا جس کی پرستش کی جائے اس میں کوئی خیر نہیں) اس کو سن کر مخالفین نے کہا کہ عیسائی لوگ مسیح کو پوجتے ہیں پھر کیا مسیح میں بھی کوئی خیر نہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ محض ایک شوشہ تھا۔ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات فرمائی تھی وہ عابد کی نسبت سے تھی نہ کہ معبود کی نسبت سے۔ اور اگر اس کو معبود کی نسبت سے مانا جائے تب بھی واضح طور پر اس سے مراد وہ غیر معبود تھے جو اپنے معبود بنائے جانے پر راضی ہوں۔ آدمی اگر بات کو اس کے صحیح رخ سے نہ لے تو ہر بات کو وہ الٹے معنی پہنا سکتا ہے، خواہ وہ کتنی ہی درست بات کیوں نہ ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت ایک اعتبار سے فرشتوں کے مشابہ تھی۔ اس پر آنجناب کو بہت سے لوگوں نے معبود بنا لیا۔ مگر حضرت مسیح کی ملکوتی تخلیق خدا کی قدرت کی مثال تھی نہ کہ خود حضرت مسیح کی ذاتی قدرت کی مثال۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے لئے اس قسم کی تخلیق کچھ بھی مشکل نہیں۔ وہ چاہے تو زمین کی تمام آبادی کو فرشتوں کی آبادی بنا دے۔ پھر بھی یہ فرشتے فرشتے ہی رہیں گے، وہ معبود نہیں ہو جائیں گے۔

حضرت مسیح کو یہ معجزہ دیا گیا کہ وہ مُردہ کو زندہ کر دیتے تھے۔ مٹی کے پتلے میں پھونک مار کر اسے جاندار بنا دیتے تھے۔ یہ دراصل ایک خدائی نشانی تھی جو زندگی بعد موت کے امکان کو بتانے کے لئے ظاہر کی گئی تھی۔ مگر لوگوں نے اس سے اصل سبق تو نہیں لیا۔ البتہ حضرت مسیح کو فوق البشر سمجھ کر انھیں پوجنے لگے۔

اسی طرح خدائی نشانیاں ہمیشہ مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی ہیں۔ ان کو اگر نشانی سمجھا جائے تو ان سے زبردست نصیحت ملتی ہے۔ اور اگر انھیں نشانی کے بجائے کچھ اور سمجھ لیا جائے تو وہ آدمی کو صرف گمراہی میں ڈالنے کا سبب بن جائیں گی۔

شیطان کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ وہ خدائی نشانیوں سے آدمی کو سبق نہ لینے دے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں یہ فیصلہ ہونے والا ہے کہ شیطان کو آدمی کے اوپر کامیابی حاصل ہوئی یا آدمی کو شیطان کے اوپر۔

وَلَمَّا جَآءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُم بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُم بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿٦٣﴾ إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦٤﴾ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِن بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿٦٥﴾

اور جب عیسیٰ کھلی نشانیوں کے ساتھ آیا، اس نے کہا کہ میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور تاکہ میں تم پر واضح کردوں بعض باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ بے شک اللہ ہی میرا رب ہے اور تمہارا رب بھی۔ تو تم اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ پھر گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا۔ پس تباہی ہے ان لوگوں کے لئے جنھوں نے ظلم کیا، ایک دردناک دن کے عذاب سے۔ ۶۳-۶۵

یہاں حکمت سے مراد دین کی روح ہے اور صراط مستقیم سے مراد وہی چیز ہے جس کو آیت میں خدا کا خوف، اس کی عبادت اور رسول کی اطاعت کہا گیا ہے۔ یہی اصل دین ہے۔ یہود نے بعد کو یہ کیا کہ انھوں نے روح دین کھودی اور دین کے بنیادی احکام میں موشگافیوں کے ذریعہ بے شمار نئے نئے مسائل پیدا کئے۔ یہ مسائل آج بھی یہود کی کتابوں میں موجود ہیں۔

انھیں خود ساختہ اضافوں کی وجہ سے ان کے اندر اختلافی فرقے بنے۔ کسی نے ایک اختلافی مسئلہ پر زور دیا، کسی نے دوسرے اختلافی مسئلہ پر۔ اس طرح ان کے یہاں ایک دین کئی دین بن گیا۔ حضرت مسیح اس لئے آئے کہ وہ یہود کو بتائیں کہ دین میں اصل اہمیت روح کی ہے نہ کہ ظواہر کی۔ اور یہ کہ آدمی کو نجات جس چیز پر ملے گی وہ اس دین کی پیروی پر ملے گی جو خدا نے بھیجا ہے نہ کہ اس دین پر جو تم لوگوں نے بطور خود وضع کر رکھا ہے۔

حضرت مسیح نے بتایا کہ اصل دین یہ ہے کہ تم اللہ سے ڈرو۔ صرف ایک اللہ کے عبادت گزار بنو۔ زندگی کے معاملات میں رسول کے نمونہ کی پیروی کرو۔ اس کے سوا تم نے اپنی بحثوں اور موشگافیوں سے جو بے شمار مسائل بنا رکھے ہیں وہ تمہارے اپنے اضافے ہیں۔ ان اضافوں کو چھوڑ کر اصل دین پر قائم ہو جاؤ — حضرت مسیح کی یہ باتیں آج بھی انجیلوں میں موجود ہیں۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٦٦﴾ اَلْاَخِلَّاۗءُ
يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٧﴾ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ع ۶ ۱۲
وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿٦٨﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَ
اَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿٧٠﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا
تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٧١﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ
اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٧٢﴾ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٧٣﴾

یہ لوگ بس قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اچانک آپڑے اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔ تمام دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے، بجز ڈرنے والوں کے۔ اے میرے بندو آج تم پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہوگے۔ جو لوگ ایمان لائے اور فرماں بردار رہے۔ جنت میں داخل ہو جاؤ تم اور تمہاری بیویاں، تم شاد کئے جاؤ گے۔ ان کے سامنے سونے کی رکابیاں اور پیالے پیش کئے جائیں گے۔ اور وہاں وہ چیزیں ہوں گی جن کو جی چاہے گا اور جن سے آنکھوں کو لذت ہوگی۔ اور تم یہاں ہمیشہ رہو گے۔ اور یہ وہ جنت ہے جس کے تم مالک بنا دئے گئے اس کی وجہ سے جو تم کرتے تھے۔ تمہارے لئے اس میں بہت سے میوے ہیں جن میں سے تم کھاؤ گے۔ ۶۶ - ۷۳

انسان آزاد نہیں ہے۔ اس کو بہر حال حقیقت کے آگے جھکنا ہے۔ اگر وہ داعی کی دلیل کے آگے نہیں جھکتا تو اس کو خدائی طاقت کے آگے جھکنا پڑے گا۔ مگر خدائی طاقت فیصلہ کے لئے ظاہر ہوتی ہے۔ اس لئے اس وقت کا جھکنا کسی کے کچھ کام آنے والا نہیں۔

دنیا میں آدمی جب حق کے خلاف رویہ اختیار کرتا ہے تو اس کو بہت سے دوست مل جاتے ہیں جو اس کا ساتھ دیتے ہیں۔ آدمی ان دوستوں کے بل پر ڈھیٹ بنتا چلا جاتا ہے۔ مگر یہ سارے دوست قیامت میں اس کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ قیامت میں صرف وہ دوستی باقی رہے گی جو اللہ کے خوف کی بنیاد پر قائم ہوئی ہو۔

دنیا میں حق پرستی کی زندگی خطرات میں گھری ہوئی ہوتی ہے۔ مگر آخرت میں اس کا بدلہ اس شاندار صورت میں ملے گا کہ آدمی وہاں ہر قسم کے اندیشے اور تکلیف سے ہمیشہ کے لئے نجات حاصل کر لے گا۔ اس خدائی وعدہ پر جو لوگ یقین کریں وہی موجودہ دنیا میں حق پر قائم رہ سکیں گے۔ خدا آخرت میں انھیں وہ

سب کچھ مزید اضافہ کے ساتھ دے دے گا جو انھوں نے دنیا میں خدا کی خاطر کھویا تھا۔

إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿٧٤﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ﴿٧٥﴾ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِنْ كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ ﴿٧٦﴾ وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ قَالَ إِنَّكُمْ مَاكِثُونَ ﴿٧٧﴾ لَقَدْ جِئْنَاكُمْ بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ ﴿٧٨﴾ أَمْ أَبْرَمُوا أَمْرًا فَإِنَّا مُبْرِمُونَ ﴿٧٩﴾ أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ ۚ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ﴿٨٠﴾

بے شک مجرم لوگ ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں رہیں گے۔ وہ ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ اس میں مایوس پڑے رہیں گے۔ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی ظالم تھے۔ اور وہ پکاریں گے کہ اے مالک، تمہارا رب ہمارا خاتمہ ہی کردے۔ فرشتہ کہے گا تم کو اسی طرح پڑے رہنا ہے۔ ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے مگر تم میں سے اکثر حق سے بیزار رہے۔ کیا انھوں نے کوئی بات ٹھہرالی ہے تو ہم بھی ایک بات ٹھہرالیں گے۔ کیا ان کا گمان ہے کہ ہم ان کے رازوں کو اور ان کے مشوروں کو نہیں سن رہے ہیں۔ ہاں، اور ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس لکھتے رہتے ہیں۔ ۷۴-۸۰

امید ہمیشہ تکلیف کے احساس کو کم کردیتی ہے۔ آدمی کسی تکلیف میں مبتلا ہو اور اسی کے ساتھ اس کو یہ امید ہو کہ یہ تکلیف ایک روز ختم ہو جائے گی تو آدمی کے اندر اس کو سہنے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر جہنم کی تکلیف وہ تکلیف ہے جس سے نکلنے کی کوئی امید انسان کے لئے نہ ہوگی۔ جہنم میں فرشتوں کو مدد کے لئے پکارنا جہنم والوں کی بے بسی کا بے تابانہ اظہار ہوگا۔ ورنہ پکارنے والا خود جانتا ہوگا کہ خدا کا فیصلہ آخری طور پر ہوچکا ہے۔ اب وہ کسی طرح ٹلنے والا نہیں۔

جہنم میں کسی کا داخل ہونا سراسر اپنی کوتاہی کا نتیجہ ہوگا۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ درجہ کی سمجھ دی۔ اس کے سامنے حق کی راہیں کھولیں۔ مگر انسان نے جانتے بوجھتے حق کو نظرانداز کیا۔ اس کی سرکشی یہاں تک پہونچی کہ وہ حق کے داعی کو مٹانے اور برباد کرنے کے درپے ہوگیا۔ ایسی حالت میں اس کا انجام اس کے سوا اور کیا ہوسکتا تھا کہ اس کو دائمی طور پر عذاب میں ڈال دیا جائے۔

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿٨١﴾ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿٨٣﴾

کہو کہ اگر رحمٰن کے کوئی اولاد ہو تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوں۔ آسمانوں اور زمین کا خداوند، عرش کا مالک۔ وہ ان باتوں سے پاک ہے جس کو لوگ بیان کرتے ہیں۔ پس ان کو چھوڑ دو کہ وہ بحث کریں اور کھیلیں یہاں تک کہ وہ اس دن سے دوچار ہوں جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ ۸۳-۸۱

"اگر خدا کی اولاد ہو تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کروں" یہ جملہ بتاتا ہے کہ پیغمبر جس عقیدہ کا اعلان کر رہا ہے وہ اسی کو عین حقیقت سمجھتا ہے۔ وہ قومی تقلید اور گروہی تعصب کی زمین پر نہیں کھڑا ہوا ہے بلکہ دلیل کی زمین پر کھڑا ہوا ہے۔ وہ اس عقیدہ کا داعی اس لئے ہے کہ تمام حقائق اس کی صداقت کی تائید کرتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ داعی کا معاملہ شعور حقیقت کا معاملہ ہوتا ہے نہ کہ قومی تقلید کا معاملہ۔

خدا کا تخلیقی کارخانہ جو زمین و آسمان کی صورت میں پھیلا ہوا ہے وہ بتاتا ہے کہ اس کا خدا صرف ایک خدا ہے۔ کائنات اپنے وسیع نظام کے ساتھ اس سے انکار کرتی ہے کہ اس کا خدا ایک سے زیادہ ہو سکتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿٨٤﴾ وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٥﴾

اور وہی ہے جو آسمان میں خداوند ہے اور وہی زمین میں خداوند ہے اور وہ حکمت والا، علم والا ہے اور بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس کی بادشاہی آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ اور اسی کے پاس قیامت کی خبر ہے۔ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ ۸۵-۸۴

زمین و آسمان نہایت ہم آہنگی کے ساتھ مسلسل عمل کر رہے ہیں۔ ان کے اندر کامل طور پر واحد حکمت اور واحد علم پایا جاتا ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہاں ایک ہی خدا ہے جو زمین و آسمان

دونوں کا نظام تنہا چلا رہا ہے۔

کائنات بیک وقت خدا کی بے پناہ قدرت کا بھی تعارف کراتی ہے اور اسی کے ساتھ خدا کی بے پناہ رحمت کا بھی۔ اس کا تقاضا ہے کہ آدمی سب سے زیادہ خدا سے ڈرے، وہ سب سے زیادہ اسی سے امید رکھے۔ جو لوگ دنیا میں اس شعور اور اس کردار کا ثبوت دیں وہی وہ لوگ ہیں کہ جب وہ خدا کے یہاں پہنچیں گے تو خدا ان کو اپنی بے پایاں رحمتوں سے نوازے گا۔

وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ
يَعْلَمُونَ ﴿۸۶﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ ﴿۸۷﴾ وَقِيلِهِ يَا رَبِّ
إِنَّ هَٰؤُلَاءِ قَوْمٌ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۸۸﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۸۹﴾

ع ۷ / ۱۲ وقف لازم

اور اللہ کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ سفارش کا اختیار نہیں رکھتے، مگر وہ جو حق کی گواہی دیں گے اور وہ جانتے ہوں گے۔ اور اگر تم ان سے پوچھو کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ یہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ پھر وہ کہاں بھٹک جاتے ہیں۔ اور اس کو رسول کے اس کہنے کی خبر ہے کہ اے میرے رب، یہ ایسے لوگ ہیں کہ ایمان نہیں لاتے۔ پس ان سے درگزر کرو اور کہو کہ سلام ہے تم کو، عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا۔ ۸۹-۸۶

قیامت میں پیغمبر اور داعیان حق جو شفاعت کریں گے وہ حقیقۃً شفاعت نہیں ہے بلکہ شہادت ہے۔ یعنی ایسی بات کی گواہی دینا جس کو آدمی ذاتی طور پر جانتا ہو۔ آخرت میں جب لوگوں کا مقدمہ پیش ہوگا تو سارے علم کے باوجود اللہ مزید تائید کے طور پر ان لوگوں کو کھڑا کرے گا جو قوموں کے ہم عصر تھے۔ انھوں نے ان کے سامنے حق کا پیغام پیش کیا۔ پھر کسی نے مانا اور کسی نے نہیں مانا۔ کسی نے حق کا ساتھ دیا اور کوئی حق کا مخالف بن کر کھڑا ہو گیا۔ یہی تجربہ جو ان صالحین پر براہ راست گزرا اس کو وہ خدا کے سامنے پیش کریں گے۔ یہ ایسا ہی ہوگا جیسے کہ کوئی گواہ عدالت میں اپنے مشاہدے کی بنیاد پر ایک سچا بیان دے۔ اس کے سوا کسی کو قیامت میں یہ اختیار حاصل نہ ہوگا کہ وہ کسی مجرم کا شافع بن کر کھڑا ہو اور اس کے بارے میں اس خدائی فیصلہ کو بدل دے جو ازروئے واقعہ اس کے بارے میں ہونے والا تھا۔ خدا اس سے بہت بلند ہے کہ اس کے حضور کوئی شخص ایسا کرنے کی کوشش کرے۔

دعوت حق کا کام سراسر نصیحت کا کام ہے۔ آخری مرحلہ میں جب کہ داعی پر یہ واضح ہو جائے کہ لوگ کسی طرح ماننے والے نہیں ہیں اس وقت بھی داعی لوگوں کے لئے خدا سے دعا کرتا ہے۔ لوگوں کی ایذارسانی پر صبر کرتے ہوئے وہ لوگوں کا خیرخواہ بنا رہتا ہے۔

سُوْرَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۝١ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝٢ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝٣ فِيْهَا
يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝٤ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝٥ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ
هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝٦ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۝٧ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝٨

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰم۔ قسم ہے اس واضح کتاب کی۔ ہم نے اس کو ایک برکت والی رات میں اتارا ہے، بے شک ہم آگاہ کرنے والے تھے۔ اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ طے کیا جاتا ہے، ہمارے حکم سے۔ بے شک ہم تھے بھیجنے والے۔ تیرے رب کی رحمت سے، وہی سننے والا ہے، جاننے والا ہے۔ آسمانوں اور زمین کا رب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، تمہارا بھی رب اور تمہارے اگلے باپ دادا کا بھی رب۔ ۸-۱

قرآن کا کتاب مبین ہونا خود اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خدا کی کتاب ہے۔ اور جب وہ خدا کی کتاب ہے تو اس کی خبریں اور پیشین گوئیاں بھی قطعی ہیں، ان کے بارہ میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔

قرآن کے نزول کا آغاز ایک خاص رات کو ہوا۔ یہ رات اہم خدائی فیصلوں کے لئے مقرر ہے۔ قرآن کا نزول کوئی سادہ واقعہ نہ تھا۔ یہ ایک نئی تاریخ کے ظہور کا فیصلہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو فیصلہ کی رات میں نازل کیا گیا۔ قرآن اولاً حق کا اعلان تھا۔ وہ شرک کو باطل اور توحید کو برحق بتانے کے لئے آیا۔ پھر وہ اسی بنیاد پر قوموں کے درمیان فرق کرنے والا تھا۔ چنانچہ یہ فرق عملاً کیا گیا۔ یہاں تک کہ تاریخ میں پہلی بار شرک کا دور ختم ہو کر توحید کا دور شروع ہو گیا۔

بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ۝٩ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝١٠ يَّغْشَى
النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝١١ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ۝١٢ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى

وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٣﴾ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴿١٤﴾ اِنَّا كَاشِفُوا
الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ﴿١٥﴾ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ﴿١٦﴾

بلکہ وہ شک میں پڑے ہوئے کھیل رہے ہیں۔ پس انتظار کرو اس دن کا جب آسمان ایک کھلے ہوئے دھوئیں کے ساتھ ظاہر ہوگا۔ وہ لوگوں کو گھیر لے گا۔ یہ ایک دردناک عذاب ہے۔ اے ہمارے رب، ہم پر سے عذاب ٹال دے، ہم ایمان لاتے ہیں۔ ان کے لئے نصیحت کہاں، اور ان کے پاس رسول آچکا تھا کھول کر سنانے والا۔ پھر انھوں نے اس سے پیٹھ پھیری اور کہا کہ یہ تو ایک سکھایا ہوا دیوانہ ہے۔ ہم کچھ وقت کے لئے عذاب کو ہٹا دیں، تم پھر اپنی اسی حالت پر آجاؤ گے۔ جس دن ہم پکڑیں گے بڑی پکڑ اس دن ہم پورا بدلہ لیں گے۔ ۹-۱۶

قرآن کے یہ مخاطبین جس معاملہ میں شک میں پڑے ہوئے تھے وہ خدا کے وجود کا معاملہ نہ تھا۔ بلکہ خدا کی توحید کا معاملہ تھا۔ وہ روایتی طور پر خدا کو مانتے ہوئے عملاً اپنے اکابر کے دین پر قائم تھے۔

قرآن نے ان اکابر کو بے بنیاد ثابت کیا۔ مگر وہ اس کو ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ ایک طرف وہ اپنے آپ کو بے دلیل پا رہے تھے۔ دوسری طرف اپنے اکابر کی عظمت کو اپنے ذہن سے نکالنا بھی انھیں ناممکن نظر آتا تھا۔ اس دوطرفہ تقاضوں نے انھیں شک میں مبتلا کر دیا۔ خدا کا داعی انھیں اس سے کم نظر آیا کہ اس کے کہنے سے وہ اپنے مفروضہ اکابر کو چھوڑ دیں۔

جو لوگ نصیحت کے ذریعہ حق کو نہ مانیں وہ اپنے آپ کو اس خطرے میں ڈال رہے ہیں کہ ان کو عذاب کے ذریعہ اسے ماننا پڑے۔ اس وقت وہ اعتراف کریں گے۔ مگر اس وقت کا اعتراف کرنا ان کے کچھ کام نہ آئے گا۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿١٧﴾ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ اِنِّيْ
لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٨﴾ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٩﴾ وَاِنِّيْ
عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿٢٠﴾ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿٢١﴾

اور ان سے پہلے ہم نے فرعون کی قوم کو آزمایا۔ اور ان کے پاس ایک معزز رسول آیا کہ اللہ کے بندوں کو

میرے حوالے کرو۔ میں تمہارے لئے ایک معتبر رسول ہوں۔ اور یہ کہ اللہ کے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو۔ میں تمہارے سامنے ایک واضح دلیل پیش کرتا ہوں۔ اور میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لے چکا ہوں اس بات سے کہ تم مجھے سنگسار کرو۔ اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو تم مجھ سے الگ رہو۔ ۲۱ - ۱۸

حق کی دعوت کا اٹھنا گویا خدا کی طاقت کا دلیل کے روپ میں ظاہر ہونا ہے۔ اس طرح خدا غیب میں رہ کر انسان کی سطح پر اپنا اعلان کراتا ہے۔ اس بنا پر حق کی دعوت اس کے مخاطبین کے لئے آزمائش بن جاتی ہے۔ حقیقت شناس لوگ اس کو پہچان کر اس کے آگے جھک جاتے ہیں۔ اور جو ظاہر بین ہیں وہ اس کو غیر اہم سمجھ کر اسے نظر انداز کر دیتے ہیں۔

مگر حق کی دعوت کو ٹھکرانے کے بعد آدمی اس کے انجام سے بچ نہیں سکتا۔ پیغمبر کے زمانہ میں اس انجام بد کا آغاز موجودہ زندگی ہی میں ہو جاتا ہے، جیسا کہ فرعون مصر کا ہوا۔ اور پیغمبر کے بعد ایسے لوگوں کا انجام موت کے بعد سامنے آئے گا۔ مزید یہ کہ پیغمبر کو خدا کی خصوصی نصرت حاصل ہوتی ہے۔ کسی کے لئے ممکن نہیں ہوتا کہ وہ اس کو ہلاک کر سکے۔

فَدَعَا رَبَّهُ أَنَّ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ مُجْرِمُونَ ﴿٢٢﴾ فَأَسْرِ بِعِبَادِي لَيْلًا إِنَّكُمْ مُتَّبَعُونَ ﴿٢٣﴾
وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا إِنَّهُمْ جُنْدٌ مُغْرَقُونَ ﴿٢٤﴾ كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٢٥﴾ وَ
زُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ﴿٢٦﴾ وَنَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَاكِهِينَ ﴿٢٧﴾ كَذَلِكَ وَأَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا آخَرِينَ ﴿٢٨﴾
فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنْظَرِينَ ﴿٢٩﴾

پس موسیٰ نے اپنے رب کو پکارا کہ یہ لوگ مجرم ہیں۔ تو اب تم میرے بندوں کو رات ہی رات میں لے کر چلے جاؤ، تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔ اور تم دریا کو تھما ہوا چھوڑ دو، ان کا لشکر ڈوبنے والا ہے۔ انھوں نے کتنے ہی باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور عمدہ مکانات اور آرام کے سامان جن میں وہ خوش رہتے تھے سب چھوڑ دئے اسی طرح ہوا اور ہم نے دوسری قوم کو ان کا مالک بنا دیا۔ پس نہ ان پر آسمان رویا اور نہ زمین، اور نہ ان کو مہلت دی گئی۔ ۲۹ - ۲۲

لمبی مدت تک حضرت موسیٰ کی تبلیغی کوششوں کے بعد قوم فرعون پر اتمام حجت ہو گیا۔ اب یہ ثابت

ہوگیا کہ وہ مجرم ہیں۔ اس وقت حضرت موسیٰ کو حکم ہوا کہ وہ اپنی قوم (بنی اسرائیل) کے ساتھ مصر سے نکل کر باہر چلے جائیں۔ حضرت موسیٰ روانہ ہوئے یہاں تک وہ دریا کے کنارے پہنچ گئے۔ اس وقت دریا کا پانی ہٹ گیا اور آپ کے لئے پار ہونے کا راستہ نکل آیا۔

فرعون اپنے لشکر کے ساتھ حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کا پیچھا کرتا ہوا آرہا تھا۔ اس نے جب دریا میں راستہ بنتے ہوئے دیکھا تو اس نے سمجھا کہ جس طرح موسیٰ پار ہوگئے ہیں وہ بھی اسی طرح پار ہوسکتا ہے۔ مگر دریا کا راستہ سادہ معنوں میں صرف راستہ نہ تھا بلکہ وہ خدا کا حکم تھا اور خدا کا حکم اس وقت موسیٰ کے لئے نجات کا تھا اور فرعون کے لئے ہلاکت کا۔ چنانچہ جب فرعون اور اس کا لشکر دریا میں داخل ہوئے تو دونوں طرف کا پانی برابر ہوگیا۔ فرعون مع اپنے لشکر کے اس میں غرق ہوگیا۔

دنیا کی نعمتیں جس کو ملتی ہیں اکثر وہ ان کو اپنی ذاتی چیز سمجھ لیتا ہے حالانکہ کسی کے لئے بھی وہ ذاتی نہیں ہیں۔ خدا جب چاہے کسی کو دے اور جب چاہے اس سے چھین کر اسے دوسروں کے حوالے کردے۔

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿۳۰﴾ مِن فِرْعَوْنَ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِينَ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنَٰهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَى الْعَٰلَمِينَ ﴿۳۲﴾ وَءَاتَيْنَٰهُم مِّنَ الْءَايَٰتِ مَا فِيهِ بَلَٰٓؤٌا مُّبِينٌ ﴿۳۳﴾

اور ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت والے عذاب سے نجات دی۔ یعنی فرعون سے، بے شک وہ سرکش اور حد سے نکل جانے والوں میں سے تھا۔ اور ہم نے ان کو اپنے علم کی رو سے دنیا والوں پر ترجیح دی۔ اور ہم نے ان کو ایسی نشانیاں دیں جن میں کھلا ہوا انعام تھا۔ ۳۳ ۔ ۳۰

دنیا میں ایک قوم کا گرنا اور دوسری قوم کا ابھرنا اتفاقی طور پر نہیں ہوتا۔ اور نہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ظالم قوم اپنی ظالمانہ کارروائیوں سے دوسری قوم پر غالب آگئی۔ یہ تمام تر خدا کے فیصلہ کے مطابق ہوتا ہے۔ یہ خدا ہے جو اپنے فیصلہ کے تحت ایک کے لئے مغلوبیت کا اور دوسرے لئے غلبہ کا فیصلہ کرتا ہے۔ اور وہ جو کچھ فیصلہ کرتا ہے اپنے علم کی بنا پر کرتا ہے نہ کہ الل ٹپ طور پر۔

علم الٰہی کے مطابق فیصلہ ہونے کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے بربنائے استحقاق ہوتا ہے۔ خدا اپنے کلی علم کے تحت قوموں کو دیکھتا ہے۔ پھر وہ جس کو با استحقاق پاتا ہے اس کے حق میں غلبہ کا فیصلہ کرتا ہے اور جس کو بے استحقاق دیکھتا ہے اس کو مغلوب و معزول کر دیتا ہے۔

اقوام کی زندگی میں ایسی نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں جو یہ بتاتی ہیں کہ ان کے ساتھ جو فیصلہ ہوا ہے وہ خدا کی طرف سے ہوا ہے۔ اگر آدمی کی بصیرت زندہ ہو تو وہ ان نشانیوں میں ان اسباب کی جھلک پالے گا جس کے تحت خدا نے قوموں کے حق میں اپنا فیصلہ صادر فرمایا ہے۔

إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَيَقُولُونَ ﴿٣٤﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِينَ ﴿٣٥﴾ فَأْتُوا بِآبَائِنَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣٦﴾ أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ أَهْلَكْنَاهُمْ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٣٧﴾

یہ لوگ کہتے ہیں، بس یہی ہمارا پہلا مرنا ہے اور ہم پھر اٹھائے نہیں جائیں گے۔ اگر تم سچے ہو تو لے آؤ ہمارے باپ دادا کو۔ کیا یہ بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور جو ان سے پہلے تھے۔ ہم نے ان کو ہلاک کردیا، بے شک وہ نافرمان تھے۔ ۳۴-۳۷

ہر دور میں انسان کی گمراہی کی جڑ یہ رہی ہے کہ اس نے موت کے بعد زندگی میں اپنا یقین کھو دیا۔ کچھ لوگوں کی بے یقینی کا اظہار ان کی زبان سے بھی ہو جاتا ہے، اور کچھ لوگ زبان سے نہیں کہتے۔ مگر ان کا دل اس یقین سے خالی ہوتا ہے کہ انھیں مر کر دوبارہ اٹھنا ہے اور اللہ کے سامنے اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔

اس غلط فہمی کا نفسیاتی سبب اکثر یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں اپنی مضبوط حیثیت کو دیکھ کر آدمی گمان کر لیتا ہے کہ وہ کبھی بے حیثیت ہونے والا نہیں۔ حالانکہ پچھلی قوموں کے واقعات اس فریب کی تردید کرنے کے لئے کافی ہیں۔

تُبّع قدیم یمن کے حمیر قبیلہ کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ ۱۱۵ قبل مسیح سے ۳۰۰ قبل مسیح تک ان کو عروج حاصل رہا۔ قدیم عرب میں ان کی عظمت کا بڑا چرچا تھا۔ قرآن کے ابتدائی مخاطبین (قریش) کے لئے قوم تبع کا ابھرنا اور گرنا ایک معلوم اور مشہور بات تھی۔ یہ ان کے لئے اس بات کا ثبوت تھا کہ اس دنیا میں مجازات کا قانون جاری ہے۔ اسی طرح تمام لوگوں کے لئے کوئی نہ کوئی "قوم تبع" ہے جو اپنے انجام سے ان کو سبق دے رہی ہے۔ مگر انسان ہمیشہ یہ کرتا ہے کہ اس طرح کے واقعات کو عادت کے مطابق ہونے والا واقعہ سمجھ لیتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ان سے وہ سبق نہیں لے پاتا جو ان کے اندر خدا نے چھپا رکھا تھا۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ
اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ
مَّوْلًى شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾ ع ۲ ۱۵

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر نہیں بنایا۔ ان کو ہم نے حق کے ساتھ بنایا ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔ بے شک فیصلہ کا دن ان سب کا طے شدہ وقت ہے۔ جس دن کوئی رشتہ دار کسی رشتہ دار کے کام نہیں آئے گا اور نہ ان کی کچھ حمایت کی جائے گی۔ ہاں مگر وہ جس پر اللہ رحم فرمائے بے شک وہ زبردست ہے، رحمت والا ہے۔ ۳۸ - ۴۲

زمین وآسمان کے نظام پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تخلیق نہایت بامعنی انداز میں ہوئی ہے۔ پوری کائنات ایک مقصد کے تحت عمل کرتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو اس دنیا میں انسان کے لئے شاندار تمدن کی تعمیر ناممکن ہو جائے۔

آخرت کا عقیدہ اسی کائناتی معنویت کی توسیع ہے۔ جو کائنات اتنے بامعنی انداز میں بنائی گئی ہو۔ ناممکن ہے کہ وہ سراسر بے معنی طور پر ختم ہو جائے۔ کائنات کی موجودہ معنویت اس بات کا قرینہ ہے کہ وہ ایک بامعنی اور بامقصد انجام پر ختم ہونے والی ہے۔ آخرت اسی بامعنی اور بامقصد انجام کا دوسرا نام ہے۔

دنیا کا موجودہ مرحلہ آزمائش کا مرحلہ ہے، اس لئے آج دنیا کی معنویت میں ہر آدمی اپنا حصہ پا رہا ہے۔ مگر جب آخرت آئے گی تو اس وقت دنیا کی معنویت میں صرف ان لوگوں کو حصہ ملے گا جو خدا کے نزدیک فی الواقع اس کے مستحق قرار پائیں۔

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْيِ مع
الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عند المتاخرين ۱۲
عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۸﴾ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿۴۹﴾ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾

زقوم کا درخت گنہگار کا کھانا ہوگا، تیل کی تلچھٹ جیسا، وہ پیٹ میں کھولے گا جس طرح گرم پانی کھولتا ہے۔ اس کو پکڑو اور اس کو گھسیٹتے ہوئے جہنم کے بیچ تک لے جاؤ۔ پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب انڈیل دو۔ چکھ اس کو، تو بڑا معزز، مکرم ہے۔ یہ وہی چیز ہے جس میں تم شک کرتے تھے۔ ۴۳ - ۵۰

یہاں اور دوسرے مقامات پر جہنم کی جو تصویر قرآن میں پیش کی گئی ہے وہ ہر زندہ شخص کو تڑپا دینے کے لئے کافی ہے۔ جو شخص بھی اپنے مستقبل کے بارے میں سنجیدہ ہو اس کو یہ الفاظ ہلا کر رکھ دیں گے۔ وہ جہنمی راستے کو چھوڑ کر جنتی راستے کی طرف دوڑ پڑے گا۔

مگر جو لوگ حقیقتوں کے بارہ میں سنجیدہ نہ ہوں، جو صرف اپنی خواہشات کو جانتے ہوں اور ان کی اپنی خواہشات کے باہر حقائق کی جو دنیا ہے اس کے بارے میں وہ غور کرنے کی ضرورت محسوس نہ کرتے ہوں، وہ اس خبر کو سنیں گے اور اس کو نظر انداز کر دیں گے۔ ایسے لوگوں کے لئے یہ الفاظ ایسے ہی ہیں جیسے پتھر پر پانی ڈالا جائے اور وہ اس کے اندرون کو تر کئے بغیر بہہ جائے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ﴿٥١﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٥٢﴾ يَلْبَسُونَ مِنْ سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿٥٣﴾ كَذَٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ ﴿٥٤﴾ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ ﴿٥٥﴾ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۖ وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿٥٦﴾ فَضْلًا مِّن رَّبِّكَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٥٧﴾

بے شک خدا سے ڈرنے والے امن کی جگہ میں ہوں گے، باغوں اور چشموں میں۔ باریک ریشم اور دبیز ریشم کے لباس پہنے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ یہ بات اسی طرح ہے، اور ہم ان سے بیاہ دیں گے حوریں بڑی بڑی آنکھ والی۔ وہ اس میں طلب کریں گے ہر قسم کے میوے نہایت اطمینان سے۔ وہ وہاں موت کو نہ چکھیں گے مگر وہ موت جو پہلے آچکی ہے اور اللہ نے ان کو جہنم کے عذاب سے بچا لیا۔ یہ تیرے رب کے فضل سے ہوگا، یہی ہے بڑی کامیابی۔ ۵۷ - ۵۱

ان الفاظ میں انسان کی پسند کی اس دنیا کی تصویر ہے جو اس کے خوابوں میں بسی ہوئی ہے۔ ہر آدمی اپنی پسند کی اس دنیا کو پانا چاہتا ہے۔ مگر موجودہ دنیا میں وہ اس کو حاصل نہیں کر پاتا۔ یہ خوابوں کی دنیا مزید اضافہ کے ساتھ اس کو جنت میں حاصل ہو جائے گی۔

ہر قسم کے ڈر سے خالی یہ دنیا ان لوگوں کو ملے گی جو دنیا میں اللہ سے ڈرے تھے۔ ابدی نعمتوں سے بھری ہوئی یہ زندگی ان کا حصہ ہوگی جنھوں نے اس کی خاطر دنیا کی وقتی نعمتوں کو قربان کیا تھا۔ آخرت کی اس عظیم کامیابی میں وہ لوگ داخل ہوں گے جنھوں نے اس کو پانے کے لئے اپنی دنیا کی کامیابی کو خطرہ میں ڈالنے

کا حوصلہ کیا تھا۔

فَإِنَّمَا يَسَّرْنَٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝٥٨ فَارْتَقِبْ إِنَّهُم مُّرْتَقِبُونَ ۝٥٩ ع ۳ ۱۷ ۱۶

پس ہم نے اس کتاب کو تمہاری زبان میں آسان بنا دیا ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ پس تم بھی انتظار کرو، وہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔ ۵۹ – ۵۸

قرآن بلاشبہہ ایک عظیم کتاب ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وہ نہایت آسان کتاب ہے مگر اس کا آسان ہونا نصیحت کے اعتبار سے ہے۔ یعنی جو شخص اس سے حق کو جاننا چاہے وہ اس کو اپنے لئے نہایت آسان پائے گا۔ مگر جو شخص تلاش حق کے معاملہ میں سنجیدہ نہ ہو اس کے لئے قرآن میں کوئی آسانی نہیں۔

موجودہ دنیا میں آدمی کے سنجیدہ ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ وہ "انتظار" کی نفسیات نہ رکھتا ہو۔ یعنی حقیقت کا دلیل کی سطح پر ظاہر ہونا ہی اس کے لئے کافی ہو جائے کہ وہ اس کو مان لے۔ جو شخص دلیل کی سطح پر ثابت شدہ ہو جانے کے بعد اس کو نہ مانے وہ گویا کہ اس بات کا انتظار کر رہا ہے کہ حقیقت برہنہ ہو کر اس کے سامنے آ جائے۔ مگر جب حقیقت برہنہ ہو کر سامنے آتی ہے تو وہ منوانے کے لئے نہیں آتی بلکہ اس لئے آتی ہے کہ اعتراف کرنے والوں کی قدردانی کرے اور جنھوں نے اس سے پہلے اعتراف نہیں کیا تھا انھیں ہمیشہ کے لئے اندھے پن کے غار میں ڈال دے۔

سُورَةُ الْجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سَبْعٌ وَثَلٰثُونَ اٰيَةً وَاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۝١ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝٢ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ
لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝٣ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝٤ وَاخْتِلَافِ
الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ
مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝٥ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ
فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝٦

پارہ ۲۵

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰم ۔ یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے ۔ اللہ غالب ، حکمت والے کی طرف سے ۔ بے شک آسمانوں اور زمین میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لئے ۔ اور تمہارے بنانے میں اور ان حیوانات میں جو اس نے زمین میں پھیلا رکھے ہیں ، نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں اور رات اور دن کے آنے جانے میں اور اس رزق میں جس کو اللہ نے آسمان سے اتارا ، پھر اس سے زمین کو زندہ کر دیا اس کے مرجانے کے بعد ، اور ہواؤں کی گردش میں بھی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں ۔ یہ اللہ کی آیتیں ہیں جن کو ہم حق کے ساتھ تمہیں سنا رہے ہیں ۔ پھر اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد کون سی بات ہے جس پر وہ ایمان لائیں گے ۔ ۱-۶

یہ کہنا کہ قرآن عزیز وحکیم خدا کی طرف سے اترا ہے ، گویا خود اپنی طرف سے ایک ایسا قطعی معیار دینا ہے جس پر اس کی صداقت کو جانچا جاسکے ۔ خدائے عزیز کی طرف سے اس کے اترنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اس کتاب کو زیر نہ کرسکے گا ۔ قرآن ہر حال میں اپنے مخالفین پر غالب آکر رہے گا ۔

یہ بات مکی دور میں کہی گئی تھی ۔ اس وقت حالات سراسر قرآن کے خلاف تھے ۔ مگر بعد کی تاریخ نے حیرت انگیز طور پر اس کی تصدیق کی ۔ قرآن کی دعوت کو تاریخ کی سب سے بڑی کامیابی حاصل ہوئی ۔

اسی طرح خدائے حکیم کی طرف سے اترنے کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے مضامین سب کے سب عقل و دانش پر مبنی ہوں ۔ یہ بات بھی ڈیڑھ ہزار سال سے مسلسل درست ثابت ہوتی جارہی ہے ۔ قرآن دور سائنس سے پہلے اترا ۔ مگر دور سائنس میں بھی قرآن کی کوئی بات عقل کے خلاف ثابت نہ ہوسکی ۔

اس کے علاوہ جو کائنات انسان کے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے ، اس کی تمام چیزیں قرآن کے پیغام کی تصدیق بن گئی ہیں ۔ تاہم یہ تصدیق صرف ان لوگوں کے لیے تصدیق بنے گی جن کے اندر یقین کرنے کا ذہن ہو ۔ جو شنیوں کی زبان میں ظاہر کی جانے والی بات کو پانے کی استعداد رکھتے ہوں ۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئَا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْئًا وَّلَا

مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰﴾ هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ
رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾ ع ۱ ۱۱ ۱۷

خرابی ہے ہر شخص کے لئے جو جھوٹا ہو۔ جو خدا کی آیتوں کو سنتا ہے جب کہ وہ اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں پھر وہ تکبر کے ساتھ اڑا رہتا ہے، گویا اس نے ان کو سنا ہی نہیں۔ پس تم اس کو ایک دردناک عذاب کی خوش خبری دے دو۔ اور جب وہ ہماری آیتوں میں سے کسی چیز کی خبر پاتا ہے تو وہ اس کو مذاق بنا لیتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔ ان کے آگے جہنم ہے۔ اور جو کچھ انھوں نے کمایا وہ ان کے کچھ کام آنے والا نہیں۔ اور نہ وہ جن کو انھوں نے اللہ کے سوا کارساز بنایا۔ اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ یہ ہدایت ہے، اور جنھوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا ان کے لئے سختی کا دردناک عذاب ہے۔ ۷ - ۱۱

حق کا اعتراف اکثر حالات میں اپنی بڑائی کو کھونے کے ہم معنی ہوتا ہے۔ آدمی اپنی بڑائی کو کھونا نہیں چاہتا اس لئے وہ حق کا اعتراف بھی نہیں کرتا۔ مگر حق کے آگے نہ جھکنا خدا کے آگے نہ جھکنا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے خدا کے یہاں سخت ترین عذاب ہے۔

آدمی اگرچہ تکبر کی بنا پر حق سے اعراض کرتا ہے تاہم اپنے رویہ کے جواز کے لئے وہ نظریاتی دلیل پیش کرتا ہے۔ مگر اس دلیل کی حقیقت جھوٹے الفاظ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ ایسا آدمی کسی چیز کو غلط مفہوم دے کر اس کو شوشہ بناتا ہے۔ اور اس شوشہ کی بنیاد پر حق کا اور اس کے داعی کا مذاق اڑانے لگتا ہے۔ ایسے لوگ سخت ترین سزا کے مستحق ہیں۔ کیوں کہ وہ بدعملی پر سرکشی کا اضافہ کر رہے ہیں۔ اس سرکشی پر انھیں جو چیز آمادہ کرتی ہے وہ ان کی دنیوی حیثیت ہے۔ مگر کسی کی دنیوی حیثیت آخرت میں اس کے کچھ کام آنے والی نہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ
ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے سمندر کو مسخر کر دیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔ اور اس نے آسمانوں اور زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا، سب کو اپنی طرف سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور کرتے ہیں۔ ۱۲ - ۱۳

پانی بظاہر ڈبانے والی چیز ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسے قوانین کا پابند بنایا ہے کہ اتھاہ سمندروں کے اوپر بڑے بڑے جہاز ایک طرف سے دوسری طرف چلتے ہیں اور بحفاظت اپنی منزل پر پہنچ جاتے ہیں۔ یہی معاملہ پوری کائنات کا ہے۔ کائنات اس طرح بنائی گئی ہے کہ وہ پوری طرح انسان کے تابع ہے۔ انسان جس طرح چاہے اس کو اپنے فائدہ کے لئے استعمال کرسکتا ہے۔ موجودہ دنیا کی یہی خصوصیت ہے جس کی بنا پر یہ ممکن ہوا ہے کہ یہاں انسان اپنے لئے شاندار تمدن کی تعمیر کرسکے۔

کائنات کا موجودہ ڈھانچہ ہی اس کا آخری اور واحد ڈھانچہ نہیں ہے۔ وہ دوسرے بے شمار طریقوں سے بھی بن سکتی تھی۔ مگر مختلف امکانات میں سے وہی ایک امکان واقعہ بنا جو ہمارے لئے مفید تھا۔ یہ ایک نشانی ہے جس میں غور کرنے والے غور کریں تو وہ اس میں اپنے لئے عظیم الشان سبق پاسکتے ہیں۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا
يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۖ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ
تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾

ایمان والوں سے کہو کہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو خدا کے دنوں کی امید نہیں رکھتے، تاکہ اللہ ایک قوم کو اس کی کمائی کا بدلہ دے۔ جو شخص نیک عمل کرے گا تو اس کا فائدہ اسی کے لئے ہے۔ اور جس شخص نے برا کیا تو اس کا وبال اسی پر پڑے گا۔ پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤگے۔ ۱۵-۱۴

جن لوگوں کو یہ یقین نہ ہو کہ ان کے اوپر خدائی فیصلہ کا دن آنے والا ہے۔ وہ ظلم کرنے میں جری ہوتے ہیں۔ وہ حق کے داعی کو ہر ممکن طریقے سے ستاتے ہیں۔ اس وقت داعی کے دل میں انتقام کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ مگر داعی کو چاہئے کہ وہ آخر وقت تک مدعو سے درگزر کرے۔ وہ اپنی توجہ تمام تر دعوت پر لگائے رہے اور لوگوں کی بداعمالیوں پر گرفت کے معاملہ کو خدا کے حوالہ کردے۔

داعی کی کوشش کی قدر وقیمت اس اعتبار سے متعین نہیں ہوتی کہ اس نے کتنے لوگوں کو حق کی طرف موڑا۔ اس کی کوشش کی قدر وقیمت خدا کے یہاں اس اعتبار سے متعین ہوتی ہے کہ وہ خود کتنا زیادہ حق پر قائم رہا۔ حق کا داعی ہونے کے تقاضوں کو خود اس نے کتنا زیادہ پورا کیا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ
فَضَّلْنٰهُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ (16) وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ
مَا جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا
فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (17) ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰي شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَ
الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (18) اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔا ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ
اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ (19) هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ
يُّوْقِنُوْنَ (20)

اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوت دی اور ان کو پاکیزہ رزق عطا کیا اور ہم نے ان کو دنیا والوں پر فضیلت بخشی۔ اور ہم نے ان کو دین کے بارے میں کھلی کھلی دلیلیں دیں۔ پھر انھوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آچکا تھا، آپس کی ضد کی وجہ سے۔ بے شک تیرا رب قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ کردے گا ان چیزوں کے بارے میں جن میں وہ باہم اختلاف کرتے تھے۔ پھر ہم نے تم کو دین کے ایک واضح طریقہ پر قائم کیا۔ پس تم اسی پر چلو اور ان لوگوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو علم نہیں رکھتے۔ یہ لوگ اللہ کے مقابلہ میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکتے۔ اور ظالم لوگ ایک دوسرے کے ساتھی ہیں، اور ڈرنے والوں کا ساتھی اللہ ہے۔ یہ لوگوں کے لئے بصیرت کی باتیں ہیں اور ہدایت اور رحمت ان لوگوں کے لئے جو یقین کریں۔

۱۶ - ۲۰

"بنی اسرائیل کو ہم نے دنیا والوں پر فضیلت دی" یہ وہی بات ہے جو امت محمدی کے ذیل میں ان الفاظ میں کہی گئی ہے کہ "تم خیر امت ہو" کسی گروہ کو خدا کی کتاب کا حامل بنانا اس کو دوسری قوموں پر ہدایت کا ذمہ دار بنانا ہے۔ یہی اس کا افضل الامم یا خیر الامم ہونا ہے۔

اصولی طور پر بنی اسرائیل کی حیثیت بھی اسی طرح عالمی تھی جس طرح امت مسلمہ کی حیثیت عالمی ہے۔ مگر بنی اسرائیل نے اپنی کتاب میں تحریفات کرکے ہمیشہ کے لئے اپنا یہ استحقاق کھو دیا۔

دین کی اصل تعلیمات میں ہمیشہ وحدت ہوتی ہے۔ مگر علماء کے اضافے اس میں اختلاف اور تعدد پیدا کر دیتے ہیں۔ ہر عالم اپنے ذوق کے لحاظ سے الگ الگ اضافے کرتا ہے۔ اس کے بعد ہر عالم اور اس کے

متبعین اپنے اضافوں کو صحیح اور دوسرے کے اضافوں کو غلط ثابت کرنے میں مصروف ہوجاتے ہیں۔ اس طرح دینی فرقے بننا شروع ہوتے ہیں اور آخر کار یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ ایک دین کئی دینوں میں تقسیم ہوجاتا ہے۔

بنی اسرائیل نے جب دینِ منزل کو دینِ محرف کی حیثیت دے دی اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اللہ نے قرآن اتارا۔ چونکہ آپ کے بعد کوئی پیغمبر آنے والا نہ تھا۔ اس لئے اللہ نے خصوصی اہتمام کے ساتھ قرآن کو محفوظ کردیا۔ تاکہ دوبارہ یہ صورت نہ پیدا ہو کہ اللہ کا دین انسانی اضافوں میں گم ہو کر رہ جائے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً
ع ۱۸ مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ
لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

کیا وہ لوگ جنہوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کی مانند کردیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیا، ان سب کا جینا اور مرنا یکساں ہوجائے۔ بہت برا فیصلہ ہے جو وہ کررہے ہیں۔ اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا اور تاکہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے اور ان پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔ ۲۲-۲۱

جو شخص یہ خیال کرے کہ آدمی اچھا بن کر رہے یا برا بن کر، سب برابر ہے۔ آخر کار دونوں ہی کو مر کر مٹ جانا ہے، وہ نہایت غلط خیال اپنے دماغ میں قائم کرتا ہے۔ ایسا سمجھنا اس شعورِ عدل کے خلاف ہے جو ہر آدمی کی فطرت میں پیدائشی طور پر موجود ہے۔ نیز یہ کائنات کی اس معنویت کا انکار کرنا ہے جو اس کے نظام میں کمال درجہ میں پائی جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کی اندرونی فطرت اور اس کے باہر کی وسیع کائنات دونوں اس کو سراسر باطل ثابت کرتے ہیں کہ زندگی کو ایک ایسی بے مقصد چیز سمجھ لیا جائے جس کا کوئی انجام سامنے آنے والا نہیں۔

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَ
جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ۭ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور اللہ نے اس کے علم کے باوجود اس کو گمراہی میں ڈال دیا اور اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا۔ پس ایسے شخص کو کون ہدایت دے سکتا ہے، اس کے بعد کہ اللہ نے اس کو گمراہ کر دیا ہو، کیا تم دھیان نہیں کرتے۔ ۲۳

خواہش کو اپنا معبود بنانے کا مطلب خواہش کو اپنی زندگی میں سب سے برتر مقام دینا ہے۔ جو شخص اپنی خواہش کے تحت سوچے اور اپنی خواہش کے تحت عمل کرے وہ گویا اپنی خواہش ہی کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہے۔

آدمی کی عقل صحیح اور غلط کو پہچاننے کی کامل صلاحیت رکھتی ہے۔ مگر جو شخص اپنی عقل کو اپنی خواہش کا تابع بنالے اس کا حال یہ ہو جاتا ہے کہ اس کے سامنے حق کے دلائل آتے ہیں مگر وہ ان کے وزن کو محسوس نہیں کر پاتا۔ وہ ہر بات کے جواب میں ایک جھوٹی توجیہہ پیش کر کے اسے رد کر دیتا ہے۔ آدمی کی یہ روش آخر کار اس کی عقلی قوتوں کو مسخ کر دیتی ہے۔ اس کے کان الفاظ سنتے ہیں مگر ان کے معانی تک ان کی پہنچ نہیں ہوتی۔ اس کی آنکھ حقیقت کو دیکھتی ہے مگر وہ اس سے سبق نہیں لے پاتی۔ اس کے دل تک ایک بات پہنچتی ہے مگر وہ اس کے دل کو نرم پانے والی نہیں بنتی۔

عقلی قوتوں کو خدا نے ہدایت کے داخلہ کا دروازہ بنایا ہے۔ مگر جو شخص اپنی خواہش پرستی میں ان دروازوں کو بند کر لے اس کے اندر ہدایت داخل ہوگی تو کس راستے سے داخل ہوگی۔

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ
بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿٢٤﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ مَا كَانَ
حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا ائْتُوا بِآبَائِنَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٥﴾ قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ
ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾

اور وہ کہتے ہیں کہ ہماری اس دنیا کی زندگی کے سوا کوئی اور زندگی نہیں۔ ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم کو صرف زمانہ کی گردش ہلاک کرتی ہے۔ اور ان کو اس باب میں کوئی علم نہیں۔ وہ محض گمان کی بنا پر ایسا کہتے ہیں۔ اور جب ان کو ہماری کھلی کھلی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو ان کے پاس کوئی حجت اس کے سوا نہیں ہوتی کہ ہمارے باپ دادا کو

زندہ کرکے لاؤ اگر تم سچے ہو۔ کہو کہ اللہ ہی تم کو زندہ کرتا ہے پھر وہ تم کو مارتا ہے پھر وہ قیامت کے دن تم کو جمع کرے گا، اس میں کوئی شک نہیں، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ ۲۴-۲۶

"ہم کو زمانہ کی گردش ہلاک کرتی ہے" یہ عام لوگوں کا قول نہیں۔ اس طرح کی باتیں ہمیشہ مخصوص افراد کرتے ہیں۔ یہ وہ افراد ہیں جو اپنی ذہانت کی وجہ سے اکثر سماج کے فکری نمائندہ کی حیثیت حاصل کر لیتے ہیں۔ تاہم یہ باتیں وہ محض قیاس کی بنیاد پر کہتے ہیں۔ وہ کسی حقیقی علم کی بنیاد پر ایسا نہیں کہتے۔ اس کے مقابلہ میں پیغمبر جو بات کہتا ہے اس کی بنیاد ٹھوس حقیقت پر قائم ہے۔

ہم روزانہ دیکھتے ہیں کہ ایک شخص نہیں تھا۔ پھر وہ پیدا ہو کر موجود ہو گیا۔ اس کے بعد وہ دوبارہ مر جاتا ہے۔ گویا یہاں ہر آدمی کو موت کے بعد زندگی ملتی ہے اور زندگی کے بعد وہ دوبارہ مر جاتا ہے۔ یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ جس طرح پہلی بار موت کے بعد زندگی ہوئی، اسی طرح دوسری بار بھی موت کے بعد زندگی ہوگی۔

اس سے واضح طور پر زندگی بعد موت کا ممکن ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس کے بعد یہ مطالبہ کرنا غلط ہے کہ جو لوگ کل دوبارہ پیدا ہونے والے ہیں ان کو آج پیدا کرکے دکھاؤ۔ کیونکہ موجودہ دنیا امتحان کے لئے ہے۔ اور اگر موجودہ دنیا میں اگلی دنیا کا حال دکھا دیا جائے تو امتحان کی مصلحت باقی نہیں رہ سکتی۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ۝
وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۣ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُوْنَ ۝ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

اور اللہ ہی کی بادشاہی ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن اہلِ باطل خسارہ میں پڑ جائیں گے۔ اور تم دیکھو گے کہ ہر گروہ گھٹنوں کے بل گر پڑے گا۔ ہر گروہ اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا۔ آج تم کو اس عمل کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کر رہے تھے۔ یہ ہمارا دفتر ہے جو تمہارے اوپر ٹھیک ٹھیک گواہی دے رہا ہے۔ ہم لکھواتے جا رہے تھے جو کچھ تم کرتے تھے۔ ۲۷-۲۹

جو لوگ اللہ کی بنیاد پر دنیا میں کھڑے ہوں وہ حق کی بنیاد پر کھڑے ہوتے ہیں۔ اور جو لوگ اس کے سوا کسی اور بنیاد پر کھڑے ہوں وہ باطل کی بنیاد پر کھڑے ہوئے ہیں۔ ایسے تمام لوگ آخرت میں بے زمین ہو کر رہ جائیں گے۔ کیوں کہ انھوں نے جس چیز کو بنیاد سمجھ رکھا تھا وہ کوئی بنیاد ہی نہ تھی۔ وہ محض دھوکا تھا جو

حقیقت حال کے کھلتے ہی ختم ہو گیا۔

اعمال کو لکھوانے سے مراد معروف معنوں میں قلم سے لکھوانا نہیں ہے۔ بلکہ اعمال کو ریکارڈ کرانا ہے۔ انسان کی نیت، اس کا قول اور اس کا عمل سب نہایت صحت کے ساتھ خدائی انتظام کے تحت ریکارڈ ہو رہا ہے آخرت میں انسان کے ساتھ جو معاملہ کیا جائے گا وہ عین اس ریکارڈ کے مطابق ہوگا۔ یہ ریکارڈ اتنا زیادہ حقیقی ہوگا کہ کسی کے لئے ممکن نہ ہوگا کہ اس سے انکار کر سکے۔

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ﴿٣٠﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا أَفَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُجْرِمِينَ ﴿٣١﴾ وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيهَا قُلْتُمْ مَا نَدْرِي مَا السَّاعَةُ إِنْ نَظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ ﴿٣٢﴾

پس جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے تو ان کا رب ان کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ یہی کھلی کامیابی ہے۔ اور جنھوں نے انکار کیا، کیا تم کو میری آیتیں پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں۔ پس تم نے تکبر کیا اور تم مجرم لوگ تھے۔ اور جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے، ہم تو بس ایک گمان سا رکھتے ہیں، اور ہم اس پر یقین کرنے والے نہیں۔ ۳۰ - ۳۲

تکبر سے مراد خدا کے مقابلہ میں تکبر نہیں ہے بلکہ خدا کے داعی کے مقابلہ میں تکبر ہے۔ خدا کی بات کو ماننا موجودہ دنیا میں عملاً خدا کے داعی کی بات کو ماننے کے ہم معنی ہوتا ہے۔ اب جو لوگ تکبر میں مبتلا ہوں وہ اس کو اپنے مرتبہ سے کم تر سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے جیسے ایک انسان کی بات مان لیں۔ چنانچہ وہ اس کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اس کے برعکس جو لوگ تکبر کی نفسیات سے خالی ہوں وہ فوراً اس کے آگے جھک جاتے ہیں۔ پہلے گروہ کے لئے خدا کا غضب ہے اور دوسرے گروہ کے لئے خدا کی رحمت۔

ایک انسان جب حق کا انکار کرتا ہے تو اپنے انکار کو جائز ثابت کرنے کے لئے وہ طرح طرح کی باتیں کرتا ہے۔ وہ کبھی داعی کو ناقابل اعتماد ثابت کرتا ہے۔ کبھی داعی کے پیغام میں شک و شبہ کا پہلو نکالتا ہے۔ مگر قیامت کے دن کھل جائے گا کہ یہ سب مجرمانہ ذہن سے نکلی ہوئی باتیں تھیں نہ کہ حق پرستانہ ذہن سے نکلی ہوئی باتیں۔

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَقِيْلَ الْيَوْمَ
نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٣٤﴾
ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ
مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿٣٥﴾

اور ان پر ان کے اعمال کی برائیاں کھل جائیں گی اور وہ چیز ان کو گھیر لے گی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ اور کہا جائے گا کہ آج ہم تم کو بھلا دیں گے جس طرح تم نے اپنے اس دن کے آنے کو بھلائے رکھا۔ اور تمہارا ٹھکانا آگ ہے اور کوئی تمہارا مددگار نہیں۔ یہ اس وجہ سے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑایا۔ اور دنیا کی زندگی نے تم کو دھوکہ میں رکھا۔ پس آج نہ وہ اس سے نکالے جائیں گے اور نہ ان کا عذر قبول کیا جائے گا۔ ۳۵-۳۳

موجودہ دنیا میں آدمی جب برائی کرتا ہے تو اس کے برے نتائج فوراً اس کے سامنے نہیں آتے۔ یہ چیز اس کو دلیر بنا دیتی ہے۔ اس کو جب اس کی بدعملی سے ڈرایا جاتا ہے تو وہ سنجیدگی کے ساتھ اس کو سننے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ مگر آخرت میں اس کی برائیوں کے نتائج اس کی آنکھوں کے سامنے آجائیں گے۔ وہ اپنی بداعمالیوں میں پوری طرح گھر چکا ہوگا۔ اس وقت وہ اس حق کا اقرار کرے گا جس کو دنیا میں اس نے اتنا بے قیمت سمجھا تھا کہ وہ اس کا مذاق اڑاتا رہا۔

آخرت میں انسان اس حق کا اقرار کرے گا جس کو وہ دنیا میں جھٹلاتا رہا۔ مگر وہاں اس کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ حق کا اقرار غیب کی سطح پر قیمت رکھتا ہے نہ کہ شہود کی سطح پر۔

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٦﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۠ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٣٧﴾ ع ٤

پس ساری تعریف اللہ کے لئے ہے جو رب ہے آسمانوں کا اور رب ہے زمین کا، رب ہے تمام عالم کا۔ اور اسی کے لئے بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں۔ اور وہ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔ ۳۷-۳۶

کائنات بے پناہ حد تک عظیم ہے، اس لئے اس کا خالق و مالک بھی وہی ہو سکتا ہے جو بے پناہ حد تک عظیم ہو۔ اور یہ عظیم ہستی ایک خدا کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتی۔ کوئی آدمی سنجیدگی کے ساتھ یہ جرأت

نہیں کرسکتا کہ وہ ایک خدا کے سوا کسی اور کو کائنات کا خالق و مالک قرار دے۔ پھر جب کائنات کا خالق و مالک صرف ایک ہستی ہے تو لازم ہے کہ ساری تعریف بھی اسی کی ہو۔ انسان اپنی ساری توجہ اسی کی طرف لگائے، وہ اسی کو اپنا سب کچھ بنالے۔

موجودہ دنیا میں انسان کا وہی رویہ صحیح رویہ ہے جو کائنات کی عظمت و حکمت کے مطابق ہو۔ جس رویہ میں کائنات کی عظمت و حکمت سے مطابقت نہ پائی جائے وہ باطل ہے۔ ایسا رویہ انسان کو کامیابی تک پہنچانے والا نہیں۔

سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

الجزء السادس والعشرون

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۞ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۞ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ
اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۞

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰم۔ یہ کتاب اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے اتاری گئی ہے۔ ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان کی چیزوں کو نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ اور معین مدت کے لئے۔ اور جو لوگ منکر ہیں وہ اس سے بے رخی کرتے ہیں جس سے ان کو ڈرایا گیا ہے۔ ۳-۱

کائنات کا مطالعہ بتاتا ہے کہ اس میں ہر طرف حکمت اور معنویت ہے۔ پھر ایک ایسا کارخانہ جو اپنے آغاز میں بامعنی ہو وہ اپنے اختتام میں بے معنی کیسے ہو جائے گا۔

حق اپنی ذات میں نہایت محکم چیز ہے۔ وہ کائنات کی سب سے بڑی طاقت ہے۔ اس کے باوجود کیوں ایسا ہے کہ جب لوگوں کے سامنے حق پیش کیا جاتا ہے تو وہ اس کا انکار کر دیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ موجودہ دنیا میں لوگوں کو حق کی صرف خبر دی جارہی ہے۔ آخرت میں یہ ہوگا کہ حق واقعہ بن کر لوگوں کے اوپر ٹوٹ پڑے گا۔ اس وقت وہی لوگ حق کے سامنے ڈھ پڑیں گے جو اس سے پہلے حق کو غیر اہم

سمجھ کر اس کو نظر انداز کر رہے تھے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ
شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ۝ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ
اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَاۗىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝

کہو کہ تم نے غور بھی کیا ان چیزوں پر جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ کہ انھوں نے زمین میں کیا بنایا ہے۔ یا ان کا آسمان میں کچھ ساجھا ہے۔ میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب لے آؤ یا کوئی علم جو چلا آتا ہو، اگر تم سچے ہو۔ اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکارے جو قیامت تک اس کا جواب نہیں دے سکتے، اور ان کو ان کے پکارنے کی بھی خبر نہیں۔ اور جب لوگ اکٹھا کئے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت کے منکر بن جائیں گے۔ ۴-۶

مفسر ابن کثیر نے یہاں "کتاب" سے مراد نقلی دلیل اور "اثارۃ من علم" سے مراد عقلی دلیل لی ہے (ای لادلیل لکم لا نقلیاً ولا عقلیاً علیٰ ذالک)

علم حقیقۃً صرف دو ہے۔ ایک الہامی علم (Revealed knowledge) یعنی وہ علم جو پیغمبروں کے ذریعے انسانوں تک پہنچا۔ دوسرا ثابت شدہ علم (Established knowledge) یعنی وہ علم جس کا علم ہونا انسانی تحقیقات اور تجربات سے ثابت ہو گیا ہو۔ ان دونوں میں سے کوئی بھی علم یہ نہیں بتاتا کہ اس کائنات میں ایک خدا کے سوا کوئی اور ہستی ہے جو خدائی کے لائق ہے۔ اور جب علم کے دو ذریعوں میں سے کوئی ذریعہ شرک کی گواہی نہ دے تو مشرکانہ عقیدہ انسان کے لئے کیوں کر درست ہو سکتا ہے۔ جو شخص خدا کو چھوڑ کر کسی اور چیز کو اپنا سہارا بنائے وہ سہارا آخرت کے دن اس سے براءت کرے گا نہ کہ وہ اس کا مددگار بنے۔

وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاۗءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى
عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ

مُّبِيْنٌ ۞ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ
شَيْـًٔا ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ وَهُوَ
الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۞

اور جب ہماری کھلی کھلی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو منکر لوگ اس حق کی بابت، جب کہ وہ ان کے پاس پہنچ چکا ہے، کہتے ہیں کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا ہے۔ کہو کہ اگر میں نے اس کو اپنی طرف سے بنایا ہے تو تم لوگ مجھ کو ذرا بھی اللہ سے بچا نہیں سکتے۔ جو باتیں تم بناتے ہو اللہ ان کو خوب جانتا ہے۔ وہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی کے لئے کافی ہے۔ اور وہ بخشنے والا، رحمت والا ہے۔ ۸ - ۷

قدیم عرب میں قرآن کے مخاطبین قرآن کے پیغام کو یہ کہہ کر رد کر دیتے تھے کہ یہ ہمارے اکابر کے دین کے خلاف ہے۔ اور چونکہ لوگوں کے اوپر اکابر کی عظمت بیٹھی ہوئی تھی وہ اس کو مان کر قرآن کے پیغام سے متوحش ہو جاتے تھے۔ مگر قرآن کا ایک اور پہلو تھا اور وہ اس کا ادبی اعجاز تھا۔ ہر عربی داں محسوس کر رہا تھا کہ یہ ایک غیر معمولی کلام ہے۔ اس دوسرے پہلو سے قرآن کی اہمیت کو گھٹانے کے لئے انھوں نے کہہ دیا کہ یہ "سحر" ہے یعنی یہ جادو بیانی کا کرشمہ ہے نہ کہ حقیقت بیانی کا کمال۔

یہ صحیح ہے کہ بعض انسانوں کے کلام میں غیر معمولی ادبیت ہوتی ہے مگر انسانی کلام کی ادبیت کی ایک حد ہے۔ قرآن کا ادبی اعجاز اس حد سے بہت آگے ہے۔ قرآن کی ادبی عظمت اس سے زیادہ ہے کہ اس کو انسانی دماغ کا کرشمہ کہا جا سکے۔

جب فریق ثانی ضد پر اتر آئے تو اس وقت ایک سنجیدہ انسان یہ کرتا ہے کہ وہ یہ کہہ کر چپ ہو جاتا ہے کہ میرا اور تمہارا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ تاہم یہ پسپائی نہیں بلکہ ایک اقدامی تدبیر ہے۔ آدمی جب ایک ضدی کے سامنے چپ ہو جائے تو وہ اپنے آپ کو اس کے سامنے سے ہٹا کر خود اس کو اس کے ضمیر کے سامنے کھڑا کر دیتا ہے تاکہ اس کے اندر احساس کا کوئی درجہ ہو تو وہ بیدار ہو جائے۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا
مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۞ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ

كَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ
وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰ ع ۱

کہو کہ میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں۔ اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا۔ میں تو صرف اسی کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کے ذریعہ آتا ہے اور میں تو صرف ایک کھلا ہوا آگاہ کرنے والا ہوں۔ کہو، کیا تم نے کبھی سوچا کہ اگر یہ قرآن اللہ کی جانب سے ہو اور تم نے اس کو نہیں مانا، اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ نے اس جیسی کتاب پر گواہی دی ہے۔ پس وہ ایمان لایا اور تم نے تکبر کیا۔ بے شک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ ۱۰-۹

مشرکین مکہ کی نظر میں یہود علوم دین کے حامل تھے۔ ان کو وہ پیغمبروں والی قوم سمجھتے تھے۔ تجارتی سفروں میں مشرکین اور یہود کی باہمی ملاقاتیں بھی ہوتی رہتی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں ایک نزاعی شخصیت بنے ہوئے تھے تو مکہ کے کچھ مشرکین نے بعض یہودیوں سے آپ کے بارے میں پوچھا۔ اس دوران کسی یہودی عالم نے ان کو بتایا کہ ہماری کتابوں کے مطابق ایک پیغمبر اس علاقہ میں آنے والے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ وہی پیغمبر ہوں۔ اس یہودی شخص نے بالواسطہ انداز میں آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔

اب صورت حال یہ تھی کہ تاریخ سے ثابت ہو رہا تھا کہ خدا کے پیغمبر خدا کی کتاب لے کر آتے ہیں۔ قدیم آسمانی کتابوں میں یہ لکھا ہوا تھا کہ بنو اسماعیل میں ایسا ایک پیغمبر آنے والا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام اور آپ کی زندگی میں وہ تمام علامتیں واضح طور پر پائی جا رہی تھیں جو پیغمبروں میں ہوتی ہیں۔ ان علامات اور قرائن کی موجودگی میں جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری کا انکار کر رہے تھے وہ کسی معقولیت کی وجہ سے نہیں کر رہے تھے بلکہ محض اس لئے کر رہے تھے کہ ایک شخص جس کو اب تک وہ ایک معمولی آدمی سمجھتے تھے اس کو خدا کا پیغمبر ماننے میں ان کی بڑائی ٹوٹ جائے گی۔

جن لوگوں کا حال یہ ہو کہ ان کے سامنے حق آئے تو وہ متکبرانہ نفسیات کا شکار ہو جائیں، ایسے لوگوں کا ذہن ہمیشہ ان کو غلط رخ پر لے جاتا ہے۔ وہ صحیح سمت میں ان کی رہنمائی نہیں کرتا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ

فَسَيَقُولُونَ هٰذَا إِفْكٌ قَدِيمٌ ﴿١١﴾

اور انکار کرنے والے ایمان لانے والوں کی نسبت کہتے ہیں کہ اگر یہ کوئی اچھی چیز ہوتی تو وہ اس پر ہم سے پہلے نہ دوڑتے۔ اور چونکہ انھوں نے اس سے ہدایت نہیں پائی تو اب وہ کہیں گے کہ یہ تو پرانا جھوٹ ہے۔۱۱

ابتداءً جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی بنے ان میں کئی ایسے لوگ تھے جو ضعیف اور غلام طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ مثلاً بلال، عمار، صہیب، خباب، وغیرہ۔ اسی کے ساتھ آپ پر ایمان لانے والوں میں وہ لوگ بھی تھے جو عرب کے معزز خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ مثلاً ابوبکر بن ابی قحافہ عثمان بن عفان، علی ابن ابی طالب، وغیرہ۔ مگر آپ کے مخالفین صرف پہلی قسم کے لوگوں کا ذکر کرتے تھے، وہ دوسری قسم کے لوگوں کا ذکر نہیں کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی کو جب کسی سے ضد ہو جاتی ہے تو وہ اس کے بارہ میں یک رخا ہو جاتا ہے۔ وہ اس کے اچھے پہلوؤں کو نظر انداز کر دیتا ہے اور صرف انھیں پہلوؤں کا ذکر کرتا ہے جس کے ذریعہ سے اس کی تحقیر کا موقع ملتا ہو۔

اسی طرح یہ ایک واقعہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت وہی تھی جو پچھلے تمام پیغمبروں کی دعوت تھی۔ آپ ایک ابدی صداقت کو لے کر آئے تھے۔ اس واقعہ کو آپ کے مخالفین ان لفظوں میں بھی بیان کر سکتے تھے کہ "یہ ایک بہت پرانا سچ ہے" مگر انھوں نے یہ کہہ دیا کہ "یہ ایک بہت پرانا جھوٹ ہے" ناانصافی کی یہ قسم قدیم زمانہ کے انسانوں میں بھی پائی جاتی تھی اور آج بھی وہ پوری طرح لوگوں کے اندر پائی جا رہی ہے۔

وَمِنْ قَبْلِهِ كِتٰبُ مُوْسٰٓى إِمَامًا وَّرَحْمَةً ۚ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿١٣﴾ أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٤﴾

اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب تھی رہنما اور رحمت۔ اور یہ ایک کتاب ہے جو اس کو سچا کرتی ہے، عربی زبان میں، تاکہ ان لوگوں کو ڈرائے جنھوں نے ظلم کیا۔ اور وہ خوش خبری ہے نیک لوگوں کے لئے۔ بے شک

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ اس پر جمے رہے تو ان لوگوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہی لوگ جنت والے ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے، ان اعمال کے بدلے جو وہ دنیا میں کرتے تھے۔ ۱۳-۱۴

قرآن کی صداقت کی ایک دلیل یہ ہے کہ پچھلی آسمانی کتابیں اس کی پیشین گوئی کرتی رہی ہیں۔ یہ پیشین گوئیاں آج بھی انجیل اور تورات میں موجود ہیں۔ اس طرح قرآن اپنی سابق آسمانی پیشین گوئیوں کا مصداق بن کر آیا ہے۔ وہ ان کی پیشگی اطلاع کو سچ کر دکھاتا ہے۔ یہ ایک واضح قرینہ ہے جو ثابت کرتا ہے کہ قرآن واقعۃً ایک خدائی کتاب ہے۔ ورنہ سیکڑوں اور ہزاروں سال پہلے اس کی پیشگی خبر دینا کیسے ممکن ہوتا۔

"قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا" کے سلسلہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ اس سے مراد اس کے فرائض کی ادائگی پر قائم رہنا ہے (ثم استقاموا علیٰ اداء فرائضہ، تفسیر ابن کثیر)

ایمان ایک مقدس عہد ہے۔ زندگی میں بار بار ایسے مواقع آتے ہیں کہ ایک روش آدمی کے عہدِ ایمان کے مطابق ہوتی ہے اور ایک روش اس کے عہد ایمان کے غیر مطابق۔ ایسے مواقع پر جس شخص نے اپنے عہد ایمان کے مطابق عمل کیا اس نے استقامت دکھائی اور جو شخص اپنے عہد ایمان کے مطابق عمل نہ کر سکا وہ استقامت دکھلانے میں ناکام رہا۔

استقامت کا ثبوت نہ دینے والے لوگ ظالم لوگ ہیں۔ ان کا دعوائے ایمان انھیں کچھ فائدہ نہ دے گا اور جن لوگوں نے استقامت کا ثبوت دیا وہی وہ لوگ ہیں جو جنت کے ابدی باغوں میں بسائے جائیں گے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَ
حَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۚ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً
قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ
وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ۖ إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي
مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝١٥ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ

عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ۭ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝

اور ہم نے انسان کو حکم دیا کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرے۔ اس کی ماں نے تکلیف کے ساتھ اس کو پیٹ میں رکھا۔ اور تکلیف کے ساتھ اس کو جنا۔ اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے میں ہوا۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی پختگی کو پہنچا اور چالیس برس کو پہنچ گیا تو وہ کہنے لگا کہ اے میرے رب، مجھے توفیق دے کہ میں تیرے احسان کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر کیا اور میرے ماں باپ پر کیا اور یہ کہ میں وہ نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو۔ اور میری اولاد میں بھی مجھ کو نیک اولاد دے۔ میں نے تیری طرف رجوع کیا اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔ یہ لوگ ہیں جن کے اچھے اعمال کو ہم قبول کریں گے اور ان کی برائیوں سے درگزر کریں گے، وہ اہل جنت میں سے ہوں گے، سچا وعدہ جو ان سے کیا جاتا تھا۔ ۱۶-۱۵

انسانی نسل کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی ایک ماں اور ایک باپ کے ذریعہ وجود میں آتا ہے جو اس کی پرورش کرکے اس کو بڑا بناتے ہیں۔ یہ گویا انسان کی تربیت کا فطری نظام ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ اس کے ذریعہ سے انسان کے اندر حقوق وفرائض کا شعور پیدا ہو۔ اس کے اندر یہ جذبہ پیدا ہو کہ اسے اپنے محسن کا احسان ماننا ہے اور اس کا حق ادا کرنا ہے۔ یہ جذبہ بیک وقت انسان کو دوسرے انسانوں کے حقوق ادا کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اسی کے ساتھ خالق ومالک خدا کے عظیم تر حقوق کو ادا کرنے کی تعلیم بھی۔

جو لوگ فطرت کے معلم سے سبق لیں۔ جو لوگ اپنے شعور کو اس طرح بیدار کریں کہ وہ اپنے والدین سے لے کر اپنے خدا تک ہر ایک کے حقوق کو پہچانیں اور ان کو ٹھیک ٹھیک ادا کریں، وہی وہ لوگ ہیں جو آخرت میں خدا کی ابدی رحمتوں کے مستحق قرار دئے جائیں گے۔

وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِيْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ڰ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ښ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ۝

اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ میں بیزار ہوں تم سے۔ کیا تم مجھ کو یہ خوف دلاتے ہو کہ میں قبر سے نکالا جاؤں گا، حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی قومیں گزر چکی ہیں اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے ہیں کہ تیری

خرابی ہو، تو ایمان لا، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پس وہ کہتا ہے کہ یہ سب اگلوں کی کہانیاں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کا قول پورا ہوا ان گروہوں کے ساتھ جو ان سے پہلے گزرے جنوں اور انسانوں میں سے۔ بے شک وہ خسارہ میں رہے۔ ۱۸-۱۷

جو اولاد اپنے والدین کی فرماں بردار ہو وہ خدا کی بھی فرماں بردار ہوتی ہے۔ اس کے برعکس نافرمان اولاد کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ بڑی عمر کو پہنچتے ہی بھول جاتے ہیں کہ ان کے والدین نے بے شمار مصیبتیں اٹھا کر ان کو اس مقام تک پہنچایا ہے۔

کسی شخص کے سب سے زیادہ خیر خواہ اس کے والدین ہوتے ہیں۔ والدین اپنی اولاد کو جو مشورہ دیتے ہیں وہ سراسر بے غرضانہ خیر خواہی پر مبنی ہوتا ہے۔ اس لئے انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے صالح والدین کے مشوروں کا سب سے زیادہ لحاظ کرے۔ جو شخص اپنے صالح والدین کے مشوروں پر انھیں جھڑک دے وہ اپنی اس روش سے ظاہر کرتا ہے کہ وہ نہایت سنگ دل انسان ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو سب سے زیادہ خسارہ میں پڑنے والے ہیں۔

وَلِكُلٍّ دَرَجَٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوا ۖ وَلِيُوَفِّيَهُمْ أَعْمَٰلَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٩﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَٰتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُم بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنتُمْ تَفْسُقُونَ ﴿٢٠﴾ ع ۲

اور ہر ایک کے لئے ان کے اعمال کے اعتبار سے درجے ہوں گے۔ اور تاکہ اللہ سب کو ان کے اعمال پورے کردے اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ اور جس دن انکار کرنے والے آگ کے سامنے لائے جائیں گے، تم اپنی اچھی چیزیں دنیا کی زندگی میں لے چکے اور ان کو برت چکے تو آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی، اس وجہ سے کہ تم دنیا میں ناحق تکبر کرتے تھے اور اس وجہ سے کہ تم نافرمانی کرتے تھے۔ ۲۰-۱۹

ایک شخص کے سامنے حق آتا ہے اور وہ دنیوی مصلحت اور مادی مفاد کی خاطر اس کو اختیار نہیں کرتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے آخرت کے مقابلہ میں دنیا کو اہمیت دی۔ اس نے طیبات آخرت کے مقابلہ میں طیبات دنیا کو اپنے لئے پسند کرلیا۔

اسی طرح اپنی بڑائی کا احساس آدمی کے لئے بے حد لذیذ چیز ہے۔ جب ایسا ہو کہ اپنی بڑائی کا گھروندا توڑ کر حق کو قبول کرنا ہو اور آدمی اپنی بڑائی کو بچانے کے لئے حق کو قبول نہ کرے، اس وقت بھی گویا اس نے طیبات دنیا کو ترجیح دی اور طیبات آخرت کو ناقابل لحاظ سمجھ کر چھوڑ دیا۔

ایسے تمام لوگ جنھوں نے دنیا کی طیبات کی خاطر آخرت کی طیبات کو نظر انداز کیا وہ آخرت میں ذلت کے عذاب سے دوچار ہوں گے۔ جس کا عمل جس درجہ کا ہوگا اس کے بقدر وہ اپنے عمل کا انجام آخرت میں پائے گا۔

وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٢١﴾ قَالُوا أَجِئْتَنَا لِتَأْفِكَنَا عَنْ آلِهَتِنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٢٢﴾ قَالَ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ وَأُبَلِّغُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ وَلَٰكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ﴿٢٣﴾

اور عاد کے بھائی (ہود) کو یاد کرو۔ جب کہ اس نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرایا ــــ اور ڈرانے والے اس سے پہلے بھی گذر چکے تھے اور اس کے بعد بھی آئے ــــ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ میں تم پر ایک ہولناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دو۔ پس اگر تم سچے ہو تو وہ چیز ہم پر لاؤ جس کا تم ہم سے وعدہ کرتے ہو۔ اس نے کہا کہ اس کا علم تو اللہ کو ہے، اور میں تو تم کو وہ پیغام پہنچا رہا ہوں جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے لیکن میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم لوگ نادانی کی باتیں کرتے ہو۔ ۲۳-۲۱

قوم عاد جنوبی عرب کے اس علاقہ میں آباد تھی جس کو اب الربع الخالی کہا جاتا ہے۔ اس قوم نے کافی ترقی کی مگر اس کی ترقیوں نے اس کو غفلت اور سرکشی میں مبتلا کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے ایک فرد حضرت ہودؑ کو پیغمبر بنا کر اس کی طرف بھیجا۔

حضرت ہود نے قوم کو ڈرایا۔ مگر وہ اصلاح قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوئی۔ اس نے اپنے پیغمبر کا استقبال جہالت سے کیا۔ آخر کار وہ خدا کی پکڑ میں آگئی۔ اس پر ایسا سخت عذاب آیا کہ اس کا سرسبز اور شاندار

علاقہ محض ایک خشک صحرا بن کر رہ گیا۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ بَلْ هُوَ
مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢٤﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا
فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٢٥﴾

پس جب انھوں نے اس کو بادل کی شکل میں اپنی وادیوں کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کہا کہ یہ تو بادل ہے جو ہم پر برسے گا۔ نہیں بلکہ یہ وہ چیز ہے جس کی تم جلدی کر رہے تھے۔ ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔ وہ ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے اکھاڑ پھینکے گی۔ پس وہ ایسے ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا وہاں کچھ نظر نہ آتا تھا۔ مجرموں کو ہم اسی طرح سزا دیتے ہیں۔ ۲۵-۲۴

عذاب کے بادل کو عاد کے لوگ بارش کا بادل سمجھے۔ وہ اس کی حقیقت کو صرف اس وقت سمجھ سکے جب کہ عذاب کی آندھی نے ان کی بستیوں میں داخل ہو کر ان کو بالکل کھنڈر بنا دیا —— انسان اتنا ظالم ہے کہ وہ ایک لمحہ پہلے تک بھی حق کا اعتراف نہیں کرتا۔ وہ صرف اس وقت اعتراف کرتا ہے جب کہ اعتراف کرنے کا موقع اس سے چھین گیا ہو۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّ
اَفْـِٕدَةً ڮ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ
اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَلَقَدْ
اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٧﴾ فَلَوْلَا
نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۭ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ
اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٢٨﴾

اور ہم نے ان لوگوں کو ان باتوں میں قدرت دی تھی کہ تم کو ان باتوں میں قدرت نہیں دی اور ہم نے ان کو کان اور آنکھ اور دل دئے۔ مگر وہ کان ان کے کچھ کام نہ آئے اور نہ آنکھیں اور نہ دل۔ کیوں کہ وہ اللہ

کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور ان کو اس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ اور ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیاں بھی تباہ کر دیں۔ اور ہم نے بار بار اپنی نشانیاں بتائیں تاکہ وہ باز آئیں۔ پس کیوں نہ ان کی مدد کی انھوں نے جن کو انھوں نے خدا کے تقرب کے لئے معبود بنا رکھا تھا۔ بلکہ وہ سب ان سے کھوئے گئے اور یہ ان کا جھوٹ تھا اور ان کی گھڑی ہوئی بات تھی۔ ۲۸-۲۶

قریش کے سرداروں کو جو دنیوی مرتبہ حاصل تھا اس نے انھیں سرکش بنا رکھا تھا۔ ان کو یاد دلایا گیا کہ اپنے پڑوس کی قوم عاد کو دیکھو۔ اس کو تمدنی اعتبار سے تم سے بھی زیادہ بڑا درجہ حاصل تھا۔ اس کے باوجود جب خدا کا فیصلہ آیا تو اس کی ساری بڑائی غارت ہو کر رہ گئی۔ ان چیزوں میں سے کوئی چیز اس کا سہارا نہ بن سکی جن کو انھوں نے اپنا سہارا سمجھ رکھا تھا۔

انسان آخر کار خدا کی بڑائی کے مقابلہ میں چھوٹا ہونے والا ہے۔ مگر دنیا کا نظام کچھ اس طرح بنایا گیا ہے کہ اسی دنیا میں آدمی کو بار بار دوسروں کے مقابلہ میں چھوٹا ہونا پڑتا ہے۔ اس طرح کے واقعات خدا کی نشانیاں ہیں۔ آدمی اگر ان نشانیوں سے سبق لے تو آخرت کے دن چھوٹا کئے جانے سے پہلے وہ خود اپنے آپ کو چھوٹا کر لے۔ وہ آخرت سے پہلے اسی دنیا میں حقیقت پسند بن جائے۔

انسان کے سامنے مختلف قسم کے واقعات خدائی نشانی بن کر ظاہر ہوتے ہیں۔ مگر وہ اندھا بہرا بنا رہتا ہے۔ وہ ان سے سبق لینے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

وَإِذْ صَرَفْنَآ إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوٓا أَنصِتُوا
فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ ۝ قَالُوا يَا قَوْمَنَآ إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنزِلَ
مِن بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيٓ إِلَى الْحَقِّ وَإِلَىٰ طَرِيقٍ
مُّسْتَقِيمٍ ۝ يَا قَوْمَنَآ أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ
وَيُجِرْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ وَمَن لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي
الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِن دُونِهِ أَوْلِيَآءُ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝

اور جب ہم جنات کے ایک گروہ کو تمہاری طرف لے آئے، وہ قرآن سننے لگے۔ پس جب وہ اس کے پاس آئے تو کہنے لگے کہ چپ رہو۔ پھر جب قرآن پڑھا جا چکا تو وہ لوگ ڈرانے والے بن کر اپنی قوم کی طرف واپس

گئے۔ انھوں نے کہا کہ اے ہماری قوم، ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد اتاری گئی ہے، ان پیشین گوئیوں کی تصدیق کرتی ہوئی جو اس کے پہلے سے موجود ہیں۔ وہ حق کی طرف اور ایک سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اے ہماری قوم، اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کرو اور اس پر ایمان لے آؤ، اللہ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور تم کو دردناک عذاب سے بچالے گا۔ اور جو شخص اللہ کے داعی کی دعوت پر لبیک نہیں کہے گا تو وہ زمین میں ہرا نہیں سکتا اور اللہ کے سوا اس کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ ایسے لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔ ۲۹-۳۲

نبوت کے دسویں سال مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بے حد سخت ہو چکے تھے۔ اس وقت آپ نے مکہ سے طائف کی طرف سفر فرمایا کہ شاید آپ کو کچھ ساتھ دینے والے مل سکیں۔ مگر وہاں کے لوگوں نے آپ کا بہت برا استقبال کیا۔ واپسی میں آپ رات گزارنے کے لئے نخلہ کے مقام پر ٹھہرے۔ یہاں آپ نماز میں قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے کہ جنات کے ایک گروہ نے قرآن کو سنا۔ اور وہ اسی وقت اس کے مومن بن گئے ــــــ ایک گروہ قرآن کو رد کر رہا تھا۔ مگر عین اسی وقت دوسرا گروہ قرآن کو قبول کر رہا تھا۔ اور اتنی شدت کے ساتھ قبول کر رہا تھا کہ اسی وقت وہ اس کا مبلغ بن گیا۔

اللہ کے داعی کی بات کو رد کرنا گویا خدا کے منصوبہ کو رد کرنا ہے۔ مگر انسان کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ خدا کے منصوبہ کو رد کر سکے۔ اس لئے ایسی کوشش کرنے والے کا انجام صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ خود رد ہو کر رہ جاتا ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَي النَّارِ ۭ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝

کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ جس خدا نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ ان کے پیدا کرنے سے نہیں تھکا، اس پر قدرت رکھتا ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کر دے، ہاں وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور جس دن یہ انکار کرنے والے آگ کے سامنے لائے جائیں گے، کیا یہ حقیقت نہیں ہے۔ وہ کہیں گے کہ ہاں، ہمارے رب کی قسم۔

ارشاد ہوگا پھر چکھو عذاب اس انکار کے بدلے جو تم کر رہے تھے۔ ۳۴-۳۳

زمین و آسمان جیسی عظیم کائنات کا وجود میں آنا، اور پھر اربوں سال سے اس کا نہایت صحت اور ہم آہنگی کے ساتھ چلتے رہنا یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کائنات کا پیدا کرنے والا عظیم ترین طاقتوں کا مالک ہے۔ نیز یہ کہ اس کائنات کو وجود میں لانا اس کے لئے عجز کا باعث نہیں بنا۔ تخلیق کا عمل اگر اسے تھکا دیتا تو تخلیق کے بعد وہ اتنی صحت کے ساتھ چلتی ہوئی نظر نہ آتی۔

خدا کی عظیم طاقت و قدرت کا مظاہرہ جو کائنات کی سطح پر ہو رہا ہے وہ یہ یقین کرنے کے لیے کافی ہے کہ انسانی نسل کو دوبارہ زندہ کرنا اور اس سے اس کے اعمال کا حساب لینا اس کے لئے کچھ مشکل نہیں۔

موجودہ دنیا میں آدمی کے سامنے حقیقت آتی ہے مگر وہ اس کو نہیں مانتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ موجودہ دنیا میں حقیقت کے انکار کا انجام فوراً سامنے نہیں آتا۔ آخرت میں انکار کا ہولناک انجام ہر آدمی کے سامنے ہوگا۔ اس وقت وہ انتہائی حد تک سنجیدہ ہو جائے گا اور اس حقیقت کا فوراً اقرار کر لے گا جس کو موجودہ دنیا میں وہ ماننے کے لئے تیار نہ ہوتا تھا۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ ۚ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ ۚ بَلَاغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٣٥﴾

پس تم صبر کرو جس طرح ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا۔ اور ان کے لئے جلدی نہ کرو۔ جس دن یہ لوگ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے تو گویا کہ وہ دن کی ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہے۔ یہ پہنچا دینا ہے۔ پس وہی لوگ برباد ہوں گے جو نافرمانی کرنے والے ہیں۔ ۳۵

حق کی دعوت دینے والے کو ہمیشہ صبر کی زمین پر کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ صبر دراصل اس کا نام ہے کہ مدعو کی ایذارسانیوں کو داعی یک طرفہ طور پر نظر انداز کرے۔ وہ مدعو کے ضد اور انکار کے باوجود مسلسل اس کو دعوت پہنچاتا رہے۔ داعی اپنے مدعو کا ہر حال میں خیر خواہ بنا رہے۔ خواہ مدعو کی طرف سے اس کو کتنی ہی زیادہ ناخوش گواریوں کا تجربہ کیوں نہ ہو رہا ہو۔ یہ یک طرفہ صبر اس لئے ضروری ہے کہ اس

کے بغیر مدعو کے اوپر خدا کی حجت تمام نہیں ہوتی۔

خدا کے تمام پیغمبروں نے ہر زمانہ میں اسی طرح صبر و استقامت کے ساتھ دعوت حق کا کام کیا ہے۔ آئندہ بھی پیغمبروں کی نیابت میں جو لوگ دعوت حق کا کام کریں ان کو اسی نمونہ پر دعوت کا کام کرنا ہے۔ خدا کے یہاں داعی کا مقام صرف انھیں لوگوں کے لئے مقدر ہے جو یک طرفہ برداشت کا حوصلہ دکھا سکیں۔

سورۃ محمد مدنیۃ وھی ثمان و ثلاثون آیۃ واربع رکوعات — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

جن لوگوں نے انکار کیا اور اللہ کے راستہ سے روکا، اللہ نے ان کے اعمال کو رائیگاں کر دیا۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کئے اور اس چیز کو مانا جو محمد پر اتارا گیا ہے، اور وہ حق ہے ان کے رب کی طرف سے، اللہ نے ان کی برائیاں ان سے دور کر دیں اور ان کا حال درست کر دیا۔ یہ اس لئے کہ جن لوگوں نے انکار کیا انھوں نے باطل کی پیروی کی۔ اور جو لوگ ایمان لائے انھوں نے حق کی پیروی کی جو ان کے رب کی طرف سے ہے۔ اس طرح اللہ لوگوں کے لئے ان کی مثالیں بیان کرتا ہے۔ ۳-۱

قدیم عرب میں جن لوگوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا اور آپ کی مخالفت کی ان کے اعمال ضائع ہو گئے۔ اس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ انھوں نے چوں کہ شعوری سطح پر دین داری کا ثبوت نہیں دیا اس لئے ان کے وہ اعمال بھی بے قیمت قرار پائے جو وہ روایتی دینداری کی سطح پر انجام دے رہے تھے۔

قدیم عرب کے لوگ اپنے آپ کو ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) کی امت سمجھتے تھے انھیں خانہ کعبہ کا منتظم ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ ان کے یہاں کسی نہ کسی شکل میں نماز، روزہ، حج کا رواج

بھی موجود تھا۔ حاجیوں کی خدمت، رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک، مہمانوں کی تواضع، کا بھی ان کے یہاں چرچا تھا۔ یہ سب کام اگرچہ وہ بظاہر کر رہے تھے مگر وہ ان کی شعوری دینداری کا حصہ نہ تھے۔ وہ محض روایتی طور پر ان کی زندگی کا جزء بنے ہوئے تھے۔ ان اعمال کو وہ اس لئے کر رہے تھے کہ وہ صدیوں سے ان کے درمیان رائج چلے آرہے تھے۔

مگر وقت کے پیغمبر کو پہچاننے کے لئے ضروری تھا کہ وہ اپنے شعور کو متحرک کریں۔ وہ ذاتی معرفت کی سطح پر اسے پائیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس وقت قدیم روایات کا زور شامل نہ تھا اس لئے آپ کو وہی شخص پہچان سکتا تھا جو ذاتی شعور کی سطح پر حقیقت کو پہچاننے کی صلاحیت رکھتا ہو جب انھوں نے وقت کے پیغمبر کا انکار کیا تو یہ ثابت ہو گیا کہ ان کی دینداری محض روایت کے تحت ہے نہ کہ شعور کے تحت۔ اور اللہ کو شعوری دین داری مطلوب ہے نہ کہ محض روایتی دینداری۔

اس کے برعکس جو لوگ وقت کے پیغمبر پر ایمان لائے انھوں نے یہ ثبوت دیا کہ وہ شعور کی سطح پر دین دار بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ وہ خدا کے یہاں قابل قبول اور قابل انعام قرار پائے ——— تاریخ کا تجربہ بتاتا ہے کہ ماضی کے زور پر ماننے والے لوگ حال کی معرفت کے امتحان میں فیل ہو جاتے ہیں۔ دوسروں کی نظر سے دیکھنے والے اپنی نظر سے دیکھنے میں ہمیشہ ناکام رہتے ہیں۔

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۚ ذَٰلِكَ ۛ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُم بِبَعْضٍ ۗ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ④ سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ⑤ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ⑥

منزل ۷ (وقف لازم / عند المتقدمین)

پس جب منکروں سے تمہارا مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارو۔ یہاں تک کہ جب خوب قتل کر چکو تو ان کو مضبوط باندھ لو۔ پھر اس کے بعد یا تو احسان کر کے چھوڑنا ہے یا معاوضہ لے کر۔ یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے۔ یہ ہے کام۔ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ان سے بدلہ لے لیتا، مگر تاکہ وہ تم لوگوں کو ایک دوسرے سے آزمائے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں گے، اللہ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ وہ ان کی رہنمائی فرمائے گا اور ان کا حال درست کر دے گا۔ اور ان کو جنت میں داخل کرے گا جس کی انھیں

پہچان کرادی ہے۔ ۶-۴

یہاں انکار کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اتمام حجت کے باوجود ایمان نہیں لائے اور مزید یہ کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ کے خلاف ناحق جنگ چھیڑ دی اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفاعی قدم اٹھانے پر مجبور کر دیا۔ ایسے لوگوں کے بارہ میں حکم دیا گیا کہ جب ان سے تمہاری مڈبھیڑ ہو تو ان سے لڑ کر ان کا زور توڑ دو، تاکہ وہ آئندہ دعوت حق کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ قانون رہا ہے کہ جن قوموں نے اپنے پیغمبروں کا انکار کیا وہ اتمام حجت کے بعد ہلاک کر دی گئیں۔ مگر پیغمبر آخر الزماں کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کو یہ مطلوب تھا کہ آپ اور آپ کے ساتھیوں کے ذریعہ شرک کا دور ختم کیا جائے اور توحید کی بنیاد پر ایک نئی تاریخ وجود میں لائی جائے۔ ایسے تاریخ ساز انسانوں کا انتخاب سخت ترین حالات ہی میں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ مخالفین کی طرف سے چھیڑی ہوئی جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو داخل کر کے یہی فائدہ حاصل کیا گیا۔

جنت مومن کی ایک انتہائی معلوم چیز ہے۔ وہ نہ صرف پیغمبر سے اس کی خبر سنتا ہے بلکہ اپنی بڑھی ہوئی معرفت کے ذریعہ وہ اس کا تصوراتی ادراک بھی کر لیتا ہے۔ غیب میں چھپی ہوئی جنت کا یہی گہرا ادراک ہے جو آدمی کو یہ حوصلہ دیتا ہے کہ وہ قربانی کی قیمت پر اس کا طالب بن سکے۔ اگر ایسا نہ ہو تو کوئی شخص آج کی دنیا کو قربان کر کے کل کی جنت کا امیدوار نہ بنے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝۷ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۸ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝۹ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۡ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ۝۱۰ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۝۱۱ ع ۵

اے ایمان والو، اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو جما دے گا۔ اور جن لوگوں نے انکار کیا ان کے لئے تباہی ہے اور اللہ ان کے اعمال کو ضائع کر دے گا۔ یہ اس سبب سے کہ انھوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جو اللہ نے اتاری ہے۔ پس اللہ نے ان کے اعمال کو اکارت کر دیا۔ کیا یہ لوگ

ملک میں چلے پھرے نہیں کہ وہ ان لوگوں کا انجام دیکھتے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اللہ نے ان کو اکھاڑ پھینکا اور منکروں کے سامنے انھیں کی مثالیں آنی ہیں۔ یہ اس سبب سے کہ اللہ ایمان والوں کا کارساز ہے اور منکروں کا کوئی کارساز نہیں۔ ۱۱ - ۷

واقعات کو ظہور میں لانے والا خدا ہے۔ مگر وہ واقعات کو اسباب کے پردہ میں ظہور میں لاتا ہے۔ یہی معاملہ دین کا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ مطلوب ہے کہ باطل کا زور ٹوٹے اور حق کو دنیا میں غلبہ اور استحکام حاصل ہو۔ مگر اس واقعہ کو ظہور میں لانے کے لئے اللہ تعالیٰ کو کچھ ایسے افراد درکار ہیں جو اس خدائی عمل کا انسانی پردہ بنیں۔ یہی وہ معاملہ ہے جس کو یہاں خدا کی نصرت کرنا کہا گیا ہے۔

جب ایک گروہ خدا کی نصرت کے لئے اٹھتا ہے تو وہ اسی کے ساتھ دوسرا کام یہ کرتا ہے کہ وہ منکرین کا منکرین ہونا ثابت کرتا ہے۔ خدا کی نصرت کرنے والے افراد انتہائی سنجیدگی اور خیر خواہی کے ساتھ لوگوں کو خدا کی طرف بلاتے ہیں۔ وہ ہر خلاف حق رویہ سے بچتے ہوئے دین کی گواہی دیتے ہیں۔ وہ حق کے حق ہونے کو آخری حد تک ثابت شدہ بنا دیتے ہیں۔ اس طرح منکرین کے اوپر وہ اتمام حجت ہو جاتا ہے جو آخرت کے فیصلہ کے لئے اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے۔

باطل پرست لازماً زیر ہوتے ہیں اور حق پرست لازماً ان کے اوپر غالب آتے ہیں، بشرطیکہ حق پرست گروہ اُس عمل کو انجام دے جو خدا کی سنت کے مطابق خدا کی حمایت کو حاصل کرنے کے لئے انجام دینا چاہئے۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ ۝ وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِنْ قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ أَهْلَكْنَاهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۝

بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیا ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اور جن لوگوں نے انکار کیا وہ برت رہے ہیں اور کھا رہے ہیں جیسے کہ چوپائے کھائیں، اور آگ ان لوگوں کا ٹھکانا ہے۔ اور کتنی ہی بستیاں ہیں جو قوت میں تمہاری اس بستی سے زیادہ تھیں جس نے

تم کو نکالا ہے۔ ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔ پس کوئی ان کا مددگار نہ ہوا۔ ١٣ - ١٢

عرب میں جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا ان کو آپ نے یہ پیشگی خبر دی کہ تم جو کھا پی رہے ہو تو یہ مت سمجھو کہ تم آزاد ہو۔ تم پوری طرح خدا کی گرفت میں ہو۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اگر تم اپنے انکار پر قائم رہے تو خدا کے قانون کے مطابق تم تباہ کر دئے جاؤ گے۔

یہ واقعہ عین پیشین گوئی کے مطابق ظہور میں آیا۔ توحید کے علم بردار غالب آئے اور جو لوگ شرک کے علم بردار بنے ہوئے تھے وہ ہمیشہ کے لئے نابود ہو گئے۔

أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ كَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُم ﴿١٤﴾
مَّثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ
لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۖ
وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ ۖ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ
وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ﴿١٥﴾

کیا وہ جو اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہے۔ وہ اس کی طرح ہو جائے گا جس کی بدعملی اس کے لئے خوشنما بنا دی گئی ہے اور وہ اپنی خواہشات پر چل رہے ہیں۔ جنت کی مثال جس کا وعدہ ڈرنے والوں سے کیا گیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں نہریں ہیں ایسے پانی کی جس میں تغیر نہ ہوگا اور نہریں ہوں گی دودھ کی جس کا مزا نہیں بدلا ہوگا اور نہریں ہوں گی شراب کی جو پینے والوں کے لئے لذیذ ہوگی اور نہریں ہوں گی شہد کی جو بالکل صاف ہوگا۔ اور ان کے لئے وہاں ہر قسم کے پھل ہوں گے۔ اور ان کے رب کی طرف سے بخشش ہوگی۔ کیا یہ لوگ ان جیسے ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ آگ میں رہیں گے اور ان کو کھولتا ہوا پانی پینے کے لئے دیا جائے گا، پس وہ ان کی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ ١٥ - ١٤

بینہ (دلیل) پر کھڑا ہونا اپنی زندگی کی تعمیر حقیقت واقعہ کی بنیاد پر کرنا ہے۔ اس کے برعکس جو شخص اہوا (اپنی خواہشات) پر کھڑا ہوتا ہے وہ حقیقت واقعہ سے انحراف کرتا ہے، وہ خدا کی دنیا میں خدا کی مرضی کے خلاف اپنی دنیا بنانا چاہتا ہے۔

موجودہ امتحان کی دنیا میں دونوں گروہ بظاہر یکساں مواقع پا رہے ہیں۔ مگر آخرت کی حقیقی دنیا میں صرف پہلا گروہ خدا کی ابدی نعمتوں میں حصہ پائے گا اور دوسرا گروہ ہمیشہ کے لئے ذلیل اور ناکام ہو کر رہ جائے گا۔

وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتَّى إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنِفًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ ﴿۱۷﴾

اور ان میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو تمہاری طرف کان لگاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ تمہارے پاس سے باہر جاتے ہیں تو علم والوں سے پوچھتے ہیں کہ انھوں نے ابھی کیا کہا۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگادی۔ اور وہ اپنی خواہشوں پر چلتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے ہدایت کی راہ اختیار کی تو اللہ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور ان کو ان کی پرہیزگاری عطا کرتا ہے۔ ۱۷-۱۶

منافق آدمی کی ایک پہچان یہ ہے کہ وہ سنجیدہ مجلس میں بیٹھتا ہے تو بظاہر بہت با ادب نظر آتا ہے مگر اس کا ذہن دوسری دوسری چیزوں میں لگا رہتا ہے۔ وہ مجلس میں بیٹھ کر بھی مجلس کی بات نہیں سن پاتا۔ چنانچہ جب وہ مجلس سے باہر آتا ہے تو دوسرے اصحاب علم سے پوچھتا ہے کہ "حضرت نے کیا فرمایا"۔

یہ وہ قیمت ہے جو اپنی خواہش پرستی کی بنا پر انھیں ادا کرنی پڑتی ہے۔ وہ اپنے اوپر اپنی خواہش کو غالب کر لیتے ہیں۔ وہ دلیل کی پیروی کرنے کے بجائے اپنی خواہش کی پیروی کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دھیرے دھیرے ان کے احساسات کند ہو جاتے ہیں۔ ان کی عقل اس قابل نہیں رہتی کہ وہ بلند حقیقتوں کا ادراک کر سکے۔

اس کے برعکس جو لوگ حقیقتوں کو اہمیت دیں، جو سچی دلیل کے آگے جھک جائیں، وہ اس عمل سے اپنی فکری صلاحیت کو زندہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی معرفت میں دن بدن اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ ان کو ابدی طور پر جمود ناآشنا ایمان حاصل ہو جاتا ہے۔

فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا

جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ
وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾ ع

یہ لوگ تو بس اس کے منتظر ہیں کہ قیامت ان پر اچانک آجائے تو اس کی علامتیں ظاہر ہو چکی ہیں۔ پس جب وہ آجائے گی تو ان کے لئے نصیحت حاصل کرنے کا موقع کہاں رہے گا۔ پس جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور معافی مانگو اپنے قصور کے لئے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے۔ اور اللہ جانتا ہے تمہارے چلنے پھرنے کو اور تمہارے ٹھکانوں کو۔ ۱۹-۱۸

زلزلہ کے آنے کی پیشگی اطلاع سے جو شخص چوکنا نہ ہو وہ گویا زلزلہ کے آنے کا منتظر ہے۔ کیوں کہ ہر اگلا لمحہ زلزلہ کو اس کے قریب لا رہا ہے۔ اسی طرح قیامت کی چیتاونی سے آدمی متنبہ نہیں ہوتا مگر جب قیامت اس کے سر پر ٹوٹ پڑے گی تو وہ اعتراف کرنے لگے گا۔ مگر اس وقت کا اعتراف اسے فائدہ نہ دے گا کیونکہ اعتراف وہ ہے جو پردہ اٹھنے سے پہلے کیا جائے۔ پردہ اٹھنے کے بعد اعتراف کی کوئی قیمت نہیں۔

استغفار دراصل احساس عجز کا ایک اظہار ہے۔ قیامت کی ہولناکی کا یقین اور اللہ کی قدرت اور اس کے ہر چیز سے باخبر ہونے کا احساس آدمی کے اندر جو نفسیاتی ہیجان پیدا کرتا ہے وہ ہر لمحہ لطیف کلمات میں ڈھلتا رہتا ہے۔ انھیں کلمات کو ذکر اور دعا اور استغفار کہا جاتا ہے۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا
الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ
مِنَ الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴿۲۰﴾ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۫ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۫ فَلَوْ صَدَقُوا
اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿۲۱﴾ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا
اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾

اور جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کوئی سورہ کیوں نہیں اتاری جاتی۔ پس جب ایک واضح سورہ اتار دی گئی اور اس میں جنگ کا بھی ذکر تھا تو تم نے دیکھا کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ تمہاری طرف اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پر موت چھا گئی ہو۔ پس خرابی ہے ان کی۔ حکم ماننا ہے اور بھلی بات کہنا ہے۔ پس جب معاملہ

کا قطعی فیصلہ ہو جائے تو اگر وہ اللہ سے سچے رہتے تو ان کے لئے بہت بہتر ہوتا۔ پس اگر تم پھر گئے تو اس کے سوا تم سے کچھ متوقع نہیں کہ تم زمین میں فساد کرو اور آپس کی قرابتوں کو قطع کرو۔ یہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے اپنی رحمت سے دور کیا، پس ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ ۲۳-۲۰

منافق کی پہچان یہ ہے کہ وہ الفاظ میں سب سے آگے اور عمل میں سب سے پیچھے ہو۔ جہاد سے پہلے وہ جہاد کی باتیں کرے اور جب جہاد واقعۃً پیش آ جائے تو وہ اس سے بھاگ کھڑا ہو۔

سچے اہل ایمان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ہر وقت سننے اور ماننے کے لئے تیار رہے اور جب کسی سخت اقدام کا فیصلہ ہو جائے تو اپنے عمل سے ثابت کر دے کہ اس نے خدا کو گواہ بنا کر جو عہد کیا تھا اس عہد میں وہ پورا اترا۔

منافق لوگ جہاد سے بچنے کے لئے بظاہر امن پسندی کی باتیں کرتے ہیں۔ مگر عملاً صورت حال یہ ہے کہ جہاں انھیں موقع ملتا ہے وہ فوراً شر پھیلانا شروع کر دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ جن مسلمانوں سے ان کی قرابتیں ہیں ان کی مطلق پروا نہ کرتے ہوئے ان کے دشمنوں کے مددگار بن جاتے ہیں۔ ایسے لوگ خدا کی نظر میں ملعون ہیں۔ ملعون ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت اس سے چھن جائے۔ وہ آنکھ رکھتے ہوئے بھی نہ دیکھے اور کان رکھتے ہوئے بھی کچھ نہ سنے۔

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴿٢٤﴾ إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِم
مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ ﴿٢٥﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا
لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ﴿٢٦﴾ فَكَيْفَ
إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ﴿٢٧﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ
ع ۹/۳ اللَّهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ﴿٢٨﴾

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا دلوں پر ان کے تالے لگے ہوئے ہیں۔ جو لوگ پیٹھ پھیر کر ہٹ گئے، بعد اس کے کہ ہدایت ان پر واضح ہو گئی، شیطان نے ان کو فریب دیا اور اللہ نے ان کو ڈھیل دے دی۔ یہ اس سبب سے ہوا کہ انھوں نے ان لوگوں سے جو کہ خدا کی اتاری ہوئی چیز کو ناپسند کرتے ہیں، کہا کہ بعض باتوں میں ہم تمہارا کہنا مان لیں گے۔ اور اللہ ان کی رازداری کو جانتا ہے۔ پس اس وقت

کیا ہوگا جب کہ فرشتے ان کی روحیں قبض کرتے ہوں گے، ان کے منھ اور ان کی پیٹھوں پر مارتے ہوئے یہ اس سبب سے کہ انھوں نے اس چیز کی پیروی کی جو اللہ کو غصہ دلانے والی تھی اور انھوں نے اس کی رضا کو ناپسند کیا۔ پس اللہ نے ان کے اعمال اکارت کردئے۔ ۲۸ - ۲۴

قرآن نصیحت کی کتاب ہے مگر کسی چیز سے نصیحت لینے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی نصیحت کے بارہ میں سنجیدہ ہو۔ اگر کوئی غلط جذبہ آدمی کے اندر داخل ہو کر اس کو نصیحت کے بارہ میں غیر سنجیدہ بنادے تو وہ کبھی نصیحت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا، خواہ نصیحت کو کتنا ہی اچھے انداز میں بیان کیا گیا ہو۔

دین کا کوئی ایسا حکم سامنے آئے جس میں آدمی کو اپنی خواہشات اور مفادات کی قربانی دینی ہو تو شیطان فوراً آدمی کو کوئی جھوٹا عذر سمجھا دیتا ہے۔ اور موجودہ دنیا میں مہلت امتحان کی وجہ سے آدمی کو موقع مل جاتا ہے کہ وہ اس جھوٹے عذر کو عملاً بھی اختیار کرلے۔ مگر یہ سب کچھ صرف چند دنوں تک کے لئے ہے۔ موت کا وقت آتے ہی ساری صورت حال بالکل مختلف ہو جائے گی۔

یہاں نفاق کے لئے ارتداد کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ مگر معلوم ہے کہ مدینہ کے ان منافقین کو ارتداد کی مقررہ سزا نہیں دی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ارتداد کی شرعی سزا صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو اعلان کے ساتھ مرتد ہو جائیں۔ ہم ایسا نہیں کر سکتے کہ کسی شخص کو بطور خود قلبی مرتد قرار دیں اور پھر اس کو وہ سزا دینے لگیں جو شریعت میں مرتدین کے لئے مقرر ہے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾

جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ ان کے کینے کو کبھی ظاہر نہ کرے گا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہم ان کو تمھیں دکھا دیتے، پس تم ان کی علامتوں سے ان کو پہچان لیتے۔ اور تم ان کے انداز کلام سے ضرور ان کو پہچان لوگے۔ اور اللہ تمہارے اعمال کو جانتا ہے۔ ۳۰ - ۲۹

منافقین کی بیماری یہ تھی کہ ان کے سینوں میں حسد (ضغن) تھا۔ منافق مسلمانوں کو اپنے مخلص

برادران دین سے یہ حسد کیوں تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اسلام کی ہر ترقی انھیں مخلص مسلمانوں کے حصہ میں جاتی ہوئی نظر آتی تھی۔ یہ چیز منافقین کے لئے بے حد شاق تھی۔ وہ سوچتے تھے کہ ہم ایسی مہم میں اپنا جان و مال کیوں کھپائیں جس میں دوسروں کی حیثیت بڑھے، جس میں دوسروں کو بڑائی حاصل ہوتی ہو۔

منافقین اپنے ظاہری رویہ میں اپنی اس اندرونی حالت کو چھپاتے تھے مگر سمجھ دار لوگوں کے لئے وہ چھپا ہوا نہ تھا۔ منافقین کا مصنوعی لہجہ، ان کی درد سے خالی آواز بتا دیتی تھی کہ اسلام سے ان کا تعلق محض دکھاوے کا تعلق ہے نہ کہ حقیقی معنوں میں قلبی تعلق۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَاۗقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـــًٔا ۭ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ۝

اور ہم ضرور تم کو آزمائیں گے تاکہ ہم ان لوگوں کو جان لیں جو تم میں جہاد کرنے والے ہیں اور ثابت قدم رہنے والے ہیں اور ہم تمہارے حالات کی جانچ کر لیں۔ بے شک جن لوگوں نے انکار کیا اور اللہ کے راستے سے روکا اور رسول کی مخالفت کی جب کہ ہدایت ان پر واضح ہو چکی تھی، وہ اللہ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ اور اللہ ان کے اعمال کو ڈھا دے گا۔ ۳۲ - ۳۱

آدمی جب ایمان کو لے کر کھڑا ہوتا ہے تو اس پر مختلف حالات پیش آتے ہیں۔ یہ حالات اس کے ایمان کا امتحان ہوتے ہیں۔ وہ تقاضا کرتے ہیں کہ وہ قربانی کی قیمت پر اپنے مومن ہونے کا ثبوت دے۔ وہ اپنے نفس کو کچلے۔ وہ اپنے مادی مفادات کو نظر انداز کرے۔ وہ لوگوں کی ایذا رسانی کو برداشت کرے۔ حتی کہ جان و مال کو کھپا کر اپنے ایمان پر قائم رہے۔

مومن کو اس قسم کے حالات میں ڈالنے کے لئے ضروری ہے کہ غیر مومنین کو کھلی آزادی حاصل ہو تاکہ وہ اہل ایمان کے خلاف ہر قسم کی کارروائیاں کر سکیں۔ ان کارروائیوں کے ذریعہ ایک طرف مخالفین کا جرم ثابت شدہ بنتا ہے۔ دوسری طرف ان شدید حالات میں اہل ایمان ثابت قدم رہ کر دکھا دیتے ہیں کہ وہ واقعی مومن ہیں اور اس قابل ہیں کہ خدا کی معیاری دنیا میں بسانے کے لئے ان کا انتخاب کیا جائے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٣﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ﴿٣٤﴾ فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٥﴾

اے ایمان والو، اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔ بے شک جن لوگوں نے انکار کیا اور اللہ کے راستے سے روکا۔ پھر وہ منکر ہی مر گئے، اللہ ان کو کبھی نہ بخشے گا۔ پس تم ہمت نہ ہارو اور صلح کی درخواست نہ کرو۔ اور تم ہی غالب رہوگے۔ اور اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور وہ ہرگز تمہارے اعمال میں کمی نہ کرے گا۔ ۳۵ - ۳۳

ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض مسلمانوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ اگر وہ لاالٰہ الا اللہ کا اقرار کر لیں تو کوئی گناہ ان کو نقصان نہ پہنچائے گا۔ اس پر یہ آیت (۳۳) اتری۔ اس کی روشنی میں آیت کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ وہ ایمان کے ساتھ اطاعت کو جمع کرے۔ وہ نہ صرف بے ضرر احکام کی پیروی کرے بلکہ وہ ان احکام کا بھی پیرو بنے جن کے لئے اپنے نفس کو کچلنا اور اپنے مفاد کو خطرے میں ڈالنا پڑتا ہے۔ اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو اس کے سابقہ اعمال اس کو کچھ فائدہ نہیں دیں گے۔

کمزور مسلمانوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ حق کا ساتھ اس شرط پر دیتے ہیں کہ وقت کے بڑوں کی ناراضگی مول نہ لینی پڑے۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ حق کا ساتھ دینا وقت کے بڑوں کو ناراض کرنے کا سبب بن رہا ہے تو وہ ان کی طرف جھک جاتے ہیں، خواہ یہ بڑے حق کے منکر ہوں اور خواہ وہ حق کو روکنے والے بنے ہوئے ہوں۔

جو لوگ حق کا انکار کریں اور اس کے مخالف بن کر کھڑے ہو جائیں وہ کبھی اللہ کی رحمت نہیں پا سکتے۔ پھر جو لوگ ایسے منکرین کا ساتھ دیں، ان کا انجام ان سے مختلف کیوں ہوگا۔

اسلام میں جنگ بھی ہے اور صلح بھی۔ مگر وہ جنگ اسلامی جنگ نہیں جو اشتعال کی بنا پر لڑی جائے۔ اسی طرح وہ صلح بھی اسلامی صلح نہیں جس کا محرک بزدلی اور کم ہمتی ہو۔ کامیابی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ دونوں چیزیں سوچے سمجھے فیصلہ کے تحت کی جائیں نہ کہ محض جذباتی ردعمل

کے تحت۔

إِنَّمَا الْحَيَوٰةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۚ وَإِن تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ أُجُورَكُمْ وَلَا يَسْأَلْكُمْ
أَمْوَالَكُمْ ﴿٣٦﴾ إِن يَسْأَلْكُمُوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوا وَيُخْرِجْ أَضْغَانَكُمْ ﴿٣٧﴾ هَآأَنتُمْ
هَٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنكُم مَّن يَبْخَلُ ۖ وَمَن يَبْخَلْ فَإِنَّمَا
ع يَبْخَلُ عَن نَّفْسِهِ ۚ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَأَنتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا
غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُم ﴿٣٨﴾

دنیا کی زندگی تو محض ایک کھیل تماشا ہے اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو اللہ تم کو تمہارے اجر عطا کرے گا اور وہ تمہارے مال تم سے نہ مانگے گا۔ اگر وہ تم سے تمہارے مال طلب کرے پھر آخر تک طلب کرتا رہے تو تم بخل کرنے لگو اور اللہ تمہارے کینے کو ظاہر کردے۔ ہاں، تم وہ لوگ ہو کہ تم کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے، پس تم میں سے کچھ لوگ ہیں جو بخل کرتے ہیں۔ اور جو شخص بخل کرتا تو وہ اپنے ہی سے بخل کرتا ہے۔ اور اللہ بے نیاز ہے، تم محتاج ہو۔ اور اگر تم پھر جاؤ تو اللہ تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا، پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔ ۳۶-۳۸

ایمان اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے میں جو چیز رکاوٹ بنتی ہے وہ دنیا کے فائدے اور دنیا کی رونقیں ہیں۔ آدمی جانتا ہے کہ وہ کون سا ردیہ ہے جو آخرت میں اس کو کامیاب بنانے والا ہے۔ مگر وقتی مصلحتوں کا خیال اس کے اوپر غالب آتا ہے اور وہ بے راہ روی کی طرف چلا جاتا ہے۔ حالاں کہ واقعہ یہ ہے کہ اللہ اپنے بندوں کے حق میں بے حد مہربان ہے۔ وہ کبھی انسان سے اتنا بڑا مطالبہ نہیں کرتا جو اس کے لئے ناقابل برداشت ہو۔ جس کے نتیجہ میں یہ ہو کہ اس کا بھرم کھل جائے اور اس کی چھپی ہوئی بشری کمزوریاں لوگوں کے سامنے آجائیں۔

اسلام خدا کا دین ہے۔ مگر اس کی اشاعت اور حفاظت کا کام اس عالم اسباب میں انسانی گروہ کے ذریعہ انجام پاتا ہے۔ مسلمان یہی انسانی گروہ ہیں۔ مسلمان اگر اپنے فریضہ کو انجام دیں تو وہ خدا کی نظر میں باقیمت ٹھہریں گے۔ لیکن اگر وہ اس فریضہ کو انجام دینے میں ناکام رہیں تو اللہ دوسری قوموں کو ایمان کی توفیق دے گا اور ان کے ذریعہ اپنے دین کا تسلسل باقی رکھے گا۔

سُورَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ آيَةً وَأَرْبَعُ رُكُوعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ﴿۱﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ
نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲﴾ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ﴿۳﴾

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے
بے شک ہم نے تم کو کھلی فتح دے دی۔ تاکہ اللہ تمہاری اگلی اور پچھلی خطائیں معاف کر دے۔ اور تمہارے اوپر اپنی نعمت کی تکمیل کر دے۔ اور تم کو سیدھا راستہ دکھائے۔ اور تم کو زبردست مدد عطا کرے۔ ۱-۳

سنہ ۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ سے مکہ کے لئے روانہ ہوئے تاکہ وہاں عمرہ ادا کرسکیں۔ آپ حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تھے کہ مکہ کے مشرکین نے آگے بڑھ کر آپ کو روک دیا اور کہا کہ ہم آپ کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ اس کے بعد بات چیت شروع ہوئی جس کے نتیجہ میں فریقین کے درمیان ایک معاہدۂ صلح قرار پایا۔

یہ معاہدہ بظاہر یک طرفہ طور پر مشرکین کی شرائط پر ہوا تھا۔ اصحاب رسول اس سے سخت کبیدہ خاطر تھے۔ وہ اس کو ذلت کی صلح سمجھتے تھے۔ مگر آپ حدیبیہ سے واپس ہو کر ابھی راستہ ہی میں تھے کہ یہ آیت اتری ــــ "ہم نے تم کو کھلی فتح دے دی" اس کی وجہ یہ تھی کہ اس معاہدہ کے تحت یہ قرار پایا تھا کہ دس سال تک مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان لڑائی نہیں ہوگی۔ لڑائی کا بند ہونا دراصل دعوت کا دروازہ کھلنے کے ہم معنی تھا۔ ہجرت کے بعد مسلسل جنگی حالات کے نتیجہ میں دعوت کا کام رک گیا تھا۔ اب جنگ بندی نے دونوں فریقوں کے درمیان کھلے تبادلہ خیال کی فضا پیدا کر دی۔

اس طرح اس معاہدہ نے میدان مقابلہ کو بدل دیا۔ پہلے دونوں فریقوں کا مقابلہ جنگ کے میدان میں ہوتا تھا جس میں فریق ثانی برتر حیثیت رکھتا تھا۔ اب مقابلہ نظریہ کے میدان میں آگیا۔ اور نظریہ کے میدان میں شرک کے مقابلہ میں توحید کو واضح طور پر برتر حیثیت حاصل تھی۔ یہی اس معاملہ میں "سیدھا راستہ" تھا یعنی وہ راستہ جس نے توحید کے علم برداروں کے لئے فتح کو یقینی بنایا۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ وَلِلّٰهِ
جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۴﴾ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ یُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ ؕ وَ كَانَ
ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِیْمًا ۝٥ وَّ یُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْمُشْرِكِیْنَ
وَ الْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّیْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَیْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَ غَضِبَ اللّٰهُ
عَلَیْهِمْ وَ لَعَنَهُمْ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ۝٦ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ
وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ۝٧

وہی ہے جس نے مومنوں کے دل میں اطمینان اُتارا تاکہ ان کے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور بڑھ جائے۔ اور آسمانوں اور زمین کی فوجیں اللہ ہی کی ہیں۔ اور اللہ جاننے والا، حکمت والا ہے۔ تاکہ اللہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور تاکہ ان کی برائیاں ان سے دور کردے۔ اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے۔ اور تاکہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو اللہ کے ساتھ برے گمان رکھتے ہیں۔ برائی کی گردش انھیں پر ہے۔ اور ان پر اللہ کا غضب ہوا اور ان پر اس نے لعنت کی۔ اور ان کے لئے اس نے جہنم تیار کر رکھی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کی فوجیں اللہ ہی کی ہیں۔ اور اللہ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔ ۴ - ۷

یہاں "سکینت" سے مراد اشتعال کے باوجود مشتعل نہ ہونا ہے۔ حدیبیہ کے سفر میں مخالفین اسلام نے طرح طرح سے مسلمانوں کو اشتعال دلانے کی کوشش کی تاکہ وہ مشتعل ہو کر کوئی ایسی کارروائی کریں جس کے بعد ان کے خلاف جارحیت کا جواز مل جائے۔ مگر مسلمان ہر اشتعال کو یک طرفہ طور پر برداشت کرتے رہے۔ وہ آخری حد تک اعراض کی پالیسی پر قائم رہے۔

خدا چاہے تو اپنی براہ راست قوت سے باطل کو زیر کردے۔ اور حق کو غلبہ عطا فرمائے۔ پھر خدا کیوں ایسا کرتا ہے کہ وہ "صلح حدیبیہ" جیسے حالات میں ڈال کر اہل ایمان کو ان کا سفر کراتا ہے۔ اس کا مقصد ایمان والوں کے ایمان میں اضافہ ہے۔ آدمی جب اپنے اندر انتقام کی نفسیات کو دبائے اور ایک سرکش قوم سے اس لئے صلح کرلے کہ دعوت حق کا تقاضا یہی ہے تو وہ اپنے شعوری فیصلہ کے تحت وہ کام کرتا ہے جس کو کرنے کے لئے اس کا دل راضی نہ تھا۔ اس طرح وہ اپنے شعور ایمان کو بڑھاتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ایسی ربانی کیفیات کا

مہبط بناتا ہے جس کو کسی اور تدبیر سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ پھر اس عمل کا یہ فائدہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ سے جنت والے لوگ الگ ہو جاتے ہیں اور جہنم والے لوگ الگ۔

إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝٨ لِّتُؤْمِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَتُعَزِّرُوهُ
وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝٩ إِنَّ ٱلَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ ٱللَّهَ
يَدُ ٱللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِۦ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا
ع عَٰهَدَ عَلَيْهُ ٱللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝١٠

بے شک ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو۔ اور تم اللہ کی تسبیح کرو صبح و شام۔ جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ پھر جو شخص اس کو توڑے گا اس کے توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا۔ اور جو شخص اس عہد کو پورا کرے گا جو اس نے اللہ سے کیا ہے تو اللہ اس کو بڑا اجر عطا فرمائے گا۔ ۱۰-۸

شاہ ولی اللہ صاحب نے شاہد کا ترجمہ اظہار حق کنندہ (حق کا اظہار کرنے والا) کیا ہے۔ یہی اس لفظ کا صحیح ترین مفہوم ہے۔ پیغمبر کا اصل کام یہ ہوتا ہے کہ وہ حقیقت کا اعلان و اظہار کر دے۔ وہ واضح طور پر بتا دے کہ موت کے بعد کی ابدی زندگی میں کن لوگوں کے لئے خدا کا انعام ہے اور کن لوگوں کے لئے خدا کی سزا۔

ایسے ایک شاہدِ حق کا کھڑا ہونا اس کے مخاطبین کے لئے سب سے زیادہ سخت امتحان ہوتا ہے۔ ان کو ایک بشر کی آواز میں خدا کی آواز کو سننا پڑتا ہے۔ ایک بظاہر انسان کو خدا کے نمائندہ کے روپ میں دیکھنا پڑتا ہے۔ ایک انسان کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیتے ہوئے یہ سمجھنا پڑتا ہے کہ وہ اپنا ہاتھ خدا کے ہاتھ میں دے رہے ہیں۔ جو لوگ اس اعلیٰ معرفت کا ثبوت دیں ان کے لئے خدا کے یہاں بہت بڑا اجر ہے اور جو لوگ اس امتحان میں ناکام رہیں ان کے لئے سخت ترین سزا۔

سَيَقُولُ لَكَ ٱلْمُخَلَّفُونَ مِنَ ٱلْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ أَمْوَٰلُنَا وَأَهْلُونَا فَٱسْتَغْفِرْ لَنَا

يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا
إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١١﴾ بَلْ
ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزُيِّنَ ذَٰلِكَ فِي
قُلُوبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا ﴿١٢﴾ وَمَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ﴿١٣﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ
وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿١٤﴾

جو دیہاتی پیچھے رہ گئے وہ اب تم سے کہیں گے کہ ہم کو ہمارے اموال اور ہمارے بال بچوں نے مشغول رکھا، پس آپ ہمارے لئے معافی کی دعا فرمائیں۔ یہ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ تم کہو کہ کون ہے جو اللہ کے سامنے تمہارے لئے کچھ اختیار رکھتا ہو۔ اگر وہ تم کو کوئی نقصان یا کوئی نفع پہنچانا چاہے۔ بلکہ اللہ اس سے باخبر ہے جو تم کر رہے ہو۔ بلکہ تم نے یہ گمان کیا کہ رسول اور مومنین کبھی اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر نہ آئیں گے۔ اور یہ خیال تمہارے دلوں کو بہت بھلا نظر آیا اور تم نے بہت برے گمان کئے۔ اور تم برباد ہونے والے لوگ ہو گئے۔ اور جو ایمان نہ لایا اللہ پر اور اس کے رسول پر تو ہم نے ایسے منکروں کے لئے دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے۔ وہ جس کو چاہے بخشے اور جس کو چاہے عذاب دے۔ اور اللہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ ۱۱-۱۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں خواب دیکھا تھا کہ آپ مکہ کا سفر برائے عمرہ کر رہے ہیں اس کے مطابق آپ مع اصحاب مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ مگر اس وقت حالات بے حد خراب تھے بشدید اندیشہ تھا کہ قریش سے ٹکراؤ ہو اور مسلمان بری طرح مارے جائیں۔ چنانچہ مکہ کے قریب پہنچ کر قریش نے مسلمانوں کی جماعت پر پتھر پھینکے اور طرح طرح سے چھیڑا تاکہ وہ مشتعل ہو کر لڑنے لگیں۔ اور قریش کو ان کے خلاف جارحیت کا موقع ملے۔ مگر مسلمانوں کے یک طرفہ صبر و اعراض نے اس کا موقع آنے نہیں دیا۔

اطراف مدینہ کے بہت سے کمزور مسلمان اسی اندیشہ کی بنا پر سفر میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ جب آپ بحفاظت واپس آگئے تو یہ لوگ آپ کے پاس اپنی وفاداری ظاہر کرنے کے لئے آئے۔

اور آپ سے معافی مانگنے لگے۔ مگر ان کو معافی نہیں دی گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا عذر جھوٹا عذر تھا نہ کہ سچا عذر۔ اللہ کے یہاں سچا عذر ہمیشہ قابل قبول ہوتا ہے اور جھوٹا عذر ہمیشہ ناقابل قبول۔

ان لوگوں کا خدا کے رسول کے ساتھ سفر میں شریک نہ ہونا بے یقینی کی وجہ سے تھا نہ کہ کسی واقعی عذر کی بنا پر۔ وہ سمجھتے تھے کہ ایسے پُرخطر سفر سے دور رہ کر وہ اپنے مفادات کو محفوظ کر رہے ہیں۔ انھیں معلوم نہ تھا کہ نفع اور نقصان کا مالک خدا ہے۔ اگر خدا نہ بچائے تو کسی کی حفاظتی تدبیریں اس کو بچانے والی نہیں بن سکتیں۔ ایسے لوگوں کے لئے دنیا میں بھی بربادی ہے اور آخرت میں بھی بربادی۔

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ ۖ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٥﴾

جب تم غنیمتیں لینے کے لئے چلوگے تو پیچھے رہ جانے والے لوگ کہیں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے دو۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کی بات کو بدل دیں۔ کہو کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔ اللہ پہلے ہی یہ فرما چکا ہے۔ تو وہ کہیں گے بلکہ تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو۔ بلکہ یہی لوگ بہت کم سمجھتے ہیں۔ ۱۵

صلح حدیبیہ سے پہلے یہود مسلمانوں کی دشمنی میں بہت جری تھے۔ کیوں کہ اس سے پہلے انھیں اس معاملہ میں قریش کا پورا تعاون حاصل تھا۔ حدیبیہ میں قریش سے ناجنگ معاہدہ نے یہود کو قریش سے کاٹ دیا۔ اس کے بعد وہ اکیلے رہ گئے۔ اس سے خیبر، تیما، فدک وغیرہ کے یہودیوں کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ چنانچہ صلح کے تین مہینے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر چڑھائی کی تو وہاں کے یہود نے لڑے بھڑے بغیر ہتھیار ڈال دئے اور ان کے کثیر اموال مسلمانوں کو غنیمت میں ملے۔

کمزور ایمان کے لوگ جو حدیبیہ کے سفر کو پُرخطر سمجھ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں گئے تھے، اب انھوں نے چاہا کہ وہ یہودیوں کے خلاف کارروائی میں شریک ہوں اور مال غنیمت میں اپنا حصہ حاصل کریں۔ مگر ان کو ساتھ جانے سے روک دیا گیا۔ خدا کا قانون یہ ہے کہ جو خطرہ مول لے وہ نفع حاصل کرے۔ آدمی جب خطرہ مول لئے بغیر حاصل کرنا چاہے تو گویا وہ قانونِ الٰہی کو بدل دینا چاہتا ہے۔ مگر اس دنیا میں خدا کے قانون کو بدلنا کسی کے لئے ممکن نہیں۔

قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ

تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا
تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٦﴾ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى
الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٧﴾ ع ۲ ۱۰

پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے کہو کہ عنقریب تم ایسے لوگوں کی طرف بلائے جاؤ گے جو بڑے زور آور ہیں، تم ان سے لڑو گے یا وہ اسلام لائیں گے۔ پس اگر تم حکم مانو گے تو اللہ تم کو اچھا اجر دے گا اور اگر تم روگردانی کروگے جیسا کہ تم اس سے پہلے روگردانی کر چکے ہو تو وہ تم کو دردناک عذاب دے گا۔ نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اس کو اللہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اور جو شخص روگردانی کرے گا اس کو وہ دردناک عذاب دے گا۔ ۱۷-۱۶

جن لوگوں نے حدیبیہ (۶ ھ) کے موقع پر کمزوری دکھائی تھی وہ اس کے نتیجہ میں ملنے والے انعام سے تو محروم رہے۔ مگر اُن کے لئے دروازہ اب بھی بند نہ تھا۔ کیوں کہ توحید کی مہم کو ابھی دوسرے بڑے بڑے معرکے پیش آنے باقی تھے۔ فرمایا گیا کہ اگر تم نے آئندہ پیش آنے والے اِن مواقع پر قربانی کا ثبوت دیا تو دوبارہ تم خدا کی رحمتوں کے مستحق ہو جاؤ گے۔

اس قسم کا امتحان آدمی کے مومن یا منافق ہونے کا فیصلہ کرتا ہے۔ اس سے مستثنیٰ صرف وہ لوگ ہیں جنھیں کوئی واقعی عذر لاحق ہو۔ مجبورانہ کوتاہی کو اللہ معاف فرما دیتا ہے۔ مگر جو کوتاہی مجبوری کے بغیر کی جائے وہ اللہ کے یہاں قابل معافی نہیں۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ
قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿١٨﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً
يَّاْخُذُوْنَهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٩﴾ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا

فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾

اللہ ایمان والوں سے راضی ہوگیا جب کہ وہ تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے، اللہ نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا۔ پس اس نے ان پر سکینت نازل فرمائی اور ان کو انعام میں ایک قریبی فتح دیدی۔ اور بہت سی غنیمتیں بھی جن کو وہ حاصل کریں گے۔ اور اللہ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔ اور اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جن کو تم لوگے، پس یہ اس نے تم کو فوری طور پر دے دیا۔ اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دئے اور تاکہ اہل ایمان کے لئے یہ ایک نشانی بن جائے۔ اور تاکہ وہ تم کو سیدھے راستے پر چلائے۔ اور ایک فتح اور بھی ہے جس پر تم ابھی قادر نہیں ہوئے۔ اللہ نے اس کا احاطہ کر رکھا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ۲۱-۱۸

حدیبیہ کے سفر میں ایک موقع پر یہ خبر پھیلی کہ قریش نے حضرت عثمان کو قتل کر دیا جو ان کے یہاں رسول اللہ کے سفیر کے طور پر گئے تھے۔ یہ ایک جارحیت کا معاملہ تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیکر کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر اپنے چودہ سو اصحاب سے یہ بیعت لی کہ وہ مر جائیں گے مگر دشمن کو پیٹھ نہیں دکھلائیں گے۔ اسلام کی تاریخ میں اس بیعت کا نام بیعت رضوان ہے۔

یہ بیعت جس مقام پر لی گئی وہ مدینہ سے ڈھائی سو میل اور مکہ سے صرف بارہ میل کے فاصلہ پر تھا۔ گویا مسلمان اپنے مرکز سے بہت دور تھے اور قریش اپنے مرکز سے بہت قریب۔ مسلمان عمرہ کی نیت سے نکلے تھے۔ اس لئے ان کے پاس محض سفری سامان تھا، جب کہ قریش ہر قسم کے جنگی سامان سے مسلح تھے۔ ایسے نازک موقع پر یہ صرف لوگوں کا جذبۂ اخلاص تھا جس نے انھیں آمادہ کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیں۔ کیونکہ کوئی ظاہری دباؤ وہاں سرے سے موجود ہی نہ تھا۔

"اللہ نے ان کے دلوں کا حال جانا اور سکینت نازل فرمائی" اس سے مراد وہ رنج واضطراب ہے جو حدیبیہ کی بظاہر یک طرفہ صلح سے صحابہ کے دلوں میں پیدا ہوا تھا۔ تاہم انھوں نے خدا کے اس حکم کو صبر وسکون کے ساتھ قبول کر لیا۔ اس کے نتیجہ میں چند ماہ بعد ہی اس کے فائدے ظاہر ہونا شروع ہوگئے۔ اس معاہدہ نے قریش کو یہود کے محاذ سے الگ کر دیا اور اس طرح یہود کو مسخر کرنا آسان ہوگیا۔ جنگی حالات ختم ہونے

کی وجہ سے اسلام کی اشاعت بہت تیزی سے بڑھی، یہاں تک کہ خود قریش کو دعوت کی راہ سے مسخر کرلیا گیا جن کو جنگ کی راہ سے مسخر کرنا مشکل بنا ہوا تھا۔

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝۲۲ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝۲۳ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝۲۴

اور اگر یہ منکر لوگ تم سے لڑتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے، پھر وہ نہ کوئی حمایتی پاتے اور نہ مددگار۔ یہ اللہ کی سنت ہے جو پہلے سے چلی آرہی ہے۔ اور تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔ اور وہی ہے جس نے مکہ کی وادی میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دئے۔ بعد اس کے کہ تم کو ان پر قابو دے دیا تھا۔ اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا تھا۔ ۲۲-۲۴

پیغمبر کے مخاطبین اول کے لئے خدا کا قانون یہ ہے کہ ان کے انکار کے بعد وہ انھیں ہلاک کر دیتا ہے۔ حدیبیہ کے موقع پر قریش کا انکار آخری طور پر سامنے آگیا تھا۔ ایسی حالت میں اگر جنگ کی نوبت آتی تو مسلمانوں کی تقویت کے لئے خدا کے فرشتے اترتے اور وہ مسلمانوں کا ساتھ دے کر ان کے دشمنوں کا خاتمہ کر دیتے۔

مگر مشرکین کے سلسلہ میں اللہ کی مصلحت یہ تھی کہ انھیں ہلاک نہ کیا جائے۔ بلکہ ان کی غیر معمولی انسانی صلاحیتوں کو اسلام کے مقصد کے لئے استعمال کیا جائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو ناجنگ معاہدہ کی طرف رہنمائی فرمائی۔

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ۭ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَاۗءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَــُٔــوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۲۵

وہی لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانوروں کو بھی روکے رکھا کہ وہ اپنی جگہ پر نہ پہنچیں۔ اور اگر (مکہ میں) بہت سے مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کو تم لاعلمی میں پیس ڈالتے، پھر ان کے باعث تم پر بے خبری میں الزام آتا، تاکہ اللہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کرے۔ اور اگر وہ لوگ الگ ہوگئے ہوتے تو ان میں جو منکر تھے ان کو ہم دردناک سزا دیتے۔ ۲۵

قریش کے سرداروں نے پیغمبر کے خلاف اپنی دشمنانہ حرکتوں سے اپنے آپ کو عذاب کا مستحق بنالیا تھا اور اس قابل بنالیا تھا کہ ان سے جنگ کی جائے۔ مگر ایک عظیم تر مصلحت کی خاطر ان سے جنگ کے بجائے صلح کرلی گئی۔ وہ مصلحت یہ تھی کہ اس وقت قریش کی جماعت میں بہت سے دوسرے لوگ بھی تھے جو یا تو اپنے دل میں شرک سے تائب ہو کر توحید پر ایمان لاچکے تھے یا ایسے لوگ تھے جن کی صالحیت کی بنا پر یقینی تھا کہ حالات کے معتدل ہوتے ہی وہ اسلام قبول کرلیں گے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں فریقوں کے درمیان جنگ نہ ہونے دی۔ تاکہ وہ لوگ مومن بن کر دنیا میں اپنا اسلامی حصہ ادا کریں اور آخرت میں خدا کا انعام حاصل کریں۔ اللہ کی نظر میں ہر دوسری مصلحت کے مقابلہ میں دعوت کی مصلحت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٢٦﴾ ع ۹ / ۱۱

جب انکار کرنے والوں نے اپنے دلوں میں حمیت پیدا کی، جاہلیت کی حمیت، پھر اللہ نے اپنی طرف سے سکینت نازل فرمائی اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر، اور اللہ نے ان کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا اور وہ اس کے زیادہ حقدار اور اس کے اہل تھے۔ اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ ۲۶

جس آدمی کے اندر اللہ کا ڈر پیدا ہو جائے اس کے دل سے ایک اللہ کے سوا ہر دوسری چیز کی اہمیت نکل جاتی ہے۔ وہ صرف ایک اللہ کو ساری اہمیت دینے لگتا ہے۔ حدیبیہ کا موقع صحابہ کے لئے اسی قسم کا ایک شدید امتحان تھا جس میں وہ پورے اترے۔ اس موقع پر فریق ثانی نے جاہلانہ ضد اور قومی عصبیت کا زبردست مظاہرہ کیا۔ مگر صحابہ ہر چیز کو خدا کے خانہ میں ڈالتے چلے گئے۔ ان کے متقیانہ مزاج نے ان کو اس سخت امتحان میں جوابی ضد اور جوابی عصبیت سے بچایا۔ وہ مسلسل

اشتعال انگیزی کے باوجود آخر وقت تک مشتعل نہیں ہوئے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾

بے شک اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا جو مطابق واقعہ ہے۔ بے شک اللہ نے چاہا تو تم مسجد حرام میں ضرور داخل ہوگے، امن کے ساتھ، بال مونڈتے ہوئے اپنے سروں پر اور کترتے ہوئے، تم کو کوئی اندیشہ نہ ہوگا۔ پس اللہ نے وہ بات جانی جو تم نے نہیں جانی، پس اس سے پہلے اس نے ایک فتح دے دی۔
۲۷

حدیبیہ کا سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خواب پر ہوا تھا۔ آپ نے مدینہ میں خواب دیکھا کہ آپ مکہ پہنچ کر عمرہ ادا فرما رہے ہیں۔ اس خواب کو لوگوں نے خدا کی بشارت سمجھا اور مدینہ سے مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ مگر حدیبیہ میں قریش نے روکا اور بالآخر عمرہ ادا کئے بغیر لوگوں کو واپس آنا پڑا۔ اس سے بعض لوگوں کو خیال ہوا کہ کیا پیغمبر کا خواب سچا نہ تھا۔ مگر یہ محض شبہ تھا۔ کیونکہ خواب میں یہ صراحت نہ تھی کہ عمرہ اسی سال ہوگا۔ چنانچہ خود معاہدہ کی شرائط کے مطابق اگلے سال ذوالقعدہ ۷ھ میں یہ عمرہ پورے امن و امان کے ساتھ ادا کیا گیا۔ اس عمرہ کو اسلامی تاریخ میں عمرۃ القضاء کہا جاتا ہے۔

اس سال عمرہ کا التوا ایک عظیم مصلحت کی قیمت پر ہوا تھا۔ یہ مصلحت کہ اس کے ذریعہ قریش سے دس سال کا ناجنگ معاہدہ طے پایا اور نتیجۃً دعوت کے کام کے لئے موافق فضا پیدا ہوئی۔ یہ خود ایک فتح تھی۔ کیوں کہ اس کے ذریعہ سے علم بر داران شرک کے اوپر آخری اور کلی فتح کا دروازہ کھلا۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۲۸﴾

اور اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے۔ اور اللہ کافی گواہ ہے۔ ۲۸

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حیثیتیں تھیں۔ ایک یہ کہ آپ پیغمبر تھے۔ اور دوسرے یہ کہ آپ پیغمبر

آخر الزماں تھے۔ آپ کے بعد کوئی اور پیغمبر آنے والا نہیں۔ پہلی حیثیت کے اعتبار سے آپ کو بھی وہی کام کرنا تھا جو تمام پیغمبروں نے کیا، یعنی توحید کا اعلان اور آخرت کا انذار وتبشیر۔

دوسری حیثیت کا معاملہ مختلف تھا۔ دوسری حیثیت کے اعتبار سے آپ کے ذریعہ وہ تاریخی حالات پیدا کرنا مطلوب تھا جو کتاب الٰہی اور سنتِ نبوی کی حفاظت کی ضمانت بن جائیں۔ تاکہ دوبارہ وہ خلا پیدا نہ ہو جس کے نتیجہ میں پیغمبر بھیجنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اس دوسرے پہلو کا تقاضا تھا کہ آپ کی دعوت صرف "اعلان" پر ختم نہ ہو بلکہ وہ "انقلاب" تک پہنچے۔ انقلاب سے مراد عالمی تاریخ میں وہ تبدیلی پیدا کرنا ہے جس کے بعد وہ حالات ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں جس کی وجہ سے بار بار خدا کی ہدایت معدوم یا محرف ہو گئی اور اس کی ضرورت پیش آئی کہ نیا پیغمبر آکر دوبارہ ہدایت کو اصلی صورت میں زندہ کرے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا
۱۵ وقف عند المتاخرین سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ
ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ
فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللَّهُ
ع ۱۲ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿٢٩﴾

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ منکروں پر سخت ہیں اور آپس میں مہربان ہیں تم ان کو رکوع میں اور سجدہ میں دیکھو گے، وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی کی طلب میں لگے رہتے ہیں۔ ان کی نشانی ان کے چہروں پر ہے سجدہ کے اثر سے، ان کی یہ مثال تورات میں ہے۔ اور انجیل میں ان کی مثال یہ ہے کہ جیسے کھیتی، اس نے اپنا انکھوا نکالا، پھر اس کو مضبوط کیا، پھر وہ اور موٹا ہوا، پھر اپنے تنے پر کھڑا ہو گیا، وہ کسانوں کو بھلا لگتا ہے تاکہ ان سے کافروں کو جلائے۔ ان میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیا اللہ نے ان سے معافی کا اور بڑے ثواب کا وعدہ کیا ہے۔ ۲۹

پیغمبر اسلام کو ایک عظیم تاریخی کردار ادا کرنا تھا جس کو قرآن میں اظہار دین کہا گیا ہے۔ اس تاریخی کردار کے لئے آپ کو اعلیٰ انسانوں کی ایک جماعت درکار تھی۔ یہ جماعت حضرت اسماعیل کو عرب کے

صحرا میں آباد کرکے ڈھائی ہزار سال کے اندر تیار کی گئی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ بنو اسماعیل کا یہ گروہ تاریخ کا جاندار ترین گروہ تھا۔ ان کی یہ بالقوہ صلاحیت جب قرآن سے فیض یاب ہوئی تو پروفیسر مارگولیتھ کے الفاظ میں، عرب کی یہ قوم ہیروؤں کی ایک قوم (A nation of heroes) میں تبدیل ہوگئی۔ اس گروہ کی اہمیت خدا کی نظر میں اتنی زیادہ تھی کہ ان کے بارہ میں اس نے پیشگی طور پر اپنے پیغمبروں کو باخبر کر دیا تھا چنانچہ تورات میں ان کی انفرادی خصوصیت درج کر دی گئی تھی اور انجیل میں ان کی اجتماعی خصوصیت۔

اس گروہ کے فرد فرد کی یہ خصوصیت بتائی کہ وہ منکروں کے لئے سخت اور مومنوں کے لئے نرم ہیں۔ یعنی ان کا رویہ اصول کے تحت متعین ہوتا ہے نہ کہ محض خواہشات اور جذبات کے تحت۔ شاہ عبد القادر صاحب اس کی تشریح میں لکھتے ہیں "جو تندی اور نرمی اپنی خو ہو وہ سب جگہ برابر چلے اور جو ایمان سے سنور کر آئے وہ تندی اپنی جگہ اور نرمی اپنی جگہ" اسی طرح ان کے افراد کا مزاج یہ ہے کہ وہ خدا کے آگے جھکنے والے اور اس کی عبادت اور ذکر میں لگے رہنے والے ہیں۔ خدا کی طرف ان کی توجہ اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ اس کا نشان ان کے چہروں پر نمایاں ہو رہا ہے۔ اصحاب رسول کی یہ صفات اس تفصیل کے ساتھ موجودہ محرف تورات میں نہیں ملتیں۔ تاہم کتاب استثنار (ب ۳۳) میں قدسیوں (Saints) کا لفظ ابھی تک موجود ہے۔

البتہ انجیل کی پیشین گوئی آج بھی مرقس (ب ۴) اور متی (باب ۱۳) میں موجود ہے۔ یہ تمثیل کی زبان میں اس بات کا اعلان ہے کہ اسلام کی دعوت ایک پودے کی طرح کرسے شروع ہوگی۔ پھر وہ بڑھتے بڑھتے ایک طاقتور درخت بن جائے گی۔ یہاں تک کہ اس کا استحکام اس درجہ کو پہنچ جائے گا کہ اہل حق اس کو دیکھ کر خوش ہوں گے اور اہل باطل غیظ وحسد میں مبتلا ہوں گے کہ وہ چاہنے کے باوجود اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔

سُوۡرَةُ الحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِيْ عَشَرَةَ اٰيَةً وَّفِيۡهَا رُكُوۡعَانِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَىِ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ۝۱

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اے ایمان والو، تم اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔ ۱

رسول کی رائے سے اپنی رائے کو اوپر کرنا حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس کی صورت یہ تھی کہ مجلس میں گفتگو کرتے ہوئے کوئی آدمی بڑھ بڑھ کر باتیں کرے، وہ آپ کی بات پر اپنی بات کو مقدم کرنا چاہے۔ بعد کے زمانہ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی خدا اور رسول کی دی ہوئی ہدایت سے آزاد ہو کر اپنی رائے قائم کرنے لگے۔

اس قسم کی غفلت ہمیشہ اس لئے ہوتی ہے کہ آدمی یہ بھول جاتا ہے کہ اللہ اس کے اوپر نگراں ہے اگر وہ جانے کہ اس کے منہ سے نکلی ہوئی آواز انسانوں تک پہنچنے سے پہلے اللہ تک پہنچ رہی ہے تو آدمی کی زبان رک جائے، وہ بولنے سے زیادہ چپ رہنے کو اپنے لئے پسند کرنے لگے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ ۚ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

اے ایمان والو، تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اوپر مت کرو اور نہ اس کو اس طرح آواز دے کر پکارو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ جو لوگ اللہ کے رسول کے آگے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں وہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے جانچ لیا ہے۔ ان کے لئے معافی ہے اور بڑا ثواب ہے۔ جو لوگ تم کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر سمجھ نہیں رکھتے۔ اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم خود ان کے پاس نکل کر آجاؤ تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا۔ اور اللہ بخشنے والا، مہربان ہے۔ ۲-۵

اطراف مدینہ کے بدوی قبائل شعوری اعتبار سے زیادہ پختہ نہ تھے۔ ان کے سرداروں کا حال یہ تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آتے تو آپ کو مخاطب کرتے ہوئے یا رسول اللہ کہنے کے بجائے یا محمد کہتے۔ ان کی گفتگو متواضعانہ ہوتی بلکہ متکبرانہ ہوتی۔ اس سے انھیں منع کیا گیا۔ رسول دنیا میں خدا کا نمائندہ ہوتا ہے۔ اس کے سامنے اس طرح کی ناشائستگی خدا کے سامنے ناشائستگی ہے جو کہ آدمی کو بالکل بے قیمت بنا دینے والی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی لائی ہوئی ہدایت دنیا میں آپ کی قائم مقام ہے۔ اب اس مقدس ہدایت کے ساتھ وہی تابعداری مطلوب ہے جو تابعداری رسول کی زندگی میں رسول کی ذات کے ساتھ مطلوب ہوتی تھی۔

اللہ کا ڈر آدمی کو سنجیدہ بناتا ہے۔ کسی کے دل میں اگر واقعۃً اللہ کا ڈر پیدا ہو جائے تو وہ خود اپنے مزاج کے تحت وہ باتیں جان لے گا جس کو دوسرے لوگ بتانے کے بعد بھی نہیں جانتے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ۝ وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ ۚ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ ۝ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

اے ایمان والو، اگر کوئی فاسق تمہارے پاس خبر لائے تو تم اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانی سے کوئی نقصان پہنچا دو، پھر تم کو اپنے کیے پر پچھتانا پڑے۔ اور جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ کا رسول ہے۔ اگر وہ بہت سے معاملات میں تمہاری بات مان لے تو تم بڑی مشکل میں پڑ جاؤ لیکن اللہ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کو تمہارے دلوں میں مرغوب بنا دیا، اور کفر اور فسق اور نافرمانی سے تم کو متنفر کر دیا۔ ایسے ہی لوگ اللہ کے فضل اور انعام سے راہ راست پر ہیں۔ اور اللہ جاننے والا، حکمت والا ہے۔ ۸-۶

کوئی آدمی دوسرے شخص کے بارہ میں اگر ایسی خبر دے جس میں اس شخص پر کوئی الزام آتا ہو تو ایسی خبر

کو محض سُن کر مان لینا ایمانی احتیاط کے سراسر خلاف ہے۔ سننے والے پر لازم ہے کہ وہ اس کی ضروری تحقیق کرے، اور جو رائے قائم کرے غیر جانب دارانہ تحقیق کے بعد کرے نہ کہ تحقیق سے پہلے۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب اس قسم کی خبر ایک شخص کو ملتی ہے تو اس کے ساتھی فوراً اس کے خلاف اقدام کی باتیں کرنے لگتے ہیں۔ یہ سخت غیر ذمہ داری کی بات ہے۔ نہ کسی آدمی کو ایسی خبر پر قبل از تحقیق کوئی رائے قائم کرنا چاہئے اور نہ اس کے ساتھیوں کو قبل از تحقیق اقدام کا مشورہ دینا چاہئے۔

جو لوگ واقعی ہدایت کے راستہ پر آجائیں ان کے اندر بالکل مختلف مزاج پیدا ہوتا ہے۔ دوسروں پر الزام تراشی سے انھیں نفرت ہو جاتی ہے۔ غیر تحقیقی بات پر بولنے سے زیادہ وہ اس پر چپ رہنا پسند کرتے ہیں۔ ان کا یہ مزاج اس بات کی علامت ہوتا ہے کہ ان کو خدا کی رحمتوں میں سے حصہ ملا ہے۔ وہ ایمان فی الواقع ان کی زندگیوں میں اترا ہے جس کا وہ اپنی زبان سے اقرار کر رہے ہیں۔

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا
عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا
بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ⑨ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ
فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ⑩ ع

اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ جائیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔ پھر اگر ان میں کا ایک گروہ دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ پھر اگر وہ لوٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کراؤ اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ مسلمان سب بھائی ہیں، پس اپنے بھائیوں کے درمیان ملاپ کراؤ اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ ۱۰-۹

مسلمان آپس میں کس طرح رہیں، اس کا جواب ایک لفظ میں یہ ہے کہ وہ اس طرح رہیں جس طرح بھائی بھائی آپس میں رہتے ہیں۔ دینی رشتہ خونی رشتہ سے کسی طرح کم نہیں۔ اگر دو مسلمان آپس میں لڑ جائیں تو بقیہ مسلمانوں کو ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہئے کہ وہ ان کے درمیان مزید آگ بھڑکائیں۔ بلکہ انھیں بھائیوں والے جذبے کے تحت دونوں کے درمیان مصالحت کے لئے اٹھ جانا چاہئے۔

دو مسلمان جب آپس میں لڑ پڑیں تو ایک صورت یہ ہے کہ بقیہ مسلمان غیر جانب دار بن جائیں۔ یا اگر وہ دخل دیں تو اس طرح کہ خاندانی اور گروہی عصبیت کے تحت "اپنوں" سے مل کر "غیروں" سے لڑنے لگیں۔ یہ تمام طریقے اسلام کے خلاف ہیں۔ صحیح اسلامی طریقہ یہ ہے کہ اصل معاملہ کی تحقیق کی جائے اور جو شخص حق پر ہو اس کا ساتھ دیا جائے اور جو شخص ناحق پر ہو اس کو مجبور کیا جائے کہ وہ معاملہ کے منصفانہ فیصلہ پر راضی ہو۔

اللہ سے ڈرنے والا آدمی کبھی ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ دو بھائیوں کو لڑتے ہوئے دیکھ کر اس سے لذت لے۔ وہ ایسے منظر کو دیکھ کر تڑپ اٹھے گا۔ اس کا مزاج اسے مجبور کرے گا کہ وہ دونوں کے درمیان تعلقات کو درست کرانے کی کوشش کرے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے اللہ پر ایمان اللہ کی رحمتوں کا دروازہ کھولنے کا سبب بن جاتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑪

اے ایمان والو، نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو۔ ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے۔ اور جو باز نہ آئیں تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ ۱۱

ہر آدمی کے اندر پیدائشی طور پر بڑا بننے کا جذبہ چھپا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک شخص کو دوسرے شخص کی کوئی بات مل جائے تو وہ اس کو خوب نمایاں کرتا ہے تاکہ اس طرح اپنے کو بڑا اور دوسرے کو چھوٹا ثابت کرے۔ وہ دوسرے کا مذاق اڑاتا ہے، وہ دوسرے پر عیب لگاتا ہے، وہ دوسرے کو برے نام سے یاد کرتا ہے تاکہ اس کے ذریعے سے اپنے بڑائی کے جذبہ کی تسکین حاصل کرے۔

مگر اچھا اور برا ہونے کا معیار وہ نہیں ہے جو آدمی بطور خود مقرر کرے۔ اچھا در اصل وہ ہے

جو خدا کی نظر میں اچھا ہو اور برا وہ ہے جو خدا کی نظر میں برا ٹھہرے۔ اگر آدمی کے اندر فی الواقع اس کا احساس پیدا ہو جائے تو اس سے بڑائی کا جذبہ چھن جائے گا۔ دوسرے کا مذاق اڑانا، دوسرے کو طعنہ دینا، دوسرے پر عیب لگانا، دوسرے کو برے لقب سے یاد کرنا، سب اس کو بے معنی معلوم ہونے لگیں گے۔ کیونکہ وہ جانے گا کہ لوگوں کے درجہ و مرتبہ کا اصل فیصلہ خدا کے یہاں ہونے والا ہے۔ پھر اگر آج میں کسی کو حقیر سمجھوں اور آخرت کی حقیقی دنیا میں وہ باعزت قرار پائے تو میرا اس کو حقیر سمجھنا کس قدر بے معنی ہوگا۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ ٱلظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَٱتَّقُوا ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢﴾

اے ایمان والو، بہت سے گمانوں سے بچو، کیوں کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ اور ٹوہ میں نہ لگو۔ اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے، اس کو تم خود ناگوار سمجھتے ہو۔ اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ ۱۲

ایک آدمی کسی شخص کے بارہ میں بدگمان ہو جائے تو اس کی ہر بات اس کو غلط معلوم ہونے لگتی ہے۔ اس کے بارہ میں اس کا ذہن منفی رخ پر چل پڑتا ہے۔ اس کی خوبیوں سے زیادہ وہ اس کے عیوب تلاش کرنے لگتا ہے۔ اس کی برائیوں کو بیان کر کے اسے بے عزت کرنا اس کا محبوب مشغلہ بن جاتا ہے۔

اکثر سماجی خرابیوں کی جڑ بدگمانی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ آدمی اس معاملہ میں چوکنا رہے۔ وہ بدگمانی کو اپنے ذہن میں داخل نہ ہونے دے۔

آپ کو کسی سے بدگمانی ہو جائے تو آپ اس سے مل کر گفتگو کر سکتے ہیں۔ مگر یہ سخت غیر اخلاقی فعل ہے کہ کسی کی غیر موجودگی میں اس کو برا کہا جائے جب کہ وہ اپنی صفائی کے لئے وہاں موجود نہ ہو۔ وقتی طور پر کبھی آدمی سے اس قسم کی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ لیکن اگر وہ اللہ سے ڈرنے والا ہے تو وہ اپنی غلطی پر ڈھیٹ نہیں ہوگا۔ اس کا خوف خدا اس کو فوراً اپنی غلطی پر متنبہ کرے گا، وہ اپنی روش کو چھوڑ کر اللہ سے معافی کا طالب بن جائے گا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿۱۳﴾

اے لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ اور تم کو قوموں اور خاندانوں میں تقسیم کر دیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا، خبر رکھنے والا ہے۔ ۱۳

انسانوں کے درمیان مختلف قسم کے فرق ہوتے ہیں۔ کوئی سفید ہے اور کوئی کالا۔ کوئی ایک نسل سے ہے اور کوئی دوسری نسل سے۔ کوئی ایک جغرافیہ سے تعلق رکھتا ہے اور کوئی دوسرے جغرافیہ سے۔ یہ تمام فرق صرف تعارف کے لئے ہیں نہ کہ امتیاز کے لئے۔ اکثر خرابیوں کا سبب یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس قسم کے فرق کی بنا پر ایک دوسرے کے درمیان فرق کرنے لگتے ہیں۔ اس سے وہ تفریق اور تعصب وجود میں آتا ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔

انسان اپنے آغاز کے اعتبار سے سب کے سب ایک ہیں۔ ان میں امتیاز کی اگر کوئی بنیاد ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ کون اللہ سے ڈرنے والا ہے اور کون اللہ سے ڈرنے والا نہیں۔ اور اس کا بھی صحیح علم صرف خدا کو ہے نہ کہ کسی انسان کو۔

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا ۖ قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ۖ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۴﴾ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿۱۵﴾

اعراب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، کہو کہ تم ایمان نہیں لائے، بلکہ یوں کہو کہ ہم نے اسلام قبول کیا، اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ کمی نہیں کرے گا۔ بے شک اللہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ مومن تو بس وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے شک نہیں کیا اور اپنے مال اور اپنی جان سے

اللہ کے راستے میں جہاد کیا، یہی سچے لوگ ہیں۔ ۱۵-۱۴

مدینہ کے اطراف میں کئی چھوٹے چھوٹے قبیلے تھے۔ یہ لوگ ہجرت کے بعد اسلام میں داخل ہوگئے مگر ان کا اسلام کسی گہرے ذہنی انقلاب کا نتیجہ نہ تھا۔ اللہ کی نظر میں اسلام پر ایمان لانے والا وہ ہے جو اسلام کو ایک ایسی حقیقت کے طور پر پائے جو اس کے دل کی گہرائیوں میں اتر جائے جو لوگ اس طرح خدا کے دین کو قبول کریں وہ ایک لازوال یقین کو پالیتے ہیں۔ وہ قربانی کی حد تک اس پر قائم رہنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

آدمی کوئی اچھا کام کرے تو وہ اس کا اظہار کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ حالانکہ اس قسم کا اظہار اس کے عمل کو باطل کردینے والا ہے۔ اچھا عمل حقیقۃً وہ ہے جو اللہ کے لئے کیا جائے۔ پھر اللہ جب خود ہر بات کو جانتا ہے تو اس کے اعلان واظہار کی کیا ضرورت۔

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ
شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ۭ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ
يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ ع ۲ ۸ ۱۴

کہو، کیا تم اللہ کو اپنے دین سے آگاہ کر رہے ہو حالانکہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔ یہ لوگ تم پر احسان رکھتے ہیں کہ انھوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ کہو کہ اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو، بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تم کو ایمان کی ہدایت دی۔ اگر تم سچے ہو۔ بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی چھپی باتوں کو جانتا ہے۔ اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

---

۱۸ - ۱۶

کوئی شخص اسلام میں داخل ہو یا اس کے ہاتھ سے کوئی اسلامی کام انجام پائے تو اس کو سمجھنا چاہئے کہ یہ اللہ کی مدد سے ہوا ہے۔ ایمان اور عمل سب کا انحصار اللہ کی توفیق پر ہے۔ اس لئے جب بھی کسی کو کسی خیر کی توفیق ملے تو وہ اللہ کا شکر ادا کرے۔

اس کے بجائے اگر وہ اپنے ہم مذہبوں پر اس کا احسان جتانے لگے تو گویا وہ زبان حال سے

کہہ رہا ہے کہ یہ کام میں نے اللہ کو دکھانے کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ انسانوں کو دکھانے کے لئے کیا تھا۔ خدا ہر چیز سے براہ راست واقفیت رکھتا ہے، جو شخص خدا کے لئے عمل کرے اس کو یقین رکھنا چاہئے کہ اس کا خدا اس کے عمل کو بتائے بغیر دیکھ رہا ہے۔

سُوْرَةُ قٓ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۚ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ
هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۚ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۞ قَدْ عَلِمْنَا مَا
تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۞ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا
جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۞

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

ق۔ قسم ہے باعظمت قرآن کی۔ بلکہ ان کو تعجب ہوا کہ ان کے پاس انہیں میں سے ایک ڈرانے والا آیا، پس منکروں نے کہا کہ یہ تعجب کی چیز ہے۔ کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے، یہ دوبارہ زندہ ہونا بہت بعید ہے۔ ہم کو معلوم ہے جتنا زمین ان کے اندر سے گھٹاتی ہے اور ہمارے پاس کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے۔ بلکہ انھوں نے حق کو جھٹلایا ہے جب کہ وہ ان کے پاس آچکا ہے، پس وہ الجھن میں پڑے ہوتے ہیں۔ ۱-۵

پیغمبروں کی تاریخ بتاتی ہے کہ ان کے ہم زمانہ لوگ ان کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ البتہ جب بعد کا زمانہ آتا ہے تو لوگ آسانی کے ساتھ ان کی پیغمبرانہ حیثیت کو تسلیم کر لیتے ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ پیغمبر اپنے ہم زمانہ لوگوں کو "اپنے برابر کا ایک شخص" نظر آتا ہے۔ یہ بات ان کے لئے تعجب خیز بن جاتی ہے کہ جس شخص کو وہ اپنے برابر کا سمجھے ہوئے تھے وہ اچانک بڑا بن کر ان کو نصیحت کرنے لگے۔ مگر بعد کے زمانہ میں پیغمبر کے ساتھ عظمتوں کی تاریخ وابستہ ہو چکی ہوتی ہے۔ اس لئے بعد کے لوگوں کو وہ "اپنے سے برتر شخص" دکھائی دینے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعد کے زمانے میں پیغمبر کی پیغمبرانہ حیثیت کو ماننا لوگوں کے لئے مشکل نہیں ہوتا۔ بالفاظ دیگر، ابتدائی دور کے لوگوں کے سامنے پیغمبر ایک

نزاعی شخصیت کے روپ میں ہوتا ہے۔ اور بعد کے لوگوں کے سامنے ثابت شدہ شخصیت کے روپ میں۔ دور اول کے لوگوں کو اپنے اور پیغمبر کے درمیان خلا کو پُر کرنے کے لئے شعوری سفر طے کرنا پڑتا ہے جب کہ بعد کے زمانہ میں یہ خلا خود تاریخ پر کر چکی ہوتی ہے۔

جو لوگ پیغمبر کی پیغمبری پر شبہہ کر رہے ہوں ان کی نظر میں پیغمبر کی ہر بات مشتبہ ہو جاتی ہے حتیٰ کہ وہ بات بھی جس کا عقیدہ روایتی طور پر ان کے یہاں موجود ہوتا ہے۔ تاہم یہ باتیں لوگوں کے لئے عذر نہیں بن سکتیں۔ پیغمبر کو نہ ماننے والے اگر اس کی کتاب کی ناقابل تقلید ادبی عظمت پر غور کریں تو وہ اس کے لانے والے کو خدا کا پیغمبر ماننے پر مجبور ہو جائیں گے۔

أَفَلَمْ يَنظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِن فُرُوجٍ ۝٦ وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝٧ تَبْصِرَةً وَذِكْرَىٰ لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۝٨ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَكًا فَأَنبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ ۝٩ وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيدٌ ۝١٠ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۖ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذَٰلِكَ الْخُرُوجُ ۝١١

کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا، ہم نے کیسا اس کو بنایا اور اس کو رونق دی اور اس میں کوئی رخنہ نہیں۔ اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں پہاڑ ڈال دئے اور اس میں ہر قسم کی رونق کی چیز اگائی، سمجھانے کو اور یاد دلانے کو ہر اس بندے کے لئے جو رجوع کرے۔ اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا، پھر اس سے ہم نے باغ اگائے اور کاٹی جانے والی فصلیں۔ اور کھجوروں کے لمبے درخت جن میں تہہ بہ تہہ خوشے لگتے ہیں، بندوں کی روزی کے لئے۔ اور ہم نے اس کے ذریعہ سے مُردہ زمین کو زندہ کیا۔ اسی طرح زمین سے نکلنا ہوگا۔

۶-۱۱

کائنات کی معنویت، اس کی تخلیقی حکمت، اس کا ہر قسم کے نقص سے خالی ہونا، اس کا انسانی ضرورتوں کے عین مطابق ہونا، یہ واقعات ہر صاحب عقل کو غور و فکر پر مجبور کرتے ہیں۔ اور جو شخص سنجیدگی کے ساتھ کائنات کے نظام پر غور کرے وہ مخلوقات کے اندر اس کے خالق کو پالے گا۔ وہ دنیا کے اندر آخرت کی جھلک دیکھ لے گا، کیوں کہ آخرت کی دنیا در اصل موجودہ دنیا ہی کا دوسرا لازمی روپ ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّأَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُودُ ﴿١٢﴾ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ
لُوطٍ ﴿١٣﴾ وَّأَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۚ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ ﴿١٤﴾ أَفَعَيِينَا
بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ ۚ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿١٥﴾ ع ۱ ۱۵

ان سے پہلے نوح کی قوم اور اصحاب الرس اور ثمود۔ اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائی اور ایکہ والے اور تبع کی قوم نے بھی جھٹلایا۔ سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا، پس میرا ڈرانا ان پر واقع ہو کر رہا۔ کیا ہم پہلی بار پیدا کرنے سے عاجز رہے۔ بلکہ یہ لوگ از سرِ نو پیدا کرنے کی طرف سے شبہ میں ہیں۔ ۱۵-۱۲

قرآن نے تاریخ کا جو تصور پیش کیا ہے، اس کے مطابق یہاں بار بار ایسا ہوا ہے کہ پیغمبروں کے انکار کے نتیجہ میں ان کی مخاطب قومیں ہلاک کر دی گئیں۔ یہاں انہیں ہلاک شدہ قوموں میں سے کچھ قوموں کا ذکر بطور مثال فرمایا گیا ہے۔ قوموں کی یہ ہلاکت دراصل آخرت کا ایک حصہ ہے۔ منکرین حق کے لئے جو عذاب آخرت میں مقدر ہے اس کا ایک جزء اسی آج کی دنیا میں دکھا دیا جاتا ہے۔

دنیا کی پہلی تخلیق اس کی دوسری تخلیق کے امکان کو ثابت کر رہی ہے۔ اگر آدمی سنجیدہ ہو تو آخرت کو ماننے کے لئے اس کے بعد اسے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ
حَبْلِ الْوَرِيدِ ﴿١٦﴾ إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ﴿١٧﴾ مَا يَلْفِظُ
مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴿١٨﴾

اور ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں ان باتوں کو جو اس کے دل میں آتی ہیں۔ اور ہم رگِ گردن سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں۔ جب دو لینے والے لیتے رہتے ہیں جو کہ دائیں اور بائیں طرف بیٹھے ہیں۔ کوئی لفظ وہ نہیں بولتا مگر اس کے پاس ایک مستعد نگراں موجود ہے۔ ۱۸-۱۶

دنیا کا مطالعہ بتاتا ہے کہ یہاں "ریکارڈنگ" کا ناقابل خطا نظام موجود ہے۔ انسان کی سوچ اس کے ذہنی پردہ پر ہمیشہ کے لئے نقش ہو رہی ہے۔ انسان کا ہر بول ہوائی لہروں کی صورت میں مستقل طور پر باقی رہتا ہے۔ انسان کا عمل حرارتی لہروں کے ذریعہ خارجی دنیا میں اس طرح محفوظ ہو جاتا ہے کہ اس کو کسی بھی

وقت دہرایا جاسکے۔ یہ سب آج کی معلوم حقیقتیں ہیں۔ اور یہ معلوم حقیقتیں قرآن کی اس خبر کو قابل فہم بنا رہی ہیں کہ انسان کی نیت، اس کا قول اور اس کا عمل سب کچھ خالق کے علم میں ہے۔ انسان کی ہر چیز فرشتوں کے رجسٹر میں درج کی جارہی ہے۔

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ۝١٩ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ۭ
ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ۝٢٠ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ۝٢١ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ
غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ۝٢٢ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ
هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ۝٢٣ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۝٢٤ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ
مُّرِيْبِۨ ۝٢٥ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ۝٢٦ قَالَ
قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝٢٧ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَ
قَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ۝٢٨ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝٢٩ ع ۲ ۱۶

اور موت کی بے ہوشی حق کے ساتھ آپہنچی۔ یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔ اور صور پھونکا جائے گا، یہ ڈرانے کا دن ہوگا۔ ہر شخص اس طرح آگیا کہ اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا ہے اور ایک گواہی دینے والا۔ تم اس سے غفلت میں رہے، پس ہم نے تمہارے اوپر سے پردہ ہٹا دیا، پس آج تمہاری نگاہ تیز ہے۔ اور اس کے ساتھ کا فرشتہ کہے گا، یہ جو میرے پاس تھا حاضر ہے۔ جہنم میں ڈال دو ناشکر، مخالف کو۔ نیکی سے روکنے والا، حد سے بڑھنے والا، شبہہ ڈالنے والا۔ جس نے اللہ کے ساتھ دوسرے معبود بنائے، پس اس کو ڈال دو سخت عذاب میں۔ اس کا ساتھی شیطان کہے گا کہ اے ہمارے رب میں نے اسے سرکش نہیں بنایا بلکہ وہ خود راہ بھولا ہوا، دور پڑا تھا۔ ارشاد ہوگا، میرے سامنے جھگڑا نہ کرو اور میں نے پہلے ہی تم کو عذاب سے ڈرا دیا تھا۔ میرے یہاں بات بدلی نہیں جاتی اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔ ۲۹-۱۹

ان آیات میں موت اور اس کے بعد قیامت کا منظر کھینچا گیا ہے۔ بتایا گیا ہے کہ وہاں ان لوگوں پر کیا بیتے گی جو موجودہ امتحان کی دنیا میں اپنے کو آزاد پاکر سرکش بنے ہوئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ منظر کشی اتنی بھیانک ہے کہ زندہ آدمی کو تڑپا دینے کے لئے کافی ہے۔

يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِن مَّزِيدٍ ۝ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ
لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ ۝ هَٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ ۝ مَّنْ خَشِيَ
الرَّحْمَٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ ۝ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ۖ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ ۝
لَهُم مَّا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ۝

جس دن ہم جہنم سے کہیں گے، کیا تو بھر گئی۔ اور وہ کہے گی کہ کچھ اور بھی ہے۔ اور جنت ڈرنے والوں کے قریب لائی جائے گی، کچھ دور نہ رہے گی۔ یہ ہے وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہر رجوع کرنے والے اور یاد رکھنے والے کے لئے۔ جو شخص رحمان سے ڈرا بن دیکھے اور رجوع ہونے والا دل لے کر آیا، داخل ہو جاؤ اس میں سلامتی کے ساتھ، یہ دن ہمیشہ رہے گا۔ وہاں ان کے لئے وہ سب ہوگا جو وہ چاہیں، اور ہمارے پاس مزید ہے۔ ۳۵-۳۰

خدا کی ابدی جنت کے مستحق کون لوگ ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں اللہ کے عذاب سے ڈرتے رہے۔ جو لوگ بن دیکھے ڈرے وہی وہ لوگ ہیں جو اس دن ڈر اور غم سے محفوظ رہیں گے جب ڈر لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ اللہ کا خوف آدمی کے اندر جنت والے اوصاف پیدا کرتا ہے اور اللہ سے بے خوفی جہنم والے اوصاف۔

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُم بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ هَلْ
مِن مَّحِيصٍ ۝ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ
شَهِيدٌ ۝

اور ہم ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں، وہ قوت میں ان سے زیادہ تھیں، پس انھوں نے ملکوں کو چھان مارا کہ ہے کوئی پناہ کی جگہ۔ اس میں یاددہانی ہے اس شخص کے لئے جس کے پاس دل ہو یا وہ کان لگائے متوجہ ہو کر۔ ۳۷-۳۶

قومیں ابھرتی ہیں اور عروج کو پہنچ جاتی ہیں مگر جب وہ اپنی بداعمالی کے نتیجہ میں خدا کی زد میں آتی ہیں تو ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ زمین میں کہیں کوئی جگہ نہیں ہوتی جہاں وہ بھاگ کر پناہ لے سکیں۔ تاریخ

کے ان واقعات میں زبردست نصیحت ہے۔ مگر نصیحت وہ شخص لے گا جس کے اندر یا تو سوچنے کی صلاحیت زندہ ہو کہ وہ خود واقعات کے خاموش پیغام کو اخذ کر سکے۔ یا اس کے اندر سننے کی صلاحیت زندہ ہو کہ جب اس کو بتایا جائے تو وہ اس کے اندرون تک بلا روک ٹوک پہنچے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿٣٨﴾
فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿٣٩﴾
وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿٤٠﴾

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنایا اور ہم کو کچھ تکان نہیں ہوئی پس جو کچھ وہ کہتے ہیں اس پر صبر کرو اور اپنے رب کی تسبیح کرو حمد کے ساتھ، سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے۔ اور رات میں اس کی تسبیح کرو اور سجدوں کے پیچھے۔ ۳۸-۴۰

زمین و آسمان کو چھ دنوں، بالفاظ دیگر چھ دوروں میں پیدا کرنا بتاتا ہے کہ خدا کا طریقہ تدریجی عمل کا طریقہ ہے۔ اور جب خدا ساری طاقتوں کا مالک ہونے کے باوجود واقعات کو تدریج کے ساتھ لمبی مدت میں ظہور میں لاتا ہے تو انسان کو بھی چاہئے کہ وہ جلدبازی سے بچے، وہ صابرانہ عمل کے ذریعہ نتیجہ تک پہنچنے کی کوشش کرے۔

دعوت کا عمل شروع سے آخر تک صبر کا عمل ہے۔ اس میں انسان کی طرف سے پیش آنے والی تلخیوں کو سہنا پڑتا ہے۔ اس میں نتیجہ سامنے دکھائی نہ دینے کے باوجود اپنے عمل کو جاری رکھنا پڑتا ہے۔ اس صبر آزما عمل پر وہی شخص قائم رہ سکتا ہے جس کے صبح و شام ذکر اور عبادت میں گزرتے ہوں، جو انسانوں سے نہ پا کر خدا سے پا رہا ہو، جو سب کچھ کھو کر بھی احساس محرومی کا شکار نہ ہو سکے۔

"ہم کو تکان نہیں ہوتی" ایک ضمنی فقرہ ہے۔ موجودہ محرف بائبل میں ہے کہ خدا نے چھ دنوں میں آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ساتویں دن آرام کیا۔ یہ فقرہ اسی کی تصحیح و تردید ہے۔ آرام وہ کرتا ہے جو تھکے۔ خدا کو تکان نہیں ہوتی اس لئے اس کو آرام کرنے کی ضرورت بھی نہیں۔

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿٤١﴾ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۗ ذٰلِكَ يَوْمُ
الْخُرُوْجِ ﴿٤٢﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿٤٣﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۗ
ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿٤٤﴾

اور کان لگائے رکھو کہ جس دن پکارنے والا بہت قریب سے پکارے گا۔ جس دن لوگ بالیقین چنگھاڑ کو سنیں گے وہ نکلنے کا دن ہوگا۔ بے شک ہم ہی جلاتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف لوٹنا ہے جس دن زمین ان پر سے کھل جائے گی، وہ سب دوڑتے ہوں گے، یہ اکٹھا کرنا ہمارے لئے آسان ہے۔ ۴۱-۴۴

قیامت کی کوئی تاریخ مقرر نہیں۔ کسی بھی وقت اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا اور اسرافیل صور میں پھونک مار کر اس کی اچانک آمد کی اطلاع دے دیں گے۔

جو لوگ خدا سے غافل ہیں وہ قیامت کو دور کی چیز سمجھتے ہیں۔ مگر جو سچا مومن ہے وہ ہر آن اس اندیشہ میں رہتا ہے کہ کب صور پھونک دیا جائے اور کب قیامت آجائے۔ صور پھونکے جانے کے بعد زمین و آسمان کا نقشہ بدل چکا ہوگا اور تمام لوگ ایک نئی دنیا میں جمع کئے جائیں گے تاکہ اپنے اپنے عمل کے مطابق اپنا ابدی انجام پاسکیں۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝

ع ۱۷

ہم جانتے ہیں جو کچھ یہ لوگ کہہ رہے ہیں۔ اور تم ان پر جبر کرنے والے نہیں ہو۔ پس تم قرآن کے ذریعہ اُس شخص کو نصیحت کرو جو میرے ڈرانے سے ڈرے۔ ۴۵

قرآن میں بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں ارشاد ہوا ہے کہ تمہارا کام صرف پہنچا دینا ہے تمہارا کام لوگوں کو بدلنا نہیں ہے۔ دوسری طرف قرآن میں ایک سے زیادہ مقام پر یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ خدا تمہارے ذریعہ سے دین حق کو تمام دینوں پر غالب کرے گا۔

یہ دو بات دراصل پیغمبر اسلام کی دو مختلف حیثیتوں کے اعتبار سے ہے۔ آپ ایک اعتبار سے "رسول اللہ" تھے۔ دوسرے اعتبار سے آپ "خاتم النبیین" تھے۔ رسول اللہ ہونے کی حیثیت سے آپ کا کام وہی تھا جو تمام پیغمبروں کا تھا۔ یعنی امر حق کو لوگوں تک پوری طرح پہنچا دینا۔ مگر خاتم النبیین ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کو یہ بھی مطلوب تھا کہ آپ کے ذریعہ سے وہ اسباب پیدا کئے جائیں جو ہدایت الٰہی کو مستقل طور پر محفوظ کردیں۔ تاکہ دوبارہ پیغمبر بھیجنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ آپ کی اس دوسری حیثیت کا تقاضا تھا کہ آپ

کے ذریعہ سے وہ انقلاب لایا جائے جو شرک کے غلبہ کو ختم کردے اور اسلام کو ایک ایسی غالب قوت کی حیثیت سے قائم کردے جو ہمیشہ کے لئے ہدایت الٰہی کی حفاظت کی ضمانت بن جائے۔

سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتُّوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا (۱) فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا (۲) فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا (۳) فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا (۴) اِنَّمَا
تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ (۵) وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ (۶) وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ (۷) اِنَّكُمْ لَفِيْ
قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ (۸) يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ (۹)

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قسم ہے ان ہواؤں کی جو گرد اڑانے والی ہیں پھر وہ اٹھا لیتی ہیں بوجھ۔ پھر وہ چلنے لگتی ہیں آہستہ۔ پھر الگ الگ کرتی ہیں معاملہ۔ بے شک تم سے جو وعدہ کیا جا رہا ہے وہ سچ ہے۔ اور بے شک انصاف ہونا ضرور ہے۔ قسم ہے جالدار آسمان کی۔ بے شک تم ایک اختلاف میں پڑے ہوئے ہو اس سے وہی پھرتا ہے جو پھیر اگیا۔ ۹-۱

یہاں بارش کے عمل کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ پہلے تیز ہوائیں اٹھتی ہیں۔ پھر مختلف مراحل سے گزر کر وہ بادلوں کو چلاتی ہیں۔ اور پھر وہ کسی گروہ پر بارانِ رحمت برساتی ہیں اور کسی گروہ پر سیلاب کی صورت میں تباہ کاریاں لاتی ہیں۔

یہ واقعہ بتاتا ہے کہ خدا کی اس دنیا میں "تقسیم امر" کا قانون ہے۔ یہاں کسی کو کم ملتا ہے اور کسی کو زیادہ۔ کسی کو دیا جاتا ہے اور کسی سے چھین لیا جاتا ہے۔ یہ ایک اشارہ ہے جو بتاتا ہے کہ موت کے بعد آنے والی دنیا میں انسان کے ساتھ کیا معاملہ پیش آنے والا ہے۔ وہاں تقسیم امر کا یہ اصول اپنی کامل صورت میں نافذ ہوگا۔ ہر ایک کو حد درجہ انصاف کے ساتھ وہی ملے گا جو اسے ملنا چاہئے اور وہ نہیں ملے گا جس کو پانے کا وہ مستحق نہ تھا۔

آسمان میں بے شمار ستارے ہیں۔ یہ سب کے سب اپنے اپنے مدار میں گھوم رہے ہیں۔ اگر ان کی مجموعی تصویر بنائی جائے تو وہ کسی خانہ دار جال کی مانند ہوگی۔ اس قسم کا حیرت ناک نظام اپنے اندر گہری معنویت کا اشارہ کرتا ہے۔ جو لوگ اپنی عقل کو استعمال کریں وہ اس میں سبق پائیں گے۔ اور جو لوگ اپنی عقل کو

استعمال نہ کریں ان کے لئے وہ ایک بے معنی رقص ہے جس کے اندر کوئی سبق نہیں۔

قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ (10) الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ (11) يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ
الدِّيْنِ (12) يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ (13) ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ
تَسْتَعْجِلُوْنَ (14) اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (15) اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ
اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ (16) كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ (17) وَ
بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (18) وَفِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (19)

مارے گئے اٹکل سے باتیں کرنے والے۔ جو غفلت میں بھولے ہوئے ہیں۔ وہ پوچھتے ہیں کہ کب ہے بدلہ کا دن۔ جس دن وہ آگ پر رکھے جائیں گے۔ چکھو مزہ اپنی شرارت کا، یہ ہے وہ چیز جس کی تم جلدی کر رہے تھے۔ بے شک ڈرنے والے لوگ باغوں میں اور چشموں میں ہوں گے۔ لے رہے ہوں گے جو کچھ ان کے رب نے ان کو دیا، وہ اس سے پہلے نیکی کرنے والے تھے۔ وہ راتوں کو کم سوتے تھے۔ اور صبح کے وقتوں میں وہ معافی مانگتے تھے اور ان کے مال میں سائل اور محروم کا حصہ تھا۔ 19-10

کسی بات کو سمجھنے کے لئے سب سے ضروری شرط سنجیدگی ہے۔ جو لوگ ایک بات کے معاملہ میں سنجیدہ نہ ہوں وہ اس کے قرائن و دلائل پر دھیان نہیں دیتے، اس لئے وہ اس کو سمجھ بھی نہیں سکتے۔ وہ اس کا مذاق اڑا کر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ اس قابل ہی نہیں کہ اس کو سنجیدہ غور وفکر کا موضوع سمجھا جائے۔ ایسے لوگوں کو منوانا کسی طرح ممکن نہیں۔ وہ صرف اس وقت اعتراف کریں گے جب کہ ان کی غلط روش ایک ایسا عذاب بن کر ان کے اوپر ٹوٹ پڑے جس سے چھٹکارا پانا کسی طرح ان کے لئے ممکن نہ ہو۔

سنجیدہ لوگوں کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ ان کی سنجیدگی ان کو محتاط بنا دیتی ہے۔ ان سے سرکشی کا مزاج رخصت ہو جاتا ہے۔ ان کا بڑھا ہوا احساس انھیں راتوں کو بھی بیدار رہنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ ان کے اوقات خدا کی یاد میں بسر ہونے لگتے ہیں۔ وہ اپنے مال کو اپنی محنت کا نتیجہ نہیں سمجھتے بلکہ اس کو خدا کا عطیہ سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس میں دوسروں کا بھی حق سمجھنے لگتے ہیں جس طرح وہ اس میں اپنا حق سمجھتے ہیں۔

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ (20) وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (21) وَفِي السَّمَآءِ

ع ۱۸ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ﴿٢٢﴾ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنطِقُونَ ﴿٢٣﴾

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین کرنے والوں کے لئے۔ اور خود تمہارے اندر بھی، کیا تم دیکھتے نہیں۔ اور آسمان میں تمہاری روزی ہے اور وہ چیز بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ پس آسمان اور زمین کے رب کی قسم، وہ یقینی ہے جیسا کہ تم بولتے ہو۔ ۲۳-۲۰

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو اس طرح بنایا ہے کہ موجودہ معلوم دنیا بعد کو آنے والی نامعلوم دنیا کی نشانی بن گئی ہے زمین میں پھیلے ہوئے مادی واقعات اور انسان کے اندر چھپے ہوتے احساسات دونوں بالواسطہ انداز میں اس واقعہ کی پیشگی خبر دے رہے ہیں جو موت کے بعد براہ راست انداز میں انسان کے سامنے آنے والا ہے۔ انھیں نشانیوں میں سے ایک نشانی نطق (بولنا) ہے۔

حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ آخرت میں جو کچھ ملے گا وہ خود آدمی کے اپنے اعمال ہوں گے جو اس کی طرف لوٹا دئے جائیں گے (انما ھی اعمالکم ترد علیکم) گویا آخرت کی دنیا موجودہ دنیا ہی کا مثنیٰ (Double) ہے۔ آدمی کا نطق اسی امکان کا ایک جزئی مظاہرہ ہے۔ آدمی کی آواز ٹیپ پر ریکارڈ کر دی جائے اور پھر ٹیپ کو بجایا جائے تو عین وہی آواز اس سے نکلتی ہے جو انسان کی آواز تھی۔ ٹیپ کی آواز انسان کی اصل آواز کا مثنیٰ (Double) ہے۔ اس طرح آواز جزئی سطح پر اس واقعہ کا تجربہ کرا رہی ہے جو کلی سطح پر آخرت میں ظاہر ہونے والا ہے۔

"وہ یقینی ہے تمہارے نطق کی طرح" یعنی جب تمہارے نطق کی تکرار ممکن ہے تو تمہارے وجود کی تکرار کیوں ممکن نہیں۔ انسانی ہستی کے ایک جزء کی کامل تکرار کا مشاہدہ اسی دنیا میں ہو رہا ہے، اسی سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ انسانی ہستی کے کامل مجموعہ کی تکرار بھی ہو سکتی ہے۔

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ﴿٢٤﴾ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ
قَوْمٌ مُّنكَرُونَ ﴿٢٥﴾ فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ ﴿٢٦﴾ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا
تَأْكُلُونَ ﴿٢٧﴾ فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً قَالُوا لَا تَخَفْ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ﴿٢٨﴾ فَأَقْبَلَتِ
امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ ﴿٢٩﴾ قَالُوا كَذَٰلِكِ قَالَ

رَبُّكِ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ۝

کیا تم کو ابراہیم کے معزز مہمانوں کی بات پہنچی۔ جب وہ اس کے پاس آئے۔ پھر ان کو سلام کیا۔ اس نے کہا تم لوگوں کو بھی سلام ہے ــــ کچھ اجنبی لوگ ہیں۔ پھر وہ اپنے گھر کی طرف چلا اور ایک بچھڑا بھنا ہوا لے آیا پھر اس کو ان کے پاس رکھا، اس نے کہا، آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں۔ پھر وہ دل میں ان سے ڈرا۔ انھوں نے کہا کہ ڈرو مت۔ اور ان کو ذی علم لڑکے کی بشارت دی۔ پھر اس کی بیوی بولتی ہوئی آئی، پھر ماتھے پر ہاتھ مارا اور کہنے لگی کہ بوڑھی، بانجھ۔ انھوں نے کہا کہ ایسا ہی فرمایا ہے تیرے رب نے۔ بے شک وہ حکمت والا جاننے والا ہے۔ ۳۰-۲۴

ان آیتوں میں اس منظر کا بیان ہے جب کہ حضرت ابراہیم کے پاس خدا کے فرشتے آئے تاکہ انھیں بڑھاپے میں اولاد کی بشارت دیں۔ حضرت ابراہیم قدیم عراق میں پیدا ہوئے۔ وہ لمبی مدت تک اپنی قوم کو توحید اور آخرت کا پیغام دیتے رہے۔ مگر آپ کی بیوی اور آپ کے ایک بھتیجے کے سوا کوئی بھی شخص آپ کی بات ماننے کے لئے تیار نہ ہوا۔ یہاں تک کہ آپ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گئے۔

اب آپ کے مشن کا تسلسل باقی رکھنے کے لئے دوسری ممکن صورت صرف یہ تھی کہ آپ کے یہاں اولاد پیدا ہو اور آپ اس کو تربیت دے کر تیار کریں۔ باپ اور بیٹے کے درمیان خونی تعلق ہوتا ہے۔ یہ خونی تعلق ایک اضافی طاقت بن جاتا ہے جو بیٹے کو اپنے باپ کے ساتھ ہر حال میں جوڑے رکھے اور اس کو اس کا ہم خیال بنائے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو آخر عمر میں دو لڑکے عطا کئے۔ ایک حضرت اسحاق جن کے ذریعہ سے بنی اسرائیل میں دعوت توحید کا تسلسل جاری رہا۔ دوسرے حضرت اسماعیل جن کے ذریعہ عرب کے صحرا میں ایک ایسی نسل تیار کرنے کا کام لیا گیا جو پیغمبر آخر الزماں کا ساتھ دے کر آپ کے تاریخی مشن کی تکمیل کرے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ۝ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُجْرِمِينَ ۝
لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِنْ طِينٍ ۝ مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِينَ ۝
فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ

الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٣٦﴾ وَتَرَكْنَا فِيْهَا آيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْأَلِيْمَ ﴿٣٧﴾

ابراہیم نے کہا کہ اے فرشتو، تم کو کیا مہم درپیش ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم قوم (قوم لوط) کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ تاکہ اس پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر برسائیں۔ جو نشان لگائے ہوئے ہیں تمہارے رب کے پاس ان لوگوں کے لئے جو حد سے گزرنے والے ہیں۔ پھر وہاں جتنے ایمان والے تھے ان کو ہم نے نکال لیا۔ پس وہاں ہم نے ایک گھر کے سوا کوئی مسلم گھر نہ پایا اور ہم نے اس میں ایک نشانی چھوڑی ان لوگوں کے لئے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔ ۳۱-۳۷

حضرت ابراہیم اس وقت فلسطین میں تھے۔ قریب ہی بحر مردار کے پاس سدوم وعمورہ کی بستیاں تھیں جہاں قوم لوط کے لوگ آباد تھے۔ حضرت لوط کی طویل تبلیغ کے باوجود وہ لوگ خدا فراموشی کی زندگی سے نکلنے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ چنانچہ حضرت لوط اور ان کے ساتھی اللہ کے حکم سے باہر آگئے۔ مذکورہ فرشتوں نے زلزلہ اور آندھی اور کنکروں کی بارش سے پوری قوم کو ہلاک کر دیا۔

قوم لوط دو ہزار سال پہلے ختم ہو گئی۔ مگر اس کا تباہ شدہ مسکن (بحر مردار کا جنوبی علاقہ) آج بھی ان لوگوں کو سبق دے رہا ہے جو واقعات سے سبق لینے کا مزاج رکھتے ہوں۔

وَفِيْ مُوْسٰى إِذْ أَرْسَلْنٰهُ إِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٨﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ
أَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿٣٩﴾ فَأَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿٤٠﴾ وَفِيْ عَادٍ إِذْ
أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿٤١﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ
كَالرَّمِيْمِ ﴿٤٢﴾ وَفِيْ ثَمُوْدَ إِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ﴿٤٣﴾ فَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ
فَأَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿٤٤﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا
مُنْتَصِرِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿٤٦﴾ ع ۲ ۱

اور موسیٰ میں بھی نشانی ہے جب کہ ہم نے اس کو فرعون کے پاس ایک کھلی دلیل کے ساتھ بھیجا تو وہ اپنی قوت کے ساتھ پھر گیا۔ اور کہا کہ یہ جادوگر ہے یا مجنون ہے۔ پس ہم نے اس کو اور اس کی فوج کو پکڑا، پھر ان کو سمندر میں پھینک دیا اور وہ سزاوار ملامت تھا۔ اور عاد میں بھی نشانی ہے جب کہ ہم نے ان پر

ایک بے نفع ہوا بھیج دی۔ وہ جس چیز پر سے بھی گزری اس کو ریزہ ریزہ کر کے چھوڑ دیا۔ اور ثمود میں بھی نشانی ہے جب کہ ان سے کہا گیا کہ تھوڑی مدت تک کے لئے فائدہ اٹھالو۔ پس انھوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی، پس ان کو کڑک نے پکڑ لیا۔ اور وہ دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ نہ اٹھ سکے۔ اور نہ اپنا بچاؤ کر سکے۔ اور نوح کی قوم کو بھی اس سے پہلے، بے شک وہ نافرمان لوگ تھے۔ ۴۶-۳۸

فرعون مصر نے حضرت موسیٰ کے معجزوں کو جادو قرار دیا۔ آپ کا وہ یقین جو آپ کے برسر حق ہونے کو ظاہر کر رہا تھا اس کو اس نے جنون سے تعبیر کیا تھا۔ اسی کا نام تلبیس ہے اور یہی تلبیس ہمیشہ ان لوگوں کا طریقہ رہا ہے جو دلیل کے باوجود حق کو ماننے پر تیار نہیں ہوتے۔

حق کے مقابلہ میں اس قسم کی سرکشی کرنے والے لوگ کبھی خدا کی پکڑ سے نہیں بچتے۔ فرعون اسی بنا پر ہلاک کیا گیا۔ اور قوم عاد اور قوم ثمود اور قوم نوح بھی اسی بنا پر تباہ و برباد کر دی گئی۔ ایسے لوگوں کے لئے خدا کی دنیا میں کوئی اور فائدہ اس تھوڑے سے فائدہ کے سوا مقدر نہیں جو امتحان کی مصلحت کے تحت انھیں محدود مدت کے لئے حاصل ہوا تھا۔

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾
وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ
مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۱﴾

اور ہم نے آسمان کو اپنی قدرت سے بنایا اور ہم کشادہ کرنے والے ہیں۔ اور زمین کو ہم نے بچھایا، پس کیا ہی خوب بچھانے والے ہیں۔ اور ہم نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا بنایا ہے تاکہ تم دھیان کرو۔ پس دوڑو اللہ کی طرف، میں اس کی طرف سے ایک کھلا ڈرانے والا ہوں۔ اور اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود نہ بناؤ، میں اس کی طرف سے تمہارے لئے کھلا ڈرانے والا ہوں۔ ۵۱-۴۷

"ہم آسمان کو کشادہ کرنے والے ہیں" اس فقرہ میں غالباً کائنات کی اس نوعیت کی طرف اشارہ ہے جو صرف حال میں دریافت ہوئی ہے۔ یعنی کائنات کا مسلسل اپنے چاروں طرف پھیلنا۔ کائنات کا اس طرح پھیلنا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کو کسی پیدا کرنے والے نے پیدا کیا ہے۔ کیوں کہ اس پھیلاؤ کا مطلب یہ ہے کہ اپنی ابتدا میں وہ سکونی ہوتی تھی۔ معلوم مادی قانون کے مطابق کائنات کے اس ابتدائی گولے

کے تمام اجزاء اندر کی طرف کھنچے ہوئے تھے۔ ایسی حالت میں ان کا بیرونی طرف سفر کرنا کسی خارجی مداخلت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اور خارجی مداخلت کو ماننے کے بعد خدا کا ماننا لازم ہو جاتا ہے۔

ہماری دنیا کا نظام انتہائی بامعنی نظام ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ دنیا کی تخلیق کسی اعلیٰ مقصد کے تحت ہوئی ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ انسان نے زمین کو فساد سے بھر رکھا ہے۔ بامعنی کائنات میں یہ بے معنی واقعہ بالکل بے جوڑ ہے۔ یہ صورت حال تقاضا کرتی ہے کہ ایک ایسی دنیا بنے جو ہر قسم کی برائیوں سے پاک ہو۔

یہاں دوبارہ موجودہ دنیا کے اندر ایک ایسا واقعہ موجود ہے جو اس سوال کا جواب دیتا ہے۔ اور وہ ہے یہاں کی تمام چیزوں کا جوڑے جوڑے ہونا ــــ مادہ میں مثبت اور منفی ذرے، نباتات میں نر اور مادہ، انسان میں عورت اور مرد۔ اس سے کائنات کا یہ مزاج معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اشیاء کی کمی کو اس کے جوڑے کے ذریعہ مکمل کرنے کا قانون رائج ہے۔ یہ ایک قرینہ ہے جو آخرت کے امکان کو ثابت کرتا ہے۔ آخرت کی دنیا گویا موجودہ دنیا کا دوسرا جوڑا ہے جس سے مل کر ہماری دنیا اپنے آپ کو مکمل کرتی ہے۔

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿٥٢﴾ اَتَوَاصَوْا
بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿٥٣﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿٥٤﴾ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى
تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥٥﴾

اسی طرح ان کے اگلوں کے پاس کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا جس کو انھوں نے ساحر یا مجنون نہ کہا ہو۔ کیا یہ ایک دوسرے کو اس کی وصیت کرتے چلے آرہے ہیں، بلکہ یہ سب سرکش لوگ ہیں۔ پس تم ان سے اعراض کرو، تم پر کچھ الزام نہیں۔ اور سمجھاتے رہو کیوں کہ سمجھانا ایمان والوں کو نفع دیتا ہے۔ ۵۵ ــ ۵۲

ایک سنجیدہ آدمی اگر کسی بات کی دلیل مانگے تو دلیل سامنے آنے کے بعد وہ اس کو مان لیتا ہے۔ مگر جو لوگ سرکشی کا مزاج رکھتے ہوں انھیں کسی بھی دلیل سے چپ نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ہر دلیل کو نہ ماننے کے لئے دوبارہ کچھ نئے الفاظ پالیں گے۔ حتیٰ کہ اگر ان کے سامنے ایسی دلیل پیش کر دی جائے جس کا توڑ ممکن نہ ہو تو وہ یہ کہہ کر اسے نظر انداز کر دیں گے کہ ــــ یہ تو جادو ہے۔

یہ ان لوگوں کا حال ہے جن کو قوم کے اندر بڑائی کا درجہ مل گیا ہو۔ ایسے لوگوں کے لئے ان کی بڑائی کا احساس اس میں رکاوٹ بن جاتا ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص کی زبان سے جاری ہونے والی سچائی کو مان لیں۔ ایسے لوگ اگر دعوت حق کو نہ مانیں تو داعی کو مایوس نہ ہونا چاہئے۔ وہ ان دوسرے لوگوں

میں اپنے حامی پالے گا جو جھوٹی بڑائی کے احساس میں مبتلا ہونے سے بچے ہوئے ہوں۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ مَا أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ ﴿٥٧﴾ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ﴿٥٨﴾ فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذَنُوبًا مِّثْلَ ذَنُوبِ أَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُونِ ﴿٥٩﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِن يَوْمِهِمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿٦٠﴾

اور میں نے جن اور انسان کو صرف اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ میں ان سے رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھ کو کھلائیں۔ بے شک اللہ ہی روزی دینے والا، زور آور، زبردست ہے۔ پس جن لوگوں نے ظلم کیا ان کا ڈول بھر چکا ہے جیسے ان کے ساتھیوں کے ڈول بھرے تھے، پس وہ جلدی نہ کریں۔ پس منکروں کے لئے خرابی ہے ان کے اس دن سے جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے۔

56 - 60

خدا ہر قسم کا ذاتی اختیار رکھتا ہے۔ تاہم فرشتوں کو اس نے اپنی وسیع سلطنت کا انتظام کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ مگر انسانوں کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ انسان اس لئے پیدا نہیں کئے گئے کہ وہ خدا کی کسی شخصی یا انتظامی ضرورت کو پورا کریں۔ ان کی پیدائش کا واحد مقصد خدا کی عبادت ہے۔ عبادت کا مطلب اپنے آپ کو خدا کے آگے جھکانا ہے، اپنے آپ کو پوری طرح خدا کا پرستار بنا دینا ہے۔

اس عبادت کا خلاصہ معرفت ہے۔ چنانچہ ابن جریج نے الا لیعبدون کی تشریح الا لیعرفون سے کی ہے (تفسیر ابن کثیر) یعنی انسان سے یہ مطلوب ہے کہ وہ خدا کو لطور دریافت کے پاتے۔ وہ بن دیکھے خدا کو پہچانے۔ اسی کا نام معرفت ہے۔ اس معرفت کے نتیجہ میں آدمی کی جو زندگی بنتی ہے اسی کو عبادت و بندگی کہا جاتا ہے۔

پانی کا ڈول بھرنے کے بعد ڈوب جاتا ہے اسی طرح آدمی کی مہلت عمل پوری ہونے کے بعد فوراً اس کی موت آجاتی ہے۔ جو شخص ڈول بھرنے سے پہلے اپنی اصلاح کرلے اس نے اپنے آپ کو بچایا۔ اور جو شخص آخر وقت تک غافل رہا وہ ہلاک ہوگیا۔

ظالم لوگ اگر پکڑے نہ جارہے ہوں تو انہیں یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ چھوڑ دئے گئے ہیں۔ وہ اس لئے آزاد ہیں کہ خدا کا طریقہ جلدی پکڑنے کا طریقہ نہیں، نہ اس لئے کہ خدا انہیں پکڑنے والا نہیں۔

سُوْرَةُ الطُّوْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَنْزَلَتْ فِيْ مَكَّةَ وَرُكُوْعَاتُهَا ٢

وَالطُّوْرِ ﴿١﴾ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ﴿٢﴾ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ﴿٣﴾ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ﴿٤﴾ وَالسَّقْفِ
الْمَرْفُوْعِ ﴿٥﴾ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ﴿٦﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ﴿٧﴾ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ﴿٨﴾ يَّوْمَ
تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ﴿٩﴾ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ﴿١٠﴾ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١١﴾ الَّذِيْنَ
هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ﴿١٢﴾ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴿١٣﴾ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ
كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٤﴾ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿١٥﴾ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا
اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٦﴾

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قسم ہے طور کی۔ اور لکھی ہوئی کتاب کی، کشادہ ورق میں۔ اور آباد گھر کی۔ اور اونچی چھت کی۔ اور ابلتے ہوئے سمندر کی۔ بے شک تمہارے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا۔ اس کو کوئی ٹالنے والا نہیں۔ جس دن آسمان ڈگمگائے گا اور پہاڑ چلنے لگیں گے۔ پس خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے جو باتیں بناتے ہیں کھیلتے ہوئے۔ جس دن وہ جہنم کی آگ کی طرف دھکیلے جائیں گے۔ یہ ہے وہ آگ جس کو تم جھٹلاتے تھے۔ کیا یہ جادو ہے یا تم کو نظر نہیں آتا۔ اس میں داخل ہو جاؤ۔ پھر تم صبر کرو یا صبر نہ کرو۔ تمہارے لیے یکساں ہے۔ تم وہی بدلہ پا رہے ہو جو تم کرتے تھے۔ ۱۶-۱

طور صحرائے سینا کا وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ کو پیغمبری دی گئی۔ کتاب مسطور سے مراد تورات ہے۔ بیت معمور سے مراد زمین اور سقف مرفوع سے مراد آسمان ہے۔ بحر مسجور سے مراد موجیں مارتا ہوا سمندر ہے۔ یہ چیزیں شاہد ہیں کہ خدا کی پکڑ کا دن یقیناً آنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہی خبر پیغمبروں کے ذریعہ دیتا رہا ہے۔ قدیم آسمانی کتابوں میں یہی بات درج ہے۔ زمین و آسمان اپنی خاموش زبان میں اس کا اعلان کر رہے ہیں۔ سمندر کی موجیں ہر سننے والے کو اس کی کہانی سنا رہی ہیں۔

انسان کو اپنے عمل کا نتیجہ بھگتنا ہوگا، یہ بات آج پیشگی اطلاع کی صورت میں بتائی جا رہی ہے۔ جو لوگ پیشگی اطلاع سے ہوش میں نہ آئیں ان پر ان کی غفلت اور سرکشی کل کے دن ایک دردناک عذاب کی صورت میں آپڑے گی اور پھر وہ اس سے بھاگنا چاہیں گے مگر وہ اس سے بھاگ کر کہیں نہ جا سکیں گے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَعِيمٍ ﴿١٧﴾ فَاكِهِينَ بِمَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقَاهُمْ رَبُّهُمْ
عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿١٨﴾ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾ مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ سُرُرٍ
مَصْفُوفَةٍ ۖ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ﴿٢٠﴾

بے شک متقی لوگ باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے۔ وہ خوش دل ہوں گے ان چیزوں سے جو ان کے رب نے انھیں دی ہوں گی، اور ان کے رب نے ان کو دوزخ کے عذاب سے بچالیا۔ کھاؤ اور پیو مزہ کے ساتھ اپنے اعمال کے بدلہ میں۔ تکیہ لگائے ہوئے صف بہ صف تختوں کے اوپر۔ اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ان سے بیاہ دیں گے۔ ۲۰-۱۷

انسان کا سب سے بڑا جرم حق کو جھٹلانا ہے۔ اسی سے بقیہ تمام جرائم پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح انسان کی سب سے بڑی نیکی حق کا اعتراف ہے، تمام دوسری نیکیاں اسی سے بطور نتیجہ ظاہر ہوتی ہیں۔

حق کو ماننے سے آدمی کی بڑائی ٹوٹتی ہے۔ یہ کسی انسان کے لئے سب سے زیادہ مشکل کام ہے۔ اس پر وہی لوگ پورے اترتے ہیں جن کو اللہ کے ڈر نے آخری حد تک سنجیدہ بنا دیا ہو۔ جو لوگ اس سب سے بڑی نیکی کا ثبوت دیں وہ اسی کے مستحق ہیں کہ ان کے لئے جنت کی ابدی نعمتوں کے دروازے کھول دئے جائیں۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ
عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ﴿٢١﴾ وَأَمْدَدْنَاهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَلَحْمٍ مِمَّا
يَشْتَهُونَ ﴿٢٢﴾ يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا لَا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَأْثِيمٌ ﴿٢٣﴾ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ
لَهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَكْنُونٌ ﴿٢٤﴾ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٢٥﴾ قَالُوا إِنَّا كُنَّا
قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ﴿٢٦﴾ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ ﴿٢٧﴾ إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ
ع ۴۸/۲ نَدْعُوهُ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ﴿٢٨﴾

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی ان کی راہ پر ایمان کے ساتھ چلی، ان کے ساتھ ہم ان کی اولاد کو بھی جمع کر دیں گے، اور ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کریں گے۔ ہر آدمی اپنی کمائی میں پھنسا ہوا ہے۔ اور ہم

ان کی پسند کے میوے اور گوشت ان کو برابر دیتے رہیں گے۔ ان کے درمیان شراب کے پیالوں کے تبادلے ہو رہے ہوں گے جو لغویت اور گناہ سے پاک ہوگی۔ اور ان کی خدمت میں لڑکے دوڑتے پھر رہے ہوں گے۔ گویا کہ وہ حفاظت سے رکھے ہوئے موتی ہیں۔ وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات کریں گے۔ وہ کہیں گے کہ ہم اس سے پہلے اپنے گھر والوں میں ڈرتے رہتے تھے۔ پس اللہ نے ہم پر فضل فرمایا اور ہم کو لوکے عذاب سے بچالیا۔ ہم اس سے پہلے اسی کو پکارتے تھے، بے شک وہ نیک سلوک والا، مہربان ہے۔ ۲۸-۲۱

آخرت میں ایسا نہیں ہوگا کہ ایک شخص کا گناہ دوسرے شخص کے اوپر ڈال دیا جائے۔ اور نہ کوئی شخص ایمان وعمل کے بغیر جنت میں داخلہ پا سکے گا۔ البتہ اہل جنت کے ساتھ ایک خاص فضل کا معاملہ یہ ہوگا کہ والدین اگر جنت کے بلند درجہ میں ہوں اور ان کی اولاد کسی اور درجے میں تو اولاد کو بھی ان کے والدین کے ساتھ ملا دیا جائے گا تاکہ انھیں مزید خوشی حاصل ہو سکے۔

جنت کی لطیف دنیا میں داخلہ کا مستحق صرف وہ شخص ہوگا جس کا حال یہ تھا کہ اپنے بیوی بچوں کے درمیان رہتے ہوئے بھی اس کو اللہ کا خوف تڑپائے ہوئے تھا، اور جس نے اپنی امیدوں اور اپنے اندیشوں کو صرف ایک اللہ کے ساتھ وابستہ کر رکھا تھا۔

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴿۲۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿۳۰﴾ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿۳۱﴾ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۳۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿۳۴﴾

پس تم نصیحت کرتے رہو، اپنے رب کے فضل سے تم نہ کاہن ہو اور نہ مجنون۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ ایک شاعر ہے، ہم اس پر گردش زمانہ کے منتظر ہیں۔ کہو کہ انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔ کیا ان کی عقلیں ان کو یہی سکھاتی ہیں یا یہ سرکش لوگ ہیں۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن کو خود بنا لایا ہے۔ بلکہ وہ ایمان نہیں لانا چاہتے۔ پس وہ اس کے مانند کوئی کلام لے آئیں، اگر وہ سچے ہیں۔ ۳۴-۲۹

جب آدمی ایک دعوت کے مقابلہ میں اپنے آپ کو بے دلیل پائے، اس کے باوجود وہ اس کو ماننا نہ چاہے تو وہ یہ کرتا ہے کہ داعی کی ذات میں عیب لگانا شروع کر دیتا ہے۔ وہ کلام کے بجائے متکلم کو اپنا نشانہ بناتا ہے۔ یہی وہ نفسیات تھی جس کے تحت پیغمبر کے مخاطبین نے آپ کو شاعر اور مجنون کہنا شروع کیا۔ وہ آپ کی دعوت کو دلیل سے رد نہیں کرسکتے تھے، اس لئے وہ آپ کے بارے میں ایسی باتیں کہنے لگے جن سے آپ کی شخصیت مشتبہ ہو جائے۔

مگر پیغمبر خدا سے لے کر بولتا ہے۔ اور جو انسان خدا سے لے کر بولے اس کا کلام اتنا ممتاز طور پر دوسروں کے کلام سے مختلف ہوتا ہے کہ اس کے مثل کلام پیش کرنا کسی کے لئے ممکن نہیں ہوتا۔ اور یہ واقعہ اس بات کا سب سے بڑا ثبوت ہوتا ہے کہ اس کا کلام خدائی کلام ہے، وہ عام معنوں میں محض انسانی کلام نہیں۔

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿٣٥﴾ أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ بَلْ لَا يُوقِنُونَ ﴿٣٦﴾ أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ ﴿٣٧﴾ أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ ۖ فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿٣٨﴾ أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ ﴿٣٩﴾

کیا وہ کسی خالق کے بغیر پیدا ہو گئے یا وہ خود ہی خالق ہیں۔ کیا زمین وآسمان کو انھوں نے پیدا کیا ہے، بلکہ وہ یقین نہیں رکھتے۔ کیا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں یا وہ داروغہ ہیں۔ کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر وہ باتیں سن لیا کرتے ہیں، تو ان کا سننے والا کوئی کھلی دلیل لے آئے۔ کیا اللہ کے لئے بیٹیاں ہیں اور تمہارے لئے بیٹے۔ ٣٥-٣٩

خدا کی طرف سے جن صداقتوں کا اعلان ہوا ہے وہ سب پوری طرح معقول ہیں۔ آدمی اگر دھیان دے تو وہ بہ آسانی ان کو سمجھ سکتا ہے۔ پھر بھی لوگ کیوں ان کا انکار کرتے ہیں۔ اس کی وجہ آخرت کے بارہ میں لوگوں کی بے یقینی ہے۔ لوگوں کو زندہ یقین نہیں کہ آخرت میں ان سے حساب لیا جائے گا اس لئے وہ ان امور میں سنجیدہ نہیں، اور اسی لئے وہ ان کو سمجھ بھی نہیں سکتے۔ اگر جزائے اعمال کا یقین ہو تو آدمی فوراً ان باتوں کو سمجھ جائے جن کو سمجھنا اس کے لئے نہایت مشکل ہو رہا ہے۔

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ؕ۝ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ؕ۝ اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ؕ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ؕ۝ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

کیا تم ان سے معاوضہ مانگتے ہو کہ وہ تاوان کے بوجھ سے دبے جا رہے ہیں۔ کیا ان کے پاس غیب ہے۔ کہ وہ لکھ لیتے ہیں۔ کیا وہ کوئی تدبیر کرنا چاہتے ہیں، پس انکار کرنے والے خود ہی اس تدبیر میں گرفتار ہوں گے۔ کیا اللہ کے سوا ان کا اور کوئی معبود ہے۔ اللہ پاک ہے ان کے شریک بنانے سے۔ ۴۳ - ۴۰

مدعو گروہ ہمیشہ مادہ پرستی کی سطح پر ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں مدعو کو اگر یہ احساس ہو کہ داعی اس سے اس کی کوئی مادی چیز لینا چاہتا ہے تو وہ فوراً اس کی طرف سے متوحش ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اپنے اور مخاطبین کے درمیان کسی قسم کے مادی مطالبہ کی بات کبھی نہیں آنے دیتا۔ وہ اپنے اور مخاطبین کے درمیان آخر وقت تک بےغرضی کی فضا باقی رکھتا ہے۔ خواہ اس کے لئے اسے یک طرفہ طور پر مادی نقصان برداشت کرنا پڑے۔

داعی جب اپنی دعوت کے حق میں اس حد تک سنجیدگی کا ثبوت دے دے تو اس کے بعد وہ خدا کی اس نصرت کا مستحق ہو جاتا ہے کہ منکرین کی ہر تدبیر ان کے اوپر الٹی پڑے۔ وہ کسی بھی طرح داعی کو مغلوب کرنے میں کامیاب نہ ہوں۔

وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ۝ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ۝ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ؕ۝ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور اگر وہ آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتا ہوا دیکھیں تو وہ کہیں گے کہ یہ تہ بہ تہ بادل ہے۔ پس ان کو چھوڑ دو، یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے دوچار ہوں جس میں ان کے ہوش جاتے رہیں گے۔ جس دن ان کی تدبیریں ان کے کچھ کام نہ آئیں گی اور نہ ان کو کوئی مدد ملے گی۔ اور ان ظالموں کے لئے اس کے سوا بھی عذاب ہے، لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔ ۴۷ - ۴۴

قدیم مکہ کے لوگوں کا یہ حال کیوں تھا کہ اگر وہ آسمان سے کوئی عذاب کا ٹکڑا گرتے ہوئے دیکھیں تو کہہ دیں کہ یہ بادل ہے۔ اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ وہ خدا کو یا خدائی طاقتوں کو مانتے نہ تھے۔ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ انھیں پیغمبر کے پیغمبر ہونے میں شک تھا۔ انھیں یقین نہ تھا کہ ان کے سامنے بظاہر انھیں جیسا جو ایک شخص ہے اس کا انکار کرنا ایسا جرم ہے کہ اس کی وجہ سے ہلاکت کا پہاڑ گر پڑے گا۔

پیغمبر اسلام کی شخصیت اپنے زمانہ میں لوگوں کے لئے ایک نزاعی شخصیت تھی۔ وہ اس طرح ایک ثابت شدہ شخصیت نہ تھی جس طرح آج وہ لوگوں کو نظر آتی ہے۔ مگر اس دنیا میں آدمی کا امتحان یہی ہے کہ وہ شبہات کے پردہ کو پھاڑ کر حقیقت کو دیکھے۔ وہ بظاہر ایک نزاعی شخصیت کو ثابت شدہ شخصیت کے روپ میں دریافت کرے۔

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ﴿٤٨﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ
ع ٢ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ﴿٤٩﴾

اور تم صبر کے ساتھ اپنے رب کے فیصلہ کا انتظار کرو۔ بے شک تم ہماری نگاہ میں ہو۔ اور اپنے رب کی تسبیح کرو اس کی حمد کے ساتھ، جس وقت تم اٹھتے ہو۔ اور رات کو بھی اس کی تسبیح کرو، اور ستاروں کے پیچھے ہٹنے کے وقت بھی۔ ۴۹ - ۴۸

"خدا کا فیصلہ آنے تک صبر کرو" کا مطلب یہ ہے کہ مخاطب کی طرف سے ہر قسم کی ناگوار باتوں کے پیش آنے کے باوجود دعوت کا کام اس وقت تک جاری رکھو جب تک خود خدا کے نزدیک اس کی حد نہ آجائے۔ جب یہ حد آتی ہے تو اس وقت خدا کا فیصلہ ظاہر ہو کر حق اور ناحق کے فرق کو عملی طور پر ظاہر کر دیتا ہے جس کو اس سے پہلے صرف نظری طور پر ظاہر کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔

اس پوری مدت میں داعی مکمل طور پر خدا کی حفاظت میں ہوتا ہے۔ داعی کا کام یہ ہے کہ وہ اللہ کی طرف متوجہ رہے۔ اور یہ یقین رکھے کہ اللہ اس کو ہر آن اپنی حفاظت میں لئے ہوئے ہے۔

سُورَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اثْنَتَانِ وَسِتُّونَ آيَةً وَثَلَاثُ رُكُوعَاتٍ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ﴿١﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ﴿٢﴾ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿٣﴾ إِنْ هُوَ
إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴿٤﴾ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ﴿٥﴾ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ ﴿٦﴾ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ﴿٧﴾

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ﴿٨﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ﴿٩﴾ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ﴿١٠﴾
مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿١١﴾ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿١٢﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿١٣﴾
عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿١٤﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿١٥﴾ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا
يَغْشٰى ﴿١٦﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿١٧﴾ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿١٨﴾

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قسم ہے ستارے کی جب کہ وہ غروب ہو۔ تمہارا ساتھی نہ بھٹکا ہے اور نہ گمراہ ہوا ہے۔ اور وہ اپنے جی سے نہیں بولتا۔ یہ ایک وحی ہے جو اس پر بھیجی جاتی ہے۔ اس کو زبردست قوت والے نے تعلیم دی ہے، عاقل ودانا نے۔ پھر وہ نمودار ہوا اور وہ آسمان کے اونچے کنارے پر تھا۔ پھر وہ نزدیک ہوا، پس وہ اتر آیا۔ پھر دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ پھر اللہ نے وحی کی اپنے بندہ کی طرف جو وحی کی۔ جھوٹ نہیں کہا رسول کے دل نے جو اس نے دیکھا۔ اب کیا تم اس چیز پر اس سے جھگڑتے ہو جو اس نے دیکھا ہے۔ اور اس نے ایک بار اور بھی اس کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اترتے دیکھا ہے۔ اس کے پاس ہی بہشت ہے آرام سے رہنے کی، جب کہ سدرۃ پر چھا رہا تھا جو کچھ کہ چھا رہا تھا۔ نگاہ بہکی نہیں اور نہ حد سے بڑھی۔ اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ ۱۸-۱

ستاروں کا غروب ایک علامتی لفظ ہے جس کے ذریعہ ستاروں کی گردش کے محکم نظام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ مادی دنیا میں ستاروں کا نظام ایک بے خطا نظام ہے، یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ وحی ونبوت کی صورت میں خدا نے جو روحانی نظام قائم کیا ہے وہ بھی ایک بے خطا نظام ہو۔

فرشتہ اور وحی کی صورت میں رسول کا تجربہ حقیقی تجربہ ہے، اس کے ثبوت کے لئے قرآن کا بیان کافی ہے۔ قرآن کا معجزانہ کلام قرآن کو خدا کی کتاب ثابت کرتا ہے اور جس کتاب کا خدا کی کتاب ہونا ثابت ہو جائے اس کا ہر بیان خود قرآن کے زور پر مستند تسلیم کیا جائے گا۔

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿١٩﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿٢٠﴾ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ﴿٢١﴾
تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿٢٢﴾ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ

مَّآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ بِہَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ ؕ اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا تَہۡوَی الۡاَنۡفُسُ ۚ
وَ لَقَدۡ جَآءَہُمۡ مِّنۡ رَّبِّہِمُ الۡہُدٰی ﴿ؕ۲۳﴾ اَمۡ لِلۡاِنۡسَانِ مَا تَمَنّٰی ﴿۲۴﴾ ۫ۖ فَلِلّٰہِ الۡاٰخِرَۃُ
وَ الۡاُوۡلٰی ﴿۲۵﴾

بھلا تم نے لات اور عزیٰ پر غور کیا ہے۔ اور تیسرے ایک اور منات پر۔ کیا تمہارے لئے بیٹے ہیں اور خدا کے لئے بیٹیاں۔ یہ تو بہت بے ڈھنگی تقسیم ہوئی۔ یہ محض نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں اللہ نے ان کے حق میں کوئی دلیل نہیں اتاری۔ وہ محض گمان کی پیروی کر رہے ہیں۔ اور نفس کی خواہش کی۔ حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی جانب سے ہدایت آچکی ہے۔ کیا انسان وہ سب پا لیتا ہے جو وہ چاہے۔ پس اللہ کے اختیار میں ہے آخرت اور دنیا۔ ۱۹-۲۵

لات اور عزیٰ اور منات قدیم عرب کے بت تھے۔ لات طائف میں تھا۔ عزیٰ مکہ کے قریب نخلہ میں اور منات مدینہ کے قریب قُدید میں۔ یہ تینوں ان کے عقیدہ کے مطابق خدا کی بیٹیاں تھیں اور وہ ان کو پوجتے تھے۔ اس قسم کا عقیدہ بلاشبہ ایک بے بنیاد مفروضہ ہے۔ مگر اسی کے ساتھ وہ خود اپنی تردید آپ ہے۔ ان مشرکین کا حال یہ تھا کہ وہ بیٹیوں کو اپنے لئے ذلت کی چیز سمجھتے تھے۔ فرمایا کہ غور کرو، خدا جو بیٹا اور بیٹی دونوں کا خالق ہے، وہ اپنے لئے اولاد بناتا تو بیٹیاں بناتا۔

"کیا انسان وہ سب پا لیتا ہے جو وہ چاہے" اس کی تشریح کرتے ہوئے شاہ عبد القادر دہلوی لکھتے ہیں "یعنی بت پوجے سے کیا ملتا ہے۔ ملے وہ جو اللہ دے۔"

وَ کَمۡ مِّنۡ مَّلَکٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغۡنِیۡ شَفَاعَتُہُمۡ شَیۡئًا اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ یَّاۡذَنَ اللّٰہُ
لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ یَرۡضٰی ﴿۲۶﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ لَیُسَمُّوۡنَ الۡمَلٰٓئِکَۃَ تَسۡمِیَۃَ
الۡاُنۡثٰی ﴿۲۷﴾ وَ مَا لَہُمۡ بِہٖ مِنۡ عِلۡمٍ ؕ اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ الۡحَقِّ
شَیۡئًا ﴿ۚ۲۸﴾ فَاَعۡرِضۡ عَنۡ مَّنۡ تَوَلّٰی ۬ۙ عَنۡ ذِکۡرِنَا وَ لَمۡ یُرِدۡ اِلَّا الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا ﴿ؕ۲۹﴾ ذٰلِکَ
مَبۡلَغُہُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ ؕ اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ ۙ وَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ
اہۡتَدٰی ﴿۳۰﴾

اور آسمانوں میں کتنے فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی کام نہیں آسکتی۔ مگر بعد اس کے کہ اللہ اجازت دے جس کو وہ چاہے اور پسند کرے۔ بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، وہ فرشتوں کو عورتوں کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں۔ وہ محض گمان پر چل رہے ہیں۔ اور گمان امر حق میں ذرا بھی مفید نہیں۔ پس تم ایسے شخص سے اعراض کرو جو ہماری نصیحت سے منھ موڑے۔ اور وہ دنیا کی زندگی کے سوا اور کچھ نہ چاہے۔ ان کی سمجھ بس یہیں تک پہنچی ہے۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے بھٹکا ہوا ہے۔ اور وہ اس کو بھی خوب جانتا ہے جو راہ راست پر ہے۔

۳۰-۲۶

پتھر کے بت بنا کر ان کو پوجنا، فرشتوں کو خدا کی بیٹی بتانا، سفارشوں کی بنیاد پر جنت کی امید رکھنا یہ سب غیر سنجیدہ عقیدے ہیں۔ اور غیر سنجیدہ عقیدے ہمیشہ اس ذہن میں پیدا ہوتے ہیں جو پکڑ کا خوف نہ رکھتا ہو۔ خوف لایعنی کلام کا قاتل ہے۔ اور جو شخص بے خوف ہو اس کا دماغ لایعنی کلام کا کارخانہ بن جائے گا۔

جو لوگ بے خوفی کی نفسیات میں مبتلا ہوں ان سے بحث کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ایسے لوگ دلیل اور معقولیت پر دھیان نہیں دیتے، اس لئے وہ امر حق کو ماننے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتے۔ ان سے مقابلہ کرنے کی ایک ہی ممکن تدبیر ہے۔ وہ یہ کہ ان سے اعراض کیا جائے۔ تاہم اللہ تعالیٰ ہر شخص کی اندرونی حالت کو جانتا ہے اور وہ اس کے مطابق ہر شخص سے معاملہ فرمائے گا۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ﴿۳۱﴾ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾ ع

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، تاکہ وہ بدلہ دے برا کام کرنے والوں کو ان کے کئے کا اور بدلہ دے بھلائی والوں کو بھلائی سے۔ جو کہ بڑے گناہوں سے اور بے حیائی سے بچتے ہیں مگر کچھ آلودگی۔ بے شک تمہارے رب کی بخشش کی بڑی سمائی ہے۔ وہ تم کو خوب جانتا ہے جب کہ اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا۔ اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں جنین کی شکل میں تھے۔ تو تم اپنے کو مقدس نہ سمجھو۔ وہ تقویٰ والوں کو خوب جانتا ہے۔ ۳۲-۳۱

کائنات اپنے حد درجہ محکم نظام کے ساتھ بتا رہی ہے کہ اس کا خالق و مالک بے حد طاقت ور ہے۔ یہی واقعہ یہ سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ وہ انسان کو پکڑے گا اور جب وہ انسان کو پکڑے گا تو کسی بھی شخص کے لئے اس کی پکڑ سے بچنا ممکن نہ ہوگا۔

انسان کو بشری کمزوریوں کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے انسان سے فرشتوں جیسی پاکیزگی کا مطالبہ نہیں کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پوری طرح بتا دیا ہے کہ اس کو کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا ہے تاہم انسان کے لئے "لمم" کی معافی ہے۔ یعنی وقتی جذبہ کے تحت کسی برائی میں پڑ جانا، بشرطیکہ آدمی فوراً بعد ہی اس کو محسوس کرے اور شرمندہ ہو کر اپنے رب سے معافی مانگے۔

أَفَرَأَيْتَ الَّذِي تَوَلَّىٰ ﴿٣٣﴾ وَأَعْطَىٰ قَلِيلًا وَأَكْدَىٰ ﴿٣٤﴾ أَعِندَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ
يَرَىٰ ﴿٣٥﴾ أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ ﴿٣٦﴾ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ ﴿٣٧﴾ أَلَّا تَزِرُ
وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ﴿٣٨﴾ وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ﴿٣٩﴾ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ
يُرَىٰ ﴿٤٠﴾ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَىٰ ﴿٤١﴾ وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنتَهَىٰ ﴿٤٢﴾

بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اعراض کیا۔ تھوڑا سا دیا اور رک گیا۔ کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے۔ پس وہ دیکھ رہا ہے۔ کیا اس کو خبر نہیں پہنچی اس بات کی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے، اور ابراہیم کے، جس نے اپنا قول پورا کر دیا۔ کہ کوئی اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اور یہ کہ انسان کے لئے وہی ہے جو اس نے کمایا۔ اور یہ کہ اس کی کمائی عنقریب دیکھی جائے گی۔ پھر اس کو پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اور یہ کہ سب کو تمہارے رب تک پہنچنا ہے۔ ۳۳-۴۲

بہت سے لوگ ہیں جو تھوڑا سا حق کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ پھر ان کے مفادات ان پر غالب آتے ہیں اور وہ دوبارہ اپنی پچھلی حالت کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنی غلط روش کی تاویل کے لئے طرح طرح کے خوبصورت عقیدے بنا لیتے ہیں۔ مگر یہ صرف ان کے جرم کو بڑھاتا ہے، کیوں کہ یہ غلطی پر سرکشی کے اضافہ کے ہم معنی ہے۔

پیغمبروں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے جو حقیقت کھولی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر آدمی کو لازماً اپنے عمل کا بدلہ پانا ہے۔ نہ کوئی شخص اپنے عمل کے انجام سے بچ سکتا اور نہ کوئی دوسرا شخص کسی کو بچانے

والا بن سکتا۔ جو لوگ اس پیغمبرانہ چیتاونی سے متنبہ نہ ہوں ان سے بڑا نادان خدا کی اس دنیا میں اور کوئی نہیں۔

وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ۝ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ۝ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ۝ وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ۝ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ۝ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ۝

اور بے شک وہی ہنساتا ہے اور رلاتا ہے۔ اور وہی مارتا ہے اور جلاتا ہے۔ اور اسی نے دونوں قسم، نر اور مادہ کو پیدا کیا، ایک بوند سے جب کہ وہ ٹپکائی جاتی ہے۔ اور اسی کے ذمہ ہے دوسری بار اٹھانا۔ اور اسی نے دولت دی اور سرمایہ دار بنایا۔ اور وہی شعریٰ کا رب ہے۔ ۴۹-۴۳

دنیا کے ہر واقعہ کا تعلق ایسے ماورائی اسباب سے ہوتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی اور اس کے ظہور پر قادر نہیں ہوسکتا۔ خوشی اور غم، موت و حیات، تخلیقی نظام، امیری اور غریبی، سب ایک بلند و برتر طاقت کا کرشمہ ہیں۔ قدیم انسان ستاروں کو سبب حیات سمجھتا تھا، موجودہ زمانہ میں قانون فطرت کو سبب حیات سمجھ لیا گیا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان اسباب کے اوپر بھی ایک سبب ہے اور وہ خدائے رب العالمین ہے۔ پھر اس کے سوا کسی اور کو مرکز توجہ بنانا انسان کے لئے کس طرح جائز ہوسکتا ہے۔

وَاَنَّهٗٓ اَهْلَكَ عَادًا ۨ الْاُوْلٰى ۝ وَثَمُوْدَا۟ فَمَآ اَبْقٰى ۝ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ۝ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ۝ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ۝

اور اللہ ہی نے ہلاک کیا عاد اولی کو اور ثمود کو۔ پھر کسی کو باقی نہ چھوڑا۔ اور قوم نوح کو اس سے پہلے، بے شک وہ نہایت ظالم اور سرکش تھے۔ اور الٹی ہوئی بستیوں کو بھی پھینک دیا۔ پس ان کو ڈھانک لیا جس چیز نے ڈھانک لیا۔ پس تم اپنے رب کے کن کن کرشموں کو جھٹلاؤ گے۔ ۵۵-۵۰

ایک قوم ترقی کرتی ہے۔ وہ دوسری قوموں سے اوپر اٹھ جاتی ہے۔ بظاہر ناممکن نظر آنے لگتا ہے کہ کوئی

اس کو مغلوب کر سکے۔ اس کے بعد ایسے اسباب ہوتے ہیں کہ وہ قوم ھلاک ہو جاتی ہے یا تنزل کا شکار ہو کر تاریخ گزشتہ کا موضوع بن جاتی ہے۔ یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ انسانوں کے اوپر بھی کوئی طاقت ہے جو قوموں کے مستقبل کا فیصلہ کرتی ہے۔ تاریخ کے یہ واضح واقعات بھی اگر انسان کو سبق نہ دیں تو وہ کون سا واقعہ ہوگا جس سے انسان اپنے لئے سبق لے۔

هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى (٥٦) اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ (٥٧) لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
كَاشِفَةٌ (٥٨) اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ (٥٩) وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ (٦٠) وَاَنْتُمْ
سٰمِدُوْنَ (٦١) فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا (٦٢)

یہ ایک ڈرانے والا ہے پہلے ڈرانے والوں کی طرح۔ قریب آنے والی قریب آگئی۔ اللہ کے سوا کوئی اس کو ہٹانے والا نہیں۔ کیا تم کو اس بات سے تعجب ہوتا ہے۔ اور تم ہنستے ہو اور تم روتے نہیں۔ اور تم تکبر کرتے ہو۔ پس اللہ کے لئے سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو۔ ۶۲-۵۱

پیغمبروں کی تاریخ جو قرآن میں بتائی گئی ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حق کا انکار اور اس کا برا انجام دونوں ہاتھ کی دو انگلیوں کی طرح ایک دوسرے سے قریب ہیں۔ آدمی کے اندر اگر احساس ہو تو وہ انکار اور سرکشی کا رویہ اختیار کرتے ہی خدا کی پکڑ کو اپنی طرف آتا ہوا دیکھنے لگے، اور سرکشی کا طریقہ چھوڑ کر اطاعت کا طریقہ اختیار کر لے۔ مگر انسان اتنا زیادہ مدہوش ہے کہ اپنے سامنے کی چیز بھی اس کو نظر نہیں آتی۔

سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (١) وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ (٢)
وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ (٣) وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا
فِيْهِ مُزْدَجَرٌ (٤) حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ (٥) فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ
اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ (٦) خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ

مُّنْتَشِرٌ (7) مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ۭ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ (8)

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔ اور وہ کوئی بھی نشانی دیکھیں تو وہ اعراض ہی کریں گے۔ اور کہیں گے کہ یہ تو جادو ہے جو پہلے سے چلا آرہا ہے۔ اور انھوں نے جھٹلا دیا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام کا وقت مقرر ہے۔ اور ان کو وہ خبریں پہنچ چکی ہیں جس میں کافی عبرت ہے۔ نہایت درجہ کی حکمت مگر تنبیہات ان کو فائدہ نہیں دیتیں۔ پس ان سے اعراض کرو، جس دن پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف پکارے گا۔ آنکھیں جھکائے ہوئے قبروں سے نکل پڑیں گے گویا کہ وہ بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں، بھاگتے ہوئے پکارنے والے کی طرف، منکر کہیں گے کہ یہ دن بڑا سخت ہے۔ ۸-۱

خدا موجودہ دنیا میں ایسے واقعات برپا کرتا ہے جو قیامت کو پیشگی طور پر قابل فہم بنانے والے ہوں۔ اسی قسم کا ایک واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں، ہجرت سے چند سال پہلے پیش آیا۔ جب کہ لوگوں نے دیکھا کہ چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے کہا کہ دیکھو، جس طرح چاند ٹوٹا ہے اسی طرح پوری دنیا ٹوٹے گی اور پھر نئی دنیا بنائی جائے گی۔

اس طرح کے واقعات میں بلاشبہ سبق ہے۔ مگر ان واقعات سے سبق لینا اسی وقت ممکن ہے جب کہ آدمی اپنی عقل سے اس کے بارہ میں سوچے۔ جن لوگوں کے اوپر ان کی خواہشات غالب آگئی ہوں وہ ان کو دیکھ کر کہہ دیں گے کہ "یہ جادو ہے"۔ وہ واقعات کی توجیہ اپنی خواہش کے مطابق کر کے ان کو اپنے لئے غیر مؤثر بنا لیں گے۔ ایسے لوگوں کے لئے بڑی سے بڑی دلیل بھی بے معنی ہے۔ وہ اسی وقت ہوش میں آئیں گے جب کہ قیامت کی چنگھاڑ ظاہر ہو اور ان سے ہوش میں آنے کا موقع چھین لے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ (9) فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّىْ
مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (10) فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَاۗءِ بِمَاۗءٍ مُّنْهَمِرٍ (11) وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا
فَالْتَقَى الْمَاۗءُ عَلٰٓي اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ (12) وَحَمَلْنٰهُ عَلٰي ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ (13) تَجْرِيْ
بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَاۗءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ (14) وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (15) فَكَيْفَ

كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿١٦﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ
مُدَّكِرٍ ﴿١٧﴾

ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا، انھوں نے ہمارے بندے کی تکذیب کی اور کہا کہ دیوانہ ہے اور جھڑک دیا۔ پس اس نے اپنے رب کو پکارا کہ میں مغلوب ہوں، تو بدلہ لے۔ پس ہم نے آسمان کے دروازے موسلادھار بارش سے کھول دئے۔ اور زمین سے چشمے بہادئے۔ پس سب پانی ایک کام پر مل گیا جو مقدر ہوچکا تھا۔ اور ہم نے اس کو ایک تختوں اور کیلوں والی پر اٹھالیا، وہ ہماری آنکھوں کے سامنے چلتی رہی۔ اس شخص کا بدلہ لینے کے لئے جس کی ناقدری کی گئی تھی۔ اور اس کو ہم نے نشانی کے لئے چھوڑ دیا۔ پھر کوئی ہے سوچنے والا۔ پھر کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ اور ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کردیا ہے تو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔ ۹-۱۷

حضرت نوح کی قوم کے اکابر اپنی جھوٹی عظمتوں میں گم تھے۔ وہ حضرت نوح کا اعتراف کرنے کے لئے تیار نہ ہوسکے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ عذاب الٰہی کی زد میں آگئے۔ ان پر یہ عذاب ہولناک سیلاب کی صورت میں آیا۔ ساری قوم اپنی آبادیوں سمیت اس میں غرق ہوگئی۔ البتہ حضرت نوح اور ان کے ساتھی خدا کے حکم سے ایک کشتی میں سوار ہوگئے۔ یہ کشتی چلتی ہوئی کوہ ارارات پر جاکر ٹھہر گئی۔

ارارات ترکی میں واقع ہے۔ وہ وہاں کا سب سے اونچا پہاڑ ہے۔ اس کی چوٹی ۱۶۸۵۴ فٹ اونچی ہے۔ بعض ہوابازوں کا کہنا ہے کہ انھوں نے ارارات کی برفانی چوٹی کے اوپر سے اڑتے ہوئے وہاں کشتی جیسی ایک چیز برف میں دھنسی ہوئی دیکھی ہے۔ اگر یہ صحیح ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ فرعونِ موسیٰ کی لاش جس طرح اہرام کے اندر دفن تھی اور انیسویں صدی کے آخر میں برآمد ہوکر خدا کی نشانی (یونس ۹۲) بن گئی، اسی طرح شاید کسی وقت کشتی نوح بھی دریافت ہو اور وہ لوگوں کے لئے خدا کی نشانی بن جائے۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿١٨﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا
فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُسْتَمِرٍّ ﴿١٩﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ ﴿٢٠﴾ فَكَيْفَ
ع ۱ / ۸ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٢١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿٢٢﴾

عاد نے جھٹلایا تو کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ ہم نے ان پر ایک سخت ہوا بھیجی مسلسل نحوست کے دن میں۔ وہ لوگوں کو اکھاڑ پھینکتی تھی جیسے کہ وہ اکھڑے ہوئے کھجوروں کے تنے ہوں۔ پھر کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ اور ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا، تو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا ۱۸ — ۲۲

قوم عاد جب خدا کے عذاب کی مستحق ہوگئی تو خدا نے ان پر ایسی تیز آندھی بھیجی جس میں لوگوں کا زمین پر ٹھہرنا مشکل ہوگیا۔ آندھی انھیں اس طرح اٹھا اٹھا کر پھینک رہی تھی کہ کوئی دیوار سے جا کر ٹکراتا تھا اور کوئی درخت سے۔ کسی کی چھت اس کے سر پر گر پڑی۔ یہ اس بات کا مظاہرہ تھا کہ انسان بالکل بے بس ہے، خدا کے مقابلہ میں اس کو کسی قسم کا اختیار حاصل نہیں۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ۝۲۳ فَقَالُوٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۝۲۴
ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ۝۲۵ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ
الْاَشِرُ ۝۲۶ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ۝۲۷ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ
الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ۝۲۸ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ۝۲۹ فَكَيْفَ
كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝۳۰ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ
الْمُحْتَظِرِ ۝۳۱ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۳۲

ثمود نے ڈرسنانے کو جھٹلایا۔ پس انھوں نے کہا کیا ہم اپنے ہی اندر کے ایک آدمی کے کہے پر چلیں گے، اس صورت میں تو ہم غلطی اور جنون میں پڑ جائیں گے، کیا ہم سب میں سے اسی پر نصیحت اتری ہے، بلکہ وہ جھوٹا ہے، بڑا بننے والا۔ اب وہ کل کے دن جان لیں گے کہ کون جھوٹا ہے اور بڑا بننے والا۔ ہم اونٹنی کو بھیجنے والے ہیں ان کے لئے آزمائش بنا کر، پس تم ان کا انتظار کرو۔ اور صبر کرو۔ اور ان کو آگاہ کر دو کہ پانی ان میں بانٹ دیا گیا ہے، ہر ایک باری پر حاضر ہو۔ پھر انھوں نے اپنے آدمی کو پکارا، پس اس نے وار کیا اور اونٹنی کو کاٹ ڈالا۔ پھر کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ ہم نے ان پر ایک چنگھاڑ بھیجی، تو وہ باڑھ والے کی روندی ہوئی باڑھ کی طرح ہو کر رہ گئے۔ اور ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا، تو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔ ۳۲ — ۲۳

پیغمبر ہمیشہ عام انسان کے روپ میں آتا ہے، اس لئے انسان اس کو پہچان نہیں پاتا۔ اسی طرح خدا کی اونٹنی بھی بظاہر عام اونٹنی کی طرح تھی۔ اس لئے ثمود کے لوگ اس کو پہچان نہ سکے۔ اور اس کو مار ڈالا۔ موجودہ دنیا اسی بات کا امتحان ہے۔ یہاں لوگوں کو بظاہر ایک عام آدمی میں خدا کے نمائندہ کو دیکھنا ہے۔ بظاہر ایک عام اونٹنی میں خدا کی اونٹنی کو پہچان لینا ہے۔ جو لوگ اس امتحان میں ناکام رہیں وہ کبھی ہدایت کے راستہ کو نہیں پا سکتے۔

قرآن اگرچہ گہرے معانی کی کتاب ہے۔ مگر اس کے انداز بیان میں حد درجہ وضوح (Clarity) ہے۔ اس وضوح کی بنا پر قرآن کا سمجھنا ہر آدمی کے لئے آسان ہو گیا ہے، خواہ وہ ایک عام آدمی ہو یا ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ آدمی۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ ﴿٣٣﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ ۖ نَجَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ ﴿٣٤﴾
نِعْمَةً مِنْ عِنْدِنَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي مَنْ شَكَرَ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ أَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا
بِالنُّذُرِ ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَنْ ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٧﴾
وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُسْتَقِرٌّ ﴿٣٨﴾ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٩﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا
ع ۲ ۱۸ ۹ الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿٤٠﴾

لوط کی قوم نے ڈرسنانے والوں کو جھٹلایا۔ ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ہوا بھیجی، صرف لوط کے گھر والے اس سے بچے، ان کو ہم نے بچا لیا سحر کے وقت۔ اپنی جانب سے فضل کر کے۔ ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں اس کو جو شکر کرے۔ اور لوط نے ان کو ہماری پکڑ سے ڈرایا، پھر انھوں نے اس ڈرانے میں جھگڑے پیدا کئے۔ اور وہ اس کے مہمانوں کو اس سے لینے لگے۔ پس ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں۔ اب چکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ اور صبح سویرے ان پر عذاب آپڑا جو ٹھہر چکا تھا۔ اب چکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ اور ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے تو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔ ۳۳ - ۴۰

حضرت لوطؑ کی دعوت اٹھی تو کچھ لوگوں نے اس کا اعتراف کر لیا، وہ حق کو بڑا مان کر اپنے آپ کو اس کے مقابلہ میں چھوٹا کرنے پر راضی ہو گئے۔ مگر اکثر افراد نے ایسا نہیں کیا۔ وہ دلائل

کا اعتراف کرنے کے بجائے اس کو رد کرنے کے لئے جھوٹی بحثیں نکالتے رہے۔ دعوت حق کے مقابلہ میں اس قسم کی روش بہت بڑا جرم ہے، چنانچہ اعتراف کرنے والوں کو چھوڑ کر انکار کرنے والے پکڑ لئے گئے۔ یہ ایک مثال ہے کہ اس دنیا میں حق کا انکار کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہے اور حق کا اعتراف کرنے والوں کے لئے نجات۔

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾

اور فرعون والوں کے پاس پہنچے ڈرانے والے۔ انھوں نے ہماری تمام نشانیوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو ایک غالب اور قوت والے کے پکڑنے کی طرح پکڑا۔ ۴۲-۴۱

فرعون اپنے وقت کا انتہائی طاقت ور بادشاہ تھا۔ مگر حق کا انکار کرنے کے بعد وہ اللہ کی نظر میں بے قیمت ہو گیا۔ اس کے بعد وہ ایک عاجز انسان کی طرح ہلاک کر دیا گیا۔ اس دنیا میں حق کے ساتھ کھڑا ہونے والا آدمی زور آور ہے اور حق کے خلاف کھڑا ہونے والا آدمی بے زور۔

اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِى الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ
مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ
اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿۴۶﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِىْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِى النَّارِ عَلٰى
وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾

کیا تمہارے منکر ان لوگوں سے بہتر ہیں یا تمہارے لئے آسمانی کتابوں میں معافی لکھ دی گئی ہے۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم ایسی جماعت ہیں جو غالب رہیں گے۔ عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گی۔ بلکہ قیامت ان کے وعدہ کا وقت ہے اور قیامت بڑی سخت اور بڑی کڑوی چیز ہے۔ بیشک مجرم لوگ گمراہی میں اور بے عقلی میں ہیں۔ جس دن وہ منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے۔ چکھو مزا آگ کا۔ ۴۸-۴۳

پچھلے پیغمبروں کا انکار کرنے والوں کے ساتھ جو واقعات پیش آئے ان میں پیغمبر آخر الزماں

کا انکار کرنے والوں کے لئے نصیحت تھی۔ مگر انھوں نے اس سے نصیحت نہ لی۔ یہی تمام قوموں کا حال ہے۔ کھلی نشانیوں کے باوجود ہر قوم اپنے آپ کو محفوظ اور مستثنیٰ قوم سمجھ لیتی ہے۔ ہر قوم دوبارہ وہی سرکشی کرتی ہے جو پچھلی قوموں نے کی اور اس کے نتیجہ میں وہ خدائی عذاب کی مستحق ہو گئیں۔

اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝٤٩ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ ۝٥٠ وَلَقَدْ
اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝٥١ وَكُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْهُ فِی الزُّبُرِ ۝٥٢ وَكُلُّ
صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝٥٣ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۝٥٤ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ
عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝٥٥ ع ۳ ۱۵ ۱۰

ہم نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اندازہ سے۔ اور ہمارا حکم بس یکبارگی آجائے گا جیسے آنکھ کا جھپکنا۔ اور ہم ہلاک کر چکے ہیں تمہارے ساتھ والوں کو، پھر کیا کوئی ہے سوچنے والا۔ اور جو کچھ انھوں نے کیا سب کتابوں میں درج ہے۔ اور ہر چھوٹی اور بڑی بات لکھی ہوئی ہے۔ بے شک ڈرنے والے باغوں میں اور نہروں میں ہوں گے۔ بیٹھے سچی بیٹھک میں، قدرت والے بادشاہ کے پاس۔ ۵۵ - ۴۹

دنیا کی ہر چیز کا ایک مقرر ضابطہ ہے۔ یہی اصول انسان کے معاملہ میں بھی ہے۔ انسان کو ایک مقرر ضابطہ کے تحت موجودہ دنیا میں عمل کا موقع دیا گیا ہے۔ اور مقرر ضابطہ ہی کے تحت اس کو عمل کے مقام سے ہٹا کر انجام کے مقام میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ خالق کی قدرت جو موجودہ کائنات میں ظاہر ہوئی ہے وہ یہ یقین دلانے کے لئے کافی ہے کہ یہ معاملہ عین اپنے وقت پر بلا تاخیر پیش آئے گا۔ اسی طرح موجودہ دنیا میں ریکارڈنگ کا نظام اس حقیقت کا پیشگی اعلان ہے کہ ہر ایک کے ساتھ عین وہی معاملہ کیا جائے گا جو اس کے عمل کے مطابق ہو۔ تاہم یہ باتیں اسی شخص کی سمجھ میں آئیں گی جو اپنے اندر یہ مزاج رکھتا ہو کہ وہ واقعات پر غور کرے۔ اور ظاہر سے گزر کر باطن میں چھپی ہوئی حقیقتوں کو دیکھ سکے۔

موجودہ دنیا امتحان کی دنیا ہے۔ یہاں ہر ایک کو پوری آزادی حاصل ہے۔ اس لئے موجودہ دنیا میں یہ ممکن ہے آدمی مقعد کذب (جھوٹی نشست) پر بھی بیٹھ کر نمایاں ہو سکے۔ وہ جھوٹ کی زمین پر عزت اور مرتبہ کا مقام حاصل کر لے۔ مگر آخرت میں کسی کے لئے ایسا ممکن نہ ہوگا۔ آخرت میں عزت اور کامیابی صرف ان لوگوں کو ملے گی جو مقعد صدق (سچی نشست) پر بیٹھنے والے ہوں۔ جنھوں نے فی الواقع اپنے آپ

کو سچ کی زمین پر کھڑا کیا ہو۔ آخرت میں خدا کی قدرتِ کامل کا ظہور اس بات کی ضمانت بن جائے گا کہ وہاں مقعد صدق کے سوا کسی اور مقعد پر بیٹھنا کسی کے کچھ کام نہ آسکے۔

سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٍ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلرَّحْمٰنُ ۝۱ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝۲ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝۳ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝۴ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ
بِحُسْبَانٍ ۝۵ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝۶ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝۷ اَلَّا
تَطْغَوْا فِى الْمِيْزَانِ ۝۸ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝۹

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

رحمان نے، قرآن کی تعلیم دی۔ اس نے انسان کو پیدا کیا۔ اس کو بولنا سکھایا۔ سورج اور چاند کے لئے ایک حساب ہے۔ اور ستارے اور درخت سجدہ کرتے ہیں۔ اور اس نے آسمان کو اونچا کیا اور اس نے ترازو رکھ دی۔ کہ تم تولنے میں زیادتی نہ کرو۔ اور انصاف کے ساتھ سیدھی ترازو تولو اور تول میں نہ گھٹاؤ۔ ۹-۱

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنایا۔ اس کو نطق کی انوکھی صلاحیت دی جو ساری معلوم کائنات میں کسی کو حاصل نہیں۔ پھر انسان سے جو عادلانہ روش مطلوب تھی اس کا عملی نمونہ اس نے کائنات میں قائم کر دیا۔ انسان کے گرد و پیش کی پوری دنیا عین اسی اصول عدل پر قائم ہے جو انسان سے اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے اور قرآن میں اسی عدل کو لفظی طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔ قرآن خدائی عدل کا لفظی اظہار ہے اور کائنات خدائی عدل کا عملی اظہار۔ بندوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے قول و عمل کو اسی ترازو سے ناپتے رہیں۔ وہ نہ لینے میں بے انصافی کریں اور نہ دینے میں۔

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝۱۰ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝۱۱ وَالْحَبُّ
ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝۱۲ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۳ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ
صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝۱۴ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝۱۵ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

تُكَذِّبٰنِ ﴿١٦﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿١٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿١٨﴾ مَرَجَ
الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿١٩﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿٢٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢١﴾
يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٢٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٣﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ
الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿٢٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٥﴾ ع ٢٥ ١١

اور زمین کو اس نے خلق کے لئے رکھ دیا۔ اس میں میوے ہیں اور کھجور ہیں جن کے اوپر غلاف ہوتا ہے۔ اور بھس والے اناج بھی ہیں اور خوشبودار پھول بھی۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اس نے پیدا کیا انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی مٹی سے اور اس نے جنات کو آگ کی لپٹ سے پیدا کیا۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہ مالک ہے دونوں مشرق کا اور دونوں مغرب کا۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اس نے چلائے دو دریا، مل کر چلنے والے۔ دونوں کے درمیان ایک پردہ ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اور اسی کے ہیں جہاز، سمندر میں اونچے کھڑے ہوئے جیسے پہاڑ، پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ١٠-٢٥

اس دنیا کا بیشتر حصہ ستاروں پر مشتمل ہے جو سراپا آگ ہیں۔ جنات اسی آگ کے مادہ سے بنائے گئے ہیں۔ مگر انسان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ خصوصی معاملہ ہے کہ اس کو "مٹی" سے بنایا گیا ہے جو وسیع کائنات میں انتہائی نادر چیز ہے۔

زمین ساری کائنات میں ایک انوکھا استثناء ہے۔ یہاں وہ تمام اسباب حد درجہ توازن اور تناسب کے ساتھ مہیا کئے گئے ہیں جن کے ذریعہ انسان جیسی مخلوق کے لئے رہنا اور تمدن کی تعمیر کرنا ممکن ہو سکے۔ انھیں انتظامات میں سے ایک انتظام زمین میں مشرقین اور مغربین کا ہونا ہے۔ جاڑے کے موسم میں سورج کے طلوع وغروب کے مقامات دوسرے ہوتے ہیں۔ اور گرمی کے موسم میں دوسرے۔ اس لحاظ سے اس کے مشرق ومغرب کئی ہو جاتے ہیں۔ یہ موسمی فرق فضا میں زمین کے محوری جھکاؤ (Axial tilt) کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ جھکاؤ کائنات کا ایک انتہائی انوکھا واقعہ ہے۔ اور اس سے بے شمار تمدنی فائدے انسان کو حاصل ہوتے ہیں۔

ناقابل قیاس حد تک وسیع کائنات میں انسان اور زمین کا یہ استثناء خدا کی نعمت وقدرت کا ایسا عظیم معاملہ ہے کہ انسان کسی بھی طرح اس کا شکر ادا کرنے پر قادر نہیں۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝٢٦ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝٢٧ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٢٨ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۝٢٩
فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٣٠

جو بھی زمین پر ہے وہ فنا ہونے والا ہے۔ اور تیرے رب کی ذات باقی رہے گی، عظمت والی اور عزت والی۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اسی سے مانگتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ ہر روز اس کا ایک کام ہے۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ۳۰-۲۶

دنیا کا مطالعہ بتاتا ہے کہ یہاں ہر چیز فنا پذیر ہے۔ اشیاء کا فنا پذیری کے باوجود موجود ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ ان کا خالق اور منتظم غیر فانی ہے۔ اگر وہ غیر فانی نہ ہوتا تو اشیاء کا وجود ہی نہ ہوتا۔ یا اگر ہوتا تو اب تک ان کا وجود مٹ چکا ہوتا۔

دنیا کا مطالعہ یہ بھی بتاتا ہے کہ دنیا کی کسی چیز کے اندر تخلیق کی طاقت نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اشیاء اپنی بقا کے لئے جن چیزوں کی محتاج ہیں وہ ان کی اپنی پیدا کردہ نہیں ہیں۔ یہ واقعہ دوبارہ خالق کی بے پایاں قدرت کو بتاتا ہے۔ یہ حقیقتیں اتنی واضح ہیں کہ کسی سنجیدہ آدمی کے لئے ان کا انکار ممکن نہیں۔

خدا کی نشانیاں اس دنیا میں اتنی زیادہ ہیں کہ ایک سنجیدہ انسان کے لئے ان کو نظر انداز کرنا کسی طرح ممکن نہیں۔ مگر انسان اتنا ظالم ہے کہ وہ نشانیوں کے ہجوم میں بھی نشانیوں کا انکار کرتا ہے۔

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ۝٣١ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٣٢ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ
اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا
بِسُلْطٰنٍ ۝٣٣ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٣٤ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ڏ وَّنُحَاسٌ

فَلَا تَنۡتَصِرٰنِ ﴿۳۵﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۳۶﴾

ہم جلد ہی فارغ ہونے والے ہیں تمہاری طرف سے، اے دو بھاری قافلو۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اے جنوں اور انسانوں کے گروہ، اگر تم سے ہو سکے کہ تم آسمانوں اور زمین کی حدود سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ، تم نہیں نکل سکتے بغیر سند کے۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ تم پر چھوڑے جائیں گے آگ کے شعلے اور دھواں تو تم بچاؤ نہ کر سکو گے۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ۳۱-۳۶

موجودہ دنیا امتحان کی دنیا ہے۔ جب تک امتحان کی مدت ختم نہیں ہوتی ہر شخص سرکشی کرنے کے لئے آزاد ہے۔ مگر کامل آزادی کے باوجود کوئی جن وانس اس پر قادر نہیں کہ وہ کائنات کی حدود سے باہر چلا جائے۔ یہی واقعہ یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ انسان پوری طرح خدا کی گرفت میں ہے۔ امتحان کی مدت ختم ہونے پر جب وہ لوگوں کو پکڑے گا تو کسی کے لئے ممکن نہ ہوگا کہ اس سے اپنے آپ کو بچا سکے۔

فَاِذَا انۡشَقَّتِ السَّمَآءُ فَکَانَتۡ وَرۡدَةً کَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾
فَیَوۡمَئِذٍ لَّا یُسۡـَٔلُ عَنۡ ذَنۡۢبِهٖۤ اِنۡسٌ وَّلَا جَآنٌّ ﴿۳۹﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾
یُعۡرَفُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ بِسِیۡمٰهُمۡ فَیُؤۡخَذُ بِالنَّوَاصِیۡ وَالۡاَقۡدَامِ ﴿۴۱﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ
وقف لازم رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیۡ یُکَذِّبُ بِهَا الۡمُجۡرِمُوۡنَ ﴿۴۳﴾ یَطُوۡفُوۡنَ بَیۡنَهَا وَ
ع ۲ ۱۲ بَیۡنَ حَمِیۡمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾

پھر جب آسمان پھٹ کر کھال کی مانند سرخ ہو جائے گا۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ پس اس دن کسی انسان یا جن سے اس کے گناہ کی بابت پوچھ نہ ہوگی۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ مجرم پہچان لئے جائیں گے اپنی علامتوں سے، پھر پکڑا جائے گا پیشانی کے بال سے اور پاؤں سے۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ یہ جہنم ہے جس کو مجرم لوگ جھوٹ بتاتے تھے۔ وہ پھرں گے اس کے درمیان اور کھولتے پانی کے درمیان۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو

جھٹلاؤ گے۔ ۴۵ - ۳۷

انکار اور سرکشی کی وجہ ہمیشہ بے خوفی ہوتی ہے۔ قیامت کا ہولناک لمحہ جب سامنے آئے گا تو مجرم اپنی سرکشی بھول جائیں گے۔ موجودہ دنیا میں جس حق کو وہ طاقت ور دلائل کے باوجود ماننے کے لئے تیار نہ ہوتے تھے، قیامت میں اس کو بلا بحث مان لیں گے۔ مگر اس وقت کا ماننا کسی کے کچھ کام نہ آئے گا۔ اللہ کی قدرتوں کو غیب میں ماننا معتبر ہے نہ کہ اس کے ظاہر ہو جانے کے بعد۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿٤٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٧﴾ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿٤٨﴾
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٩﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿٥٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥١﴾
فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿٥٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٣﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى
فُرُشٍۢ بَطَاۤىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ۭ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿٥٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٥﴾ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَاۗنٌّ ﴿٥٦﴾ فَبِاَيِّ
اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٧﴾ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٥٨﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٩﴾ هَلْ جَزَاۗءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿٦٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦١﴾

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اس کے لئے دو باغ ہیں۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ دونوں بہت شاخوں والے۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان کے اندر دو چشمے جاری ہوں گے۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ دونوں باغوں میں ہر پھل کی دو قسمیں۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہ تکیہ لگائے ایسے بچھونوں پر بیٹھے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے۔ اور پھل ان باغوں کا جھک رہا ہوگا۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہوں گی۔ جنھیں ان لوگوں سے پہلے نہ کسی انسان نے چھوا ہوگا نہ کسی جن نے۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہ ایسی ہوں گی جیسے کہ یاقوت اور مرجان۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا اور کیا ہے۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ۶۱ - ۴۶

وسیع تقسیم کے اعتبار سے جنت کے دو بڑے درجے ہیں۔ ان آیات میں دو باغوں والی جس جنت کا ذکر ہے وہ پہلے درجہ والی جنت ہے۔ اس جنت میں شاہانہ درجہ کی نعمتیں مہیا ہوں گی۔ یہ اعلیٰ نعمتیں ان لوگوں کو ملیں گی جن پر اللہ کا فکر اتنا غالب ہوا کہ موجودہ دنیا میں ہی انھوں نے اپنے آپ کو اللہ کے سامنے کھڑا کر لیا۔ انھوں نے احسان کے درجہ میں اللہ سے تعلق کا ثبوت دیا۔

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۝٦٢ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٦٣ مُدْهَاۗمَّتٰنِ ۝٦٤ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٦٥ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۝٦٦ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٦٧
فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ۝٦٨ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٦٩ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ
حِسَانٌ ۝٧٠ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٧١ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ۝٧٢ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ۝٧٣ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَاۗنٌّ ۝٧٤ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ۝٧٥ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰي رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ۝٧٦ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ
ع ۳ ۱۲ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٧٧ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝٧٨

اور ان کے سوا دو باغ اور ہیں۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ دونوں گہرے سبز سیاہی مائل۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان میں دو چشمے ہوں گے ابلتے ہوئے۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان میں پھل اور کھجور اور انار ہوں گے۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان میں خوب سیرت، خوب صورت عورتیں ہوں گی۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ حوریں خیموں میں رہنے والیاں۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان سے پہلے ان کو نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہوگا اور نہ کسی جن نے۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ تکیہ لگائے سبز مسندوں پر اور قیمتی نفیس بچھونے پر۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ بڑا بابرکت ہے تیرے رب کا نام بڑائی والا اور عظمت والا۔ ۶۲ – ۷۸

ان آیات میں دوسری جنت کا ذکر ہے۔ وہ بھی پہلی جنت کی طرح دو باغوں والی ہوگی۔ یہ جنت عام اہل تقویٰ کے لئے ہوگی۔ موجودہ دنیا کی نعمتوں کے اعتبار سے اس جنت کی نعمتیں بھی اگرچہ ناقابل

قیاس حد تک زیادہ ہوں گی مگر اوّل الذکر جنت کے مقابلہ میں وہ دوسرے درجہ کی جنت ہوگی۔ یہ جنتیں اس خالق ومالک کے شایان شان ہوں گی جس کی عظمتوں اور قدرتوں کے نمونے موجودہ دنیا میں ظاہر ہوئے ہیں اور جن کو دیکھنے والے آج ہی دیکھ رہے ہیں۔

سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتٌّ وَتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝۱ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝۲ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝۳ اِذَا رُجَّتِ وقف لازم
الْاَرْضُ رَجًّا ۝۴ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝۵ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۝۶ وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا
ثَلٰثَةً ۝۷

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

جب واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی۔ اس کے واقع ہونے میں کچھ جھوٹ نہیں۔ وہ پست کرنے والی، بلند کرنے والی ہوگی۔ جب کہ زمین ہلا ڈالی جائے گی۔ اور پہاڑ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ پھر وہ پراگندہ غبار بن جائیں گے۔ اور تم لوگ تین قسم کے ہو جاؤ گے۔ ۱-۷

موجودہ دنیا میں آدمی دیکھتا ہے کہ اس کو آزادی حاصل ہے کہ جو چاہے کرے۔ اس لئے آخرت کی پکڑ کی بات اس کے ذہن میں نہیں بیٹھتی۔ مگر اگلی دنیا کا بننا اتنا ہی ممکن ہے جتنا موجودہ دنیا کا بننا۔ جب وہ وقت آئے گا تو سارا نظام پلٹ ہو جائے گا۔ اوپر کے لوگ نیچے ہو جائیں گے۔ اور نیچے کے لوگ اوپر دکھائی دیں گے۔ اس وقت انسان اپنے اپنے عمل کے اعتبار سے تین گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے ——— السابقون، اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال۔

فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝۸ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝۹
وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝۱۰ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝۱۱ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝۱۲ ثُلَّةٌ مِّنَ
الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۳ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝۱۴ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۝۱۵ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ۝۱۶

يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ﴿١٧﴾ بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقَ وَكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ﴿١٨﴾
لَّا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنزِفُونَ ﴿١٩﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا
يَشْتَهُونَ ﴿٢١﴾ وَحُورٌ عِينٌ ﴿٢٢﴾ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ﴿٢٣﴾ جَزَاءً بِمَا كَانُوا
يَعْمَلُونَ ﴿٢٤﴾ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ﴿٢٥﴾ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا ﴿٢٦﴾

پھر دائیں والے، پس کیا خوب ہیں دائیں والے۔ اور بائیں والے کیسے برے لوگ ہیں بائیں والے۔ اور آگے والے تو آگے ہی والے ہیں۔ وہ مقرب لوگ ہیں۔ نعمت کے باغوں میں۔ ان کی بڑی تعداد اگلوں میں سے ہوگی۔ اور تھوڑے پچھلوں میں سے ہوں گے۔ جڑاؤ تختوں پر۔ تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ پھر رہے ہوں گے ان کے پاس لڑکے ہمیشہ رہنے والے۔ آبخورے اور کوزے لئے ہوئے اور پیالہ صاف شراب کا۔ اس سے نہ درد سر ہوگا اور نہ عقل میں فتور آئے گا۔ اور میوے کہ جو چاہیں چن لیں۔ اور پرندوں کا گوشت جو ان کو مرغوب ہو۔ اور بڑی آنکھوں والی حوریں۔ جیسے موتی کے دانے اپنے غلاف کے اندر۔ بدلہ ان کاموں کا جو وہ کرتے تھے۔ اس میں وہ کوئی لغو اور گناہ کی بات نہیں سنیں گے۔ مگر صرف سلام سلام کا بول۔ ۲۶-۸

السابقون وہ لوگ ہیں جو حق کے سامنے آتے ہی فوراً اس کو قبول کرلیں۔ وہ بلا تاخیر اپنے آپ کو حق کے حوالے کردیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ قیامت کے دن کون لوگ اللہ کے سایہ میں سب سے پہلے جگہ پائیں گے۔ لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ کہ جب ان کے سامنے حق آیا تو انھوں نے اس کو قبول کرلیا۔ اور جب ان سے حق مانگا گیا تو انھوں نے اس کو دیا۔ اور دوسروں کے معاملہ میں انھوں نے وہی فیصلہ کیا جو فیصلہ ان کا خود اپنے بارہ میں تھا (الذین اذا اعطوا الحق قبلوہ و اذا سئلوہ بذلوہ وحکموا للناس کحکمھم لانفسھم، تفسیر ابن کثیر، الجزء الرابع صفحہ ۲۸۳)

دعوت کے دور اول میں جو افراد آگے بڑھ کر اسلام قبول کرتے ہیں ان کے لئے اسلام ایک دریافت ہوتا ہے۔ اس کے بعد ان کی جو نسلیں ہیں وہ اسلام کو وراثت کے طور پر پاتی ہیں۔ دریافت اور وراثت کا یہی فرق ہے جو پہلے گروہ کا مرتبہ دوسرے گروہ سے بلند کردیتا ہے۔ قدرتی طور پر دوسرا

گروہ تعداد میں زیادہ ہوتا ہے اور پہلا گروہ کم۔ آخرت میں دوسرے گروہ کے لئے اگر عام انعامات ہیں تو پہلے گروہ کے لئے شاہانہ انعامات۔

وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۥ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿٢٧﴾ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿٢٨﴾ وَّطَلْحٍ
مَّنْضُوْدٍ ﴿٢٩﴾ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿٣٠﴾ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿٣١﴾ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿٣٢﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا
مَمْنُوْعَةٍ ﴿٣٣﴾ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿٣٤﴾ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿٣٥﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿٣٦﴾ عُرُبًا
ع اَتْرَابًا ﴿٣٧﴾ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿٣٨﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٩﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿٤٠﴾

اور داہنے والے، کیا خوب ہیں داہنے والے۔ بیری کے درختوں میں جن میں کانٹا نہیں۔ اور کیلے تہہ بہ تہہ۔ اور پھیلے ہوئے سائے۔ اور بہتا ہوا پانی۔ اور کثرت سے میوے۔ جو نہ ختم ہوں گے اور نہ کوئی روک ٹوک ہوگی۔ اور اونچے بچھونے۔ ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے۔ پھر ان کو کنواری رکھا ہے۔ دل ربا اور ہم عمر۔ داہنے والوں کے لئے۔ اگلوں میں سے ایک بڑا گروہ ہوگا اور پچھلوں میں سے بھی ایک بڑا گروہ۔ ۴۰-۲۷

اصحاب الیمین (دائیں طرف والے) سے مراد عام اہل جنت ہیں۔ اس میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو اپنے عقیدہ اور کردار کے اعتبار سے صالح تھے۔ ان کو ایمانی اعتبار سے اگرچہ اعلیٰ شعوری درجہ حاصل نہ تھا تاہم وہ خدا اور رسول کے لئے مخلص تھے اور اپنی زندگی میں انصاف اور خدا ترسی کے راستہ پر قائم رہے۔ اس گروہ میں دور اول کے بھی کافی لوگ ہوں گے اور دور ثانی کے بھی کافی لوگ۔

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۥ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿٤١﴾ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ﴿٤٢﴾ وَّظِلٍّ مِّنْ
يَّحْمُوْمٍ ﴿٤٣﴾ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ﴿٤٤﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَكَانُوْا
يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ﴿٤٦﴾ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۥ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا
تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿٤٧﴾ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿٤٨﴾ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ
وَالْاٰخِرِيْنَ ﴿٤٩﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۥ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٥٠﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا

الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ﴿٥١﴾ لَآكِلُونَ مِن شَجَرٍ مِّن زَقُّومٍ ﴿٥٢﴾ فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿٥٣﴾
فَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ﴿٥٤﴾ فَشَارِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ ﴿٥٥﴾ هَٰذَا نُزُلُهُمْ
يَوْمَ الدِّينِ ﴿٥٦﴾

اور بائیں والے، کیسے برے ہیں بائیں والے۔ آگ میں اور کھولتے ہوئے پانی میں۔ اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں۔ نہ ٹھنڈا اور نہ عزت کا۔ یہ لوگ اس سے پہلے خوش حال تھے۔ اور بھاری گناہ پر اصرار کرتے رہے۔ اور وہ کہتے تھے، کیا جب ہم مرجائیں گے۔ اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے۔ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی۔ کہو کہ اگلے اور پچھلے سب، جمع کئے جائیں گے۔ ایک مقرر دن کے وقت پر۔ پھر تم لوگ، اے بہکے ہوئے اور جھٹلانے والے۔ زقوم کے درخت میں سے کھاؤ گے۔ پھر اس سے اپنا پیٹ بھرو گے۔ پھر اس پر کھولتا پانی پیو گے۔ پھر پیاسے اونٹوں کی طرح پیو گے۔ یہ ان کی مہمانی ہوگی انصاف کے دن۔ ۴۱ - ۵۶

اصحاب الشمال (بائیں طرف والے) سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے لئے عذاب کا فیصلہ کیا جائے گا دنیا میں انھیں جو چیزیں ملی تھیں انھوں نے ان کو دھوکے میں ڈال دیا۔ وہ اللہ کے سوا دوسری چیزوں کو اپنا مرکز توجہ بنائے رہے جو اس دنیا میں کسی انسان کا سب سے بڑا جرم ہے۔ وہ آخرت کو اس طرح بھولے رہے گویا کہ وہ آنے والی ہی نہیں۔ ایسے لوگ فیصلہ کے دن سخت عذاب کے مستحق قرار دئے جائیں گے۔

نَحْنُ خَلَقْنَاكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُونَ ﴿٥٧﴾ أَفَرَأَيْتُم مَّا تُمْنُونَ ﴿٥٨﴾ أَأَنتُمْ تَخْلُقُونَهُ
أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ﴿٥٩﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ﴿٦٠﴾
عَلَىٰ أَن نُّبَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ وَنُنشِئَكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ
النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٦٢﴾ أَفَرَأَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ﴿٦٣﴾ أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ
نَحْنُ الزَّارِعُونَ ﴿٦٤﴾ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ﴿٦٥﴾ إِنَّا لَمُغْرَمُونَ ﴿٦٦﴾
بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿٦٧﴾ أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ﴿٦٨﴾ أَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ

الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾
اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ﴿۷۱﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ﴿۷۲﴾
نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾ ع ۲ ۱۵

ہم نے تم کو پیدا کیا ہے۔ پھر تم تصدیق کیوں نہیں کرتے۔ کیا تم نے غور کیا اس چیز پر جو تم ٹپکاتے ہو۔ کیا تم اس کو بناتے ہو یا ہم ہیں بنانے والے۔ ہم نے تمہارے درمیان موت مقدر کی ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں کہ تمہاری جگہ تمہارے جیسے پیدا کر دیں اور تم کو ایسی صورت میں بنا دیں جن کو تم جانتے نہیں۔ اور تم پہلی پیدائش کو جانتے ہو پھر کیوں سبق نہیں لیتے۔ کیا تم نے غور کیا اس چیز پر جو تم بوتے ہو۔ کیا تم اس کو اگاتے ہو یا ہم ہیں اگانے والے۔ اگر ہم چاہیں تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیں، پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ۔ ہم تو تاوان میں پڑ گئے۔ بلکہ ہم بالکل محروم ہو گئے۔ کیا تم نے غور کیا اس پانی پر جو تم پیتے ہو۔ کیا تم نے اس کو بادل سے اتارا ہے۔ یا ہم ہیں اتارنے والے۔ اگر ہم چاہیں تو اس کو سخت کھاری بنا دیں۔ پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے۔ کیا تم نے غور کیا اس آگ پر جس کو تم جلاتے ہو۔ کیا تم نے پیدا کیا ہے اس کے درخت کو یا ہم ہیں اس کے پیدا کرنے والے۔ ہم نے اس کو یاددہانی بنایا ہے۔ اور مسافروں کے لئے فائدہ کی چیز۔ پس تم اپنے عظیم رب کے نام کی تسبیح کرو۔ ۷۴-۵۷

ماں کے پیٹ سے انسان کا پیدا ہونا، زمین سے کھیتی کا اگنا، بارش سے پانی کا برسنا، ایندھن سے آگ کا حاصل ہونا، یہ سب چیزیں براہ راست خدا کی طرف سے ہیں۔ آدمی کو ان کے ملنے پر خدا کا شکرگزار ہونا چاہئے۔ ان کو خدا کا عطیہ سمجھنا چاہئے نہ کہ اپنے عمل کا نتیجہ۔

ان واقعات میں غور کرنے والے کے لئے بے شمار نصیحتیں ہیں۔ ان میں موجودہ زندگی کے بعد دوسری زندگی کا ثبوت ہے۔ اسی طرح ان میں یہ نشانی ہے کہ جس نے ان کو دیا ہے وہ ان کو چھین بھی سکتا ہے۔ پھر اسی کا ایک نمونہ پانی کا معاملہ ہے۔ پانی کا ذخیرہ سمندروں کی صورت میں ہے جو کہ زیادہ تر کھاری ہیں۔ پانی کا تقریباً ۹۸ فی صد حصہ سمندر میں ہے۔ اور سمندر کے پانی کا ۱/۱۰ حصہ نمک ہوتا ہے۔ یہ خدا کے قانون کا کرشمہ ہے کہ سمندر سے جب پانی کے بخارات اٹھتے ہیں تو خالص پانی اوپر اڑ جاتا ہے اور نمک نیچے رہ جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بارش کا عمل ازالۂ نمک (Desalination) کا ایک عظیم آفاقی عمل ہے۔ اگر یہ قدرتی اہتمام نہ ہو تو سارا کا سارا پانی

ویسا ہی کھاری ہو جائے جیسا سمندر کا پانی ہوتا ہے۔ پہاڑوں پر جمی ہوئی برف اور دریاؤں میں بہنے والا پانی سب کے سب سخت کھاری ہوں، زمین پر پانی کے اتھاہ ذخیروں کے باوجود میٹھے پانی کا حصول انسانیت کے لئے سخت ناقابل حل مسئلہ بن جائے۔ آدمی اگر اس کو سوچے تو اس کا سینہ حمد خداوندی کے جذبہ سے بھر جائے گا۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۝ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۝ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِىْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ۝ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ۝

پس نہیں، میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے مواقع کی۔ اور اگر تم غور کرو تو یہ بہت بڑی قسم ہے۔ بیشک یہ ایک عزت والا قرآن ہے۔ ایک محفوظ کتاب میں۔ اس کو وہی چھوتے ہیں جو پاک بنائے گئے ہیں۔ اتارا ہوا ہے پروردگار عالم کی طرف سے۔ پھر کیا تم اس کلام کے ساتھ بے اعتنائی برتتے ہو۔ اور تم اپنا حصہ یہی لیتے ہو کہ تم اس کو جھٹلاتے ہو۔ ۸۲ - ۷۵

مواقع کا لفظ موقع کی جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں گرنے کی جگہ۔ چنانچہ بارش ہونے کی جگہ کو مواقع القطر کہا جاتا ہے۔ یہاں ستاروں کے مواقع سے مراد غالباً ستاروں کے مدار (Orbits) ہیں۔ کائنات میں بے شمار نہایت بڑے بڑے ستارے ہیں۔ وہ حد درجہ صحت کے ساتھ اپنے اپنے مدار پر گھوم رہے ہیں۔

یہ واقعہ دہشت ناک حد تک عظیم ہے۔ جو شخص اس خلائی نظام پر غور کرے گا وہ یہ ماننے پر مجبور ہوگا کہ اس کائنات کا خالق ناقابل قیاس حد تک عظیم ہے۔ پھر ایسے خالق کی طرف سے جو کتاب آئے وہ بھی یقیناً عظیم ہوگی۔ اور قرآن بلاشبہ ایسی ہی ایک عظیم کتاب ہے۔

قرآن جس طرح لوح محفوظ میں تھا، ٹھیک اسی طرح وہ فرشتوں کے ذریعہ پیغمبر تک پہنچا اور آج تک وہ اسی طرح محفوظ ہے۔ قدیم زمانہ کی کوئی بھی دوسری کتاب نہیں جو اس طرح کامل طور پر محفوظ ہو۔ یہ واقعہ خود اس کتاب کی عظمت کا ثبوت ہے۔ ایسی ایک کتاب سے جو شخص ہدایت حاصل نہ کرے اس کی محرومی کا کوئی ٹھکانا نہیں۔

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ۝ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ۝ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ
وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ۝ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ۝ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ۝
وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ وَاَمَّآ
اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ۝ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ۝
اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝

پھر کیوں نہیں، جب کہ جان حلق میں پہنچتی ہے۔ اور تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو۔ اور ہم تم سے زیادہ اس شخص سے قریب ہوتے ہیں مگر تم نہیں دیکھتے۔ پھر کیوں نہیں، اگر تم محکوم نہیں ہو تو تم اس جان کو کیوں نہیں لوٹا لاتے، اگر تم سچے ہو۔ پس اگر وہ مقربین میں سے ہو تو راحت ہے اور عمدہ روزی ہے اور نعمت کا باغ ہے۔ اور اگر وہ اصحاب یمین میں سے ہو تو تمہارے لئے سلامتی، تو اصحاب یمین میں سے ہے۔ اور اگر وہ جھٹلانے والے گمراہ لوگوں میں سے ہو۔ تو گرم پانی کی ضیافت ہے، اور جہنم میں داخل ہونا۔ بے شک یہ قطعی حق ہے۔ پس تم اپنے عظیم رب کے نام کی تسبیح کرو۔ ۹۶ - ۸۳

موت کا واقعہ اس بات کا آخری ثبوت ہے کہ انسان خدائی طاقتوں کے آگے بالکل بے بس ہے۔ ہر آدمی لازماً ایک مقررہ وقت پر مر جائے گا، اور کوئی نہیں جو اس کو موت کے فرشتے سے بچا سکے۔ ایسی حالت میں آدمی کو سب سے زیادہ موت کے بعد کے مسئلہ کے بارے میں فکرمند ہونا چاہئے۔ موت سے پہلے کی زندگی میں جن لوگوں نے جنت والے اعمال کئے ہیں ان کو موت کے بعد کی زندگی میں جنت ملے گی۔ اس کے برعکس جو لوگ دنیا میں خدا سے دور تھے وہ آخرت میں بھی خدا کی رحمتوں سے دور رکھے جائیں گے۔ ان کی ضیافت کے لئے وہاں گرم پانی ہے اور ان کے رہنے کے لئے وہاں آگ کی دنیا۔

سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

وَالْأَرْضِ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢﴾ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ
وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٣﴾ هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ
أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا
يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ
بَصِيرٌ ﴿٤﴾ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٥﴾ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي
النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٦﴾

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اللہ کی تسبیح کرتی ہے ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اسی کی ہے۔ وہ جلاتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی اول بھی ہے اور آخر بھی اور ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا چھ دنوں میں، پھر وہ عرش پر متمکن ہوا۔ وہ جانتا ہے جو کچھ زمین کے اندر جاتا ہے اور جو اس سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے، اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو، اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اسی کی ہے، اور اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں سارے امور۔ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، اور وہ دل کی باتوں کو جانتا ہے۔ ۶-۱

کائنات زبان حال سے اپنے خالق کی جن صفات کی خبر دے رہی ہے، قرآن میں انھیں صفات کو الفاظ کی صورت دے دی گئی ہے۔ یہاں جب ایک چیز ظاہر ہوتی ہے تو وہ عمل کی زبان میں کہہ رہی ہوتی ہے کہ کوئی اس کا ظاہر کرنے والا ہے۔ اور جب وہ چیز ختم ہوتی ہے تو وہ اس بات کا عملی اعلان کر رہی ہوتی ہے کہ کوئی اس کا ختم کرنے والا ہے۔ اسی طرح دوسری تمام صفتیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کائنات اگر خدا کی عملی تسبیح ہے تو قرآن خدا کی لفظی تسبیح۔

آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ

وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۞٧ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا
بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۞٨ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ
اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۞٩ وَ
مَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا يَسْتَوِيْ
مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا
ع ۱۷ مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۞١٠

ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور خرچ کرو اس میں سے جس میں اس نے تم کو امین بنایا ہے پس جو لوگ تم میں سے ایمان لائیں اور خرچ کریں ان کے لئے بڑا اجر ہے۔ اور تم کو کیا ہوا کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے، حالانکہ رسول تم کو بلا رہا ہے کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ اور وہ تم سے عہد لے چکا ہے، اگر تم مومن ہو۔ وہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیتیں اتارتا ہے تاکہ تم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے آئے اور اللہ تمہارے اوپر نرمی کرنے والا ہے، مہربان ہے۔ اور تم کو کیا ہوا کہ تم اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ سب آسمان اور زمین آخر میں اللہ ہی کا رہ جائے گا۔ تم میں سے جو لوگ فتح کے بعد خرچ کریں اور لڑیں وہ ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جنھوں نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور لڑے، اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ کیا ہے، اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ ۱۰ — ۷

اسلام کی دعوت جب اٹھتی ہے تو وہ اپنے ابتدائی مرحلہ میں "آیات بینات" کے اوپر کھڑی ہوتی ہے۔ دوسرا دور وہ ہے جب کہ اس کو ماحول میں "فتح" حاصل ہو جائے۔ پہلے دور میں صرف وہ لوگ اسلام کے لئے قربانی دینے کا حوصلہ کرتے ہیں جو دلائل کی سطح پر کسی چیز کی عظمت کو دیکھنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ مگر جب اسلام کو فتح و غلبہ حاصل ہو جائے تو ہر آدمی اس کی عظمت کو دیکھ لیتا ہے۔ اور ہر آدمی آگے بڑھ کر اس کے لئے جان و مال پیش کرنے میں فخر محسوس کرتا ہے۔

ابتدائی دور میں اسلام کے لئے خرچ کرنے والے کو یک طرفہ طور پر خرچ کرنا پڑتا ہے۔ جب کہ دوسرے دور میں یہ حال ہو جاتا ہے کہ آدمی جتنا خرچ کرتا ہے اس سے زیادہ وہ مختلف شکلوں میں اس کا انعام اسی دنیا میں پا لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں کا درجہ اللہ کے یہاں یکساں نہیں۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿١١﴾ يَوْمَ
تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ
الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٢﴾
يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ
قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَاۗءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ
فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿١٣﴾ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۭ
قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ
حَتّٰى جَاۗءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿١٤﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ
وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ۭ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٥﴾

کون ہے جو اللہ کو قرض دے، اچھا قرض، کہ وہ اس کو اس کے لئے بڑھائے، اور اس کے لئے باعزت اجر ہے۔ جس دن تم مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھوگے کہ ان کی روشنی ان کے آگے اور ان کے دائیں چل رہی ہوگی ـــــ آج کے دن تم کو خوش خبری ہے باغوں کی جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، یہ بڑی کامیابی ہے۔ جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے کہ ہمیں موقع دو کہ ہم بھی تمہاری روشنی سے کچھ فائدہ اٹھالیں۔ کہا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ۔ پھر روشنی تلاش کرو۔ پھر ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا۔ اس کے اندر کی طرف رحمت ہوگی۔ اور اس کے باہر کی طرف عذاب ہوگا۔ وہ ان کو پکاریں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے۔ وہ کہیں گے کہ ہاں، مگر تم نے اپنے آپ کو فتنہ میں ڈالا اور راہ دیکھتے رہے اور شک میں پڑے رہے اور جھوٹی امیدوں نے تم کو دھوکہ میں رکھا، یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ آگیا اور دھوکہ باز نے تم کو اللہ کے معاملہ میں دھوکہ دیا۔ پس آج نہ تم سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ ان لوگوں سے جنھوں نے کفر کیا۔ تمہارا ٹھکانا آگ ہے۔ وہی تمہاری رفیق ہے۔ اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ ۱۵-۱۱

سچا اسلام جب ماحول میں اجنبی ہو، اس وقت سچے اسلام کی طرف بڑھنا اپنے آپ کو آزمائش

میں ڈالنے کے ہم معنی ہوتا ہے۔ اس وقت اسلام کی حقیقت پر شبہات کے پردے پڑے ہوتے ہیں۔ اس وقت اسلام کی راہ میں خرچ کرنا ایسا ہوتا ہے گویا امید موہوم پر کسی کو قرض دینا۔ شک اور تردد کی فضا ہر طرف لوگوں کو گھیرے ہوئے ہوتی ہے۔ خدا کے وعدوں کے مقابلہ میں لوگوں کو اپنے سامنے کے فائدے زیادہ یقینی معلوم ہوتے ہیں۔ ایسے وقت میں اپنی جان و مال کو اسلام کے حوالہ کرنا زبردست قوت فیصلہ چاہتا ہے۔ ایسے وقت میں وہی شخص آگے بڑھنے کی ہمت کرتا ہے جو عقل و بصیرت کی طاقت سے چیزوں کو پہچاننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

جو لوگ دنیا میں اس بصیرت کا ثبوت دیں ان کی بصیرت قیامت کے دن ان کے لئے روشنی بن جائے گی جس میں وہ وہاں کے مشکل مراحل میں اپنا سفر طے کر سکیں۔ جو بصیرت دنیا میں ان کی رہنما بنی تھی وہی بصیرت آخرت میں بھی اللہ کی مدد سے ان کے لئے رہنما کا کام انجام دے گی۔

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿١٦﴾ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١٧﴾

کیا ایمان والوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی نصیحت کے آگے جھک جائیں۔ اور اس حق کے آگے جو نازل ہو چکا ہے۔ اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر ان پر لمبی مدت گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے۔ اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں۔ جان لو کہ اللہ زمین کو زندگی دیتا ہے اس کی موت کے بعد، ہم نے تمہارے لئے نشانیاں بیان کر دی ہیں، تاکہ تم سمجھو۔ ۱۶-۱۷

یہ آیتیں جس وقت نازل ہوئیں اس وقت اسلام اگرچہ مادی قوت نہیں بنا تھا۔ مگر دلائل اور تنبیہات کا زور اس وقت بھی پوری طرح اس کی پشت پر موجود تھا۔ ایسی حالت میں جو شخص دلائل کا زور محسوس نہ کرے اور خدائی تنبیہات جس کو ہلانے والی نہ بن سکیں وہ اپنے اس عمل سے صرف یہ ثبوت دے رہا ہے کہ وہ بے حسی کے مرض میں مبتلا ہے۔ مٹی میں پانی ملنے کے بعد تر و تازگی پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر انسان اگر کھلے کھلے دلائل کو سن کر بھی نہ جاگے تو یہ کیسی عجیب بات ہوگی۔

إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ
أَجْرٌ كَرِيمٌ ﴿١٨﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۖ وَالشُّهَدَاءُ
عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ
ع ۱۸ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿١٩﴾

بے شک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں۔ اور وہ لوگ جنھوں نے اللہ کو قرض دیا، اچھا قرض، وہ ان کے لئے بڑھایا جائے گا اور ان کے لئے باعزت اجر ہے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر۔ وہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں، ان کے لئے ان کا اجر اور ان کی روشنی ہے، اور جن لوگوں نے انکار کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ دوزخ کے لوگ ہیں۔

18 - 19

اللہ کی رضا کے لئے دوسروں کو مال دینا اور دین کی ضرورتوں پر خرچ کرنا بہت بڑا عمل ہے۔ جو مرد اور عورت اس طرح خرچ کریں وہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے ایمان کا ثبوت دیا۔ انھوں نے حق کے خلاف شبہات کے ماحول میں حق کو دیکھا اس لئے ان کا یہ عمل آخرت میں ان کے لئے روشنی بن جائے گا۔ وہ خدا کی نشانیوں کو ماننے والے قرار پائیں گے۔ ان کو اللہ کے گواہ کا درجہ دیا جائے گا، یعنی آخرت کی عدالت میں لوگوں کے احوال بتانے والا۔

اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي
الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ ۖ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ
مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا ۖ وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِنَ اللَّهِ وَ
رِضْوَانٌ ۚ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ﴿٢٠﴾ سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِنْ
رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا
بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٢١﴾

جان لو کہ دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ کھیل اور تماشہ ہے اور زینت اور باہمی فخر اور مال اور

اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنا ہے۔ جیسے کہ بارش کہ اس کی پیداوار کسانوں کو اچھی معلوم ہوتی ہے۔ پھر وہ خشک ہو جاتی ہے۔ پھر تو اس کو زرد دیکھتا ہے، پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔ اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے معافی اور رضامندی بھی۔ اور دنیا کی زندگی دھوکہ کی پونجی کے سوا اور کچھ نہیں۔ دوڑو اپنے رب کی معافی کی طرف اور ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کے برابر ہے۔ وہ ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں، یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ اس کو دیتا ہے جسے وہ چاہتا ہے اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔ ۲۱ — ۲۰

دنیا میں اللہ نے آخرت کی مثالیں قائم کر دی ہیں۔ ان میں سے ایک مثال کھیتی کی ہے کھیتی جب پانی پاکر تیار ہوتی ہے تو تھوڑے دنوں کے لئے اس کی سرسبزی نہایت پرکشش معلوم ہوتی ہے۔ مگر بہت جلد گرم ہوائیں چلتی ہیں۔ ساری سرسبزی اچانک ختم ہو جاتی ہے۔ اور پھر اس کو کاٹ کر اسے چورا چورا کر دیا جاتا ہے۔

اسی طرح موجودہ دنیا کی رونق بھی چند روزہ ہے۔ آدمی اس کو پاکر دھوکے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ وہ اسی کو سب کچھ سمجھ لیتا ہے۔ مگر اس کے بعد جب وہ خدا کی طرف لوٹایا جائے گا تو اس پر کھلے گا کہ دنیا کی رونقوں کی کوئی حقیقت نہ تھی۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۝ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝

کوئی مصیبت نہ زمین میں آتی ہے اور نہ تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے اس سے پہلے کہ ہم ان کو پیدا کریں، بے شک یہ اللہ کے لئے آسان ہے تاکہ تم غم نہ کرو اس پر جو تم سے کھویا گیا۔ اور نہ اس چیز پر فخر کرو جو اس نے تم کو دیا، اور اللہ اترانے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا جو کہ بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور جو شخص اعراض کرے گا

تو اللہ بے نیاز ہے خوبیوں والا ہے۔ ۲۲-۲۴

دنیا میں کسی چیز کا ملنا یا کسی چیز کا چھننا دونوں امتحان کے لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پیشگی طور پر مقرر فرما دیا ہے کہ کس شخص کو اس کے امتحان کا پرچہ کن کن صورتوں میں دیا جائے گا۔ آدمی کو اصلاً جس چیز پر توجہ دینا چاہئے وہ یہ نہیں کہ اس کو کیا ملا اور اس سے کیا چھینا گیا بلکہ یہ کہ اس نے کس موقع پر کس قسم کا ردعمل پیش کیا۔ صحیح اور مطلوب ردعمل یہ ہے کہ آدمی سے کھویا جائے تو وہ دل برداشتہ نہ ہو اور جب اس کو ملے تو وہ اس کی بنا پر فخر و غرور میں مبتلا نہ ہو جائے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾ ع ۱۹

ہم نے اپنے رسولوں کو نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ اتارا کتاب اور ترازو، تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔ اور ہم نے لوہا اتارا جس میں بڑی قوت ہے اور لوگوں کے لئے فائدے ہیں اور تاکہ اللہ جان لے کہ کون اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے بن دیکھے، بے شک اللہ طاقت والا، زبردست ہے۔ ۲۵

دین میں دو چیزیں مطلوب ہیں۔ ایک پیروی دین، اور دوسری حمایت دین۔ ترازو گویا پیروی دین کی علامتی تمثیل ہے۔ جس طرح ترازو پر کسی چیز کا کم و بیش ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح خدا کی کتاب بھی حق کی ترازو ہے۔ لوگوں کو چاہئے کہ اپنے اعمال خدا کی کتاب پر جانچ کر دیکھتے رہیں کہ وہ کس حد تک درست ہیں اور کس حد تک درست نہیں۔

اسی طرح لوہا گویا حمایت دین کی علامتی مثال ہے۔ جب بھی دین کا کوئی معاملہ پڑے تو وہاں آدمی کو لوہے کی طرح مضبوط ثابت ہونا چاہئے۔ اس کو فولادی قوت کے ساتھ دین کا دفاع کرنا چاہئے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ

وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۞ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَجَعَلْنَا فِىْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَرَهْبَانِيَّةَ ۨابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۞

اور ہم نے نوح کو اور ابراہیم کو بھیجا۔ اور ان کی اولاد میں ہم نے پیغمبری اور کتاب رکھ دی۔ پھر ان میں سے کوئی راہ پر ہے اور ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں۔ پھر انھیں کے نقش قدم پر ہم نے اپنے رسول بھیجے اور انھیں کے نقش قدم پر عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور ہم نے اس کو انجیل دی۔ اور جن لوگوں نے اس کی پیروی کی ہم نے ان کے دلوں میں شفقت اور رحمت رکھ دی۔ اور رہبانیت کو انھوں نے خود ایجاد کیا ہے۔ ہم نے اس کو ان پر نہیں لکھا تھا۔ مگر انھوں نے اللہ کی رضامندی کے لئے اس کو اختیار کرلیا، پھر انھوں نے اس کی پوری رعایت نہ کی، پس ان میں سے جو لوگ ایمان لائے ان کو ہم نے ان کا اجر دیا، اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں۔ ۲۷ - ۲۶

اللہ کی طرف سے جتنے پیغمبر آئے سب ایک ہی دین لے کر آئے۔ مگر بعد کے زمانہ میں لوگوں نے پیغمبر کے نام پر بدعتیں ایجاد کرلیں۔ اس کی ایک مثال حضرت مسیح علیہ السلام کے پیرو ہیں۔ حضرت مسیح کے ذمہ صرف دعوت کا کام تھا۔ آپ کی پیغمبرانہ ذمہ داری میں قتال شامل نہ تھا۔ چنانچہ آپ نے سب سے زیادہ داعیانہ اخلاق پر زور دیا۔ اور داعیانہ اخلاق سراسر رافت ورحمت پر مبنی ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے پیروؤں سے کہا کہ وہ لوگوں کے مقابلہ میں یک طرفہ طور پر رافت ورحمت کا طریقہ اختیار کریں۔ مگر حضرت مسیح کے بعد آپ کے پیرو اس مصلحت کو سمجھ نہ سکے۔ ان کا یہ مزاج انھیں رہبانیت کی طرف بہالے گیا۔ اعراض دنیا کی جو تعلیم انھیں دعوت کے مقصد سے دی گئی تھی اس کو انھوں نے مزید مبالغہ کے ساتھ ترک دنیا کے لئے اختیار کرنا شروع کردیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ

الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَىْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ
يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾ ع ۴

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اللہ تم کو اپنی رحمت سے دو حصے عطا کرے گا۔ اور تم کو روشنی عطا کرے گا جس کو لے کر تم چلوگے۔ اور تم کو بخش دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تاکہ اہل کتاب جان لیں کہ وہ اللہ کے فضل میں سے کسی چیز پر اختیار نہیں رکھتے اور یہ کہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ ۲۸-۲۹

"اے ایمان لانے والو" سے مراد حضرت مسیح پر ایمان لانے والے ہیں۔ جو لوگ پچھلے پیغمبر کو مانتے ہوں، اور اب وہ پیغمبر آخر الزماں کی صداقت کو دریافت کرکے ان پر ایمان لائیں تو ان کے لئے دہرا اجر ہے۔ اسی طرح جو لوگ نسلی طور پر مسلمان ہیں وہ دوبارہ اسلام کا مطالعہ کریں اور اپنے اندر اسلامی شعور پیدا کرکے از سر نو مومن و مسلم بنیں تو وہ بھی اللہ کے یہاں دہرا اجر کے مستحق قرار پائیں گے۔

الجزء الثامن والعشرون ۲۸

سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِىْ تُجَادِلُكَ فِىْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِىْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ
يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۱﴾

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اللہ نے سن لی اس عورت کی بات جو اپنے شوہر کے معاملہ میں تم سے جھگڑ رہی تھی اور اللہ سے شکوہ کر رہی تھی، اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا، بے شک اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔ ۱

اسلام سے پہلے عرب میں رواج تھا کہ کوئی مرد اگر اپنی بیوی سے کہہ دیتا کہ انت علی کظھر امی (تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ) تو وہ عورت ہمیشہ کے لئے اس مرد پر حرام

ہوجاتی ۔ اس کو ظہار کہا جاتا تھا۔ مدینہ کے ایک مسلمان اوس بن صامت انصاری نے اپنی بیوی خولہ بنت ثعلبہ کو ایک بار یہی لفظ کہہ دیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور واقعہ بتایا۔ آپ نے قدیم رواج کے اعتبار سے فرمایا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ تم اس پر حرام ہوگئی ہو۔ خولہ کو پریشانی ہوئی کہ میرا گھر اور میرے بچے برباد ہو جائیں گے۔ وہ فریاد وزاری کرنے لگیں۔ اس پر یہ آیتیں اتریں اور بتایا گیا کہ ظہار کے بارے میں اسلامی حکم کیا ہے۔

الَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ
اِلَّا الّٰۗـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ
لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝۲ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا
فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۭ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۳ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ
اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۭ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ
وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۴

تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ہیں۔ ان کی مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے ان کو جنا۔ اور یہ لوگ بے شک ایک نامعقول اور جھوٹ بات کہتے ہیں، اور اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔ اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں پھر اس سے رجوع کریں جو انھوں نے کہا تھا تو ایک گردن کو آزاد کرنا ہے، اس سے پہلے کہ وہ آپس میں ہاتھ لگائیں۔ اس سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے، اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ پھر جو شخص نہ پائے تو روزے ہیں دو مہینے کے لگاتار، اس سے پہلے کہ آپس میں ہاتھ لگائیں۔ پھر جو شخص نہ کر سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ یہ اس لئے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور منکروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ ۲-۴

اسلام میں صورت اور حقیقت کے درمیان فرق کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اس

قدیم رواج کو تسلیم نہیں کیا کہ جو عورت حقیقی ماں نہ ہو وہ محض ماں کا لفظ بول دینے سے کسی کی ماں بن جائے۔ اس قسم کا فعل ایک لغو بات تو ضرور ہے مگر اس کی وجہ سے فطرت کے قوانین بدل نہیں سکتے۔

قرآن میں بتایا گیا کہ محض ظہار سے کسی آدمی کی بیوی پر طلاق نہیں پڑے گی۔ البتہ اس آدمی پر لازم کیا گیا کہ وہ پہلے کفارہ ادا کرے۔ اس کے بعد وہ دوبارہ اپنی بیوی کے پاس جائے۔ کسی غلطی کے بعد جب آدمی اس طرح کفارہ ادا کرتا ہے تو وہ دوبارہ اپنے یقین کو زندہ کرتا ہے۔ وہ اس اصول میں اپنے عقیدہ کو از سر نو مستحکم بناتا ہے جس کو وہ غفلت یا نادانی سے چھوڑ بیٹھا تھا۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۚ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝٥ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا ۚ أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝٦

ع ۱

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل ہوں گے جس طرح وہ لوگ ذلیل ہوئے جو ان سے پہلے تھے اور ہم نے واضح آیتیں اتار دی ہیں، اور منکروں کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔ جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا اور ان کے کئے ہوئے کام ان کو بتائے گا۔ اللہ نے اس کو گن رکھا ہے۔ اور وہ لوگ اس کو بھول گئے، اور اللہ کے سامنے ہے ہر چیز۔ ۶-۵

حق کی مخالفت کرنا خدا کی مخالفت کرنا ہے۔ اور خدا کی مخالفت کرنا اس ہستی کی مخالفت کرنا ہے جس سے مخالفت کرکے آدمی خود اپنا نقصان کرتا ہے۔ خدا سے آدمی نہ اپنی کسی چیز کو چھپا سکتا اور نہ کسی کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ خدا کی پکڑ سے اپنے آپ کو بچا سکے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ۖ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا

عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ
نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ
وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۡ وَاِذَا جَاۗءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَ
يَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ۭ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ
يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۸

تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ کوئی سرگوشی تین آدمیوں کی نہیں ہوتی جس میں چوتھا اللہ نہ ہو۔ اور نہ پانچ کی ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو۔ اور نہ اس سے کم کی یا زیادہ کی۔ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں بھی وہ ہوں، پھر وہ ان کو ان کے کیے سے آگاہ کرے گا قیامت کے دن۔ بے شک اللہ ہر بات کا علم رکھنے والا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا جن کو سرگوشیوں سے روکا گیا تھا، پھر بھی وہ وہی کر رہے ہیں جس سے وہ روکے گئے تھے۔ اور وہ گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں، اور جب وہ تمہارے پاس آتے ہیں تو تم کو ایسے طریقہ سے سلام کرتے ہیں جس سے اللہ نے تم کو سلام نہیں کیا۔ اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ ہماری ان باتوں پر اللہ ہم کو عذاب کیوں نہیں دیتا۔ ان کے لیے جہنم ہی کافی ہے، وہ اس میں پڑیں گے، پس وہ برا ٹھکانا ہے۔ ۸-۷

کائنات اپنے انتہائی پیچیدہ نظام کے ساتھ یہ گواہی دے رہی ہے کہ وہ ہر آن کسی بالاتر طاقت کی نگرانی میں ہے۔ کائنات میں نگرانی کی شہادت یہ ثابت کرتی ہے کہ انسان بھی مسلسل طور پر اپنے خالق کی نگرانی میں ہے۔ ایسی حالت میں حق کے خلاف خفیہ سرگرمیاں دکھانا صرف ایسے اندھے لوگوں کا کام ہو سکتا ہے جو خدا کی صفتوں کو نہ براہ راست طور پر ملفوظ قرآن میں پڑھ سکیں اور نہ بالواسطہ طور پر غیر ملفوظ کائنات میں۔

بعض یہود اور منافقین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں آتے تو وہ السلام علیکم (آپ پر سلامتی ہو) کہنے کے بجائے السام علیکم (آپ پر موت آئے) کہتے۔ یہ ہمیشہ سے سطحی انسانوں کا طریقہ رہا ہے۔ سطحی لوگ ایک سچے انسان کو بے قدر کر کے اپنے ذہن میں خوش ہوتے ہیں۔ وہ

بھول جاتے ہیں کہ ساری پھیلی ہوئی خدائی عین اسی وقت بھی اس سچے انسان کا اعتراف کر رہی ہوتی ہے جب کہ اپنے محدود ذہن کے مطابق وہ اس کی تحقیر و تردید کے لئے اپنا آخری لفظ استعمال کر چکے ہوں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَ
مَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ
تُحْشَرُونَ ۝٩ إِنَّمَا النَّجْوَىٰ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ
بِضَارِّهِمْ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝١٠

اے ایمان والو جب تم سرگوشی کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی نہ کرو۔ اور تم نیکی اور پرہیزگاری کی سرگوشی کرو۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے پاس تم جمع کئے جاؤگے۔ یہ سرگوشی شیطان کی طرف سے ہے تاکہ وہ ایمان والوں کو رنج پہنچائے، اور وہ ان کو کچھ بھی رنج نہیں پہنچا سکتا مگر اللہ کے حکم سے۔ اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ ۱۰-۹

خفیہ سرگوشیاں کرنا عام حالات میں ایک ناپسندیدہ فعل ہے۔ تاہم کبھی کار خیر کے لئے بھی خفیہ سرگوشی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں اصل فیصلہ کن چیز نیت ہے۔ خفیہ سرگوشی اگر اچھی نیت سے کی جائے تو جائز ہے اور اگر وہ بری نیت سے کی جائے تو ناجائز۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ
اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَإِذَا قِيلَ انْشُزُوا فَانْشُزُوا يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ ۙ وَ
الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝١١

اے ایمان والو جب تم کو کہا جائے کہ مجلسوں میں کھل کر بیٹھو تو تم کھل کر بیٹھو، اللہ تم کو کشادگی دے گا۔ اور جب کہا جائے کہ اٹھ جاؤ تو تم اٹھ جاؤ۔ تم میں سے جو لوگ ایمان والے ہیں اور جن کو علم دیا گیا ہے، اللہ ان کے درجے بلند کرے گا۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔ ۱۱

مجلس کے آداب کے تحت کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کو پیچھے کرکے دوسرے شخص کو آگے بٹھایا جاتا ہے۔ اسی طرح کبھی ایسا ہوتا ہے کہ لوگوں کی امید کے خلاف کہہ دیا جاتا ہے کہ اب آپ لوگ تشریف لے جائیں۔ ایسی باتوں کو عزت کا سوال بنانا شعوری پستی کا ثبوت ہے۔ اور جو شخص ان باتوں کو عزت کا سوال نہ بنائے اس نے یہ ثبوت دیا کہ شعوری اعتبار سے وہ بلند درجہ کو پہنچا ہوا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۭ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

اے ایمان والو، جب تم رسول سے راز دارانہ بات کرو تو اپنی راز دارانہ بات سے پہلے کچھ صدقہ دو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور زیادہ پاکیزہ ہے۔ پھر اگر تم نہ پاؤ تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ کیا تم ڈر گئے اس بات سے کہ تم اپنی راز دارانہ گفتگو سے پہلے صدقہ دو۔ پس اگر تم ایسا نہ کرو، اور اللہ نے تم کو معاف کر دیا، تو تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔ ۱۳-۱۲

اللہ تعالیٰ کو یہ مطلوب تھا کہ رسول سے صرف وہی لوگ ملیں جو فی الواقع سنجیدہ مقصد کے تحت آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ غیر ضروری قسم کے لوگ چھانٹ دئے جائیں جو اپنی بے فائدہ باتوں سے صرف وقت ضائع کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ اس لئے یہ اصول مقرر کیا گیا کہ جب رسول سے ملنے کا ارادہ کرو تو پہلے اللہ کے نام پر کچھ صدقہ کرو۔ اور اگر اس کی قدرت نہ ہو تو کوئی دوسری نیکی کرو۔

یہ حکم اگرچہ اصلاً رسول کے لئے مطلوب تھا۔ مگر رسول کے بعد بھی امت کے رہنماؤں کے حق میں وہ حالات کے اعتبار سے درجہ بدرجہ مطلوب ہوگا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا

مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝۱۴ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ
اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۵ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۱۶

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو ایسے لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ کا غضب ہوا۔ وہ نہ تم میں سے ہیں اور نہ ان میں سے ہیں اور وہ جھوٹی بات پر قسم کھاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ اللہ نے ان لوگوں کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، بے شک وہ برے کام ہیں جو وہ کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے، پھر وہ روکتے ہیں اللہ کی راہ سے۔ پس ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔ ۱۶-۱۴

مدینہ کے منافقین اسلام کی جماعت میں شامل تھے۔ اسی کے ساتھ وہ یہود سے بھی ملے ہوئے تھے۔ یہی ہمیشہ ان لوگوں کا حال ہوتا ہے جو حق کو پوری یکسوئی کے ساتھ اختیار نہ کر سکیں۔ ایسے لوگ بظاہر سب سے ملے ہوئے ہوتے ہیں مگر حقیقۃً وہ صرف اپنے مفاد کے وفادار ہوتے ہیں۔ خواہ وہ قسمیں کھا کر اپنے حق پرست ہونے کا یقین دلا رہے ہوں۔

لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ
النَّارِ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۷ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا
يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰي شَيْءٍ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝۱۸
اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰـىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۭ اَلَآ
اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۱۹ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَاۗدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ
اُولٰۗىِٕكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ۝۲۰ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ
عَزِيْزٌ ۝۲۱

ان کے مال اور ان کی اولاد ان کو ذرا بھی اللہ سے نہ بچا سکیں گے۔ یہ لوگ دوزخ والے ہیں۔ وہ اس میں

ہمیشہ رہیں گے۔ جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا تو وہ اس سے بھی اسی طرح قسم کھائیں گے جس طرح تم سے قسم کھاتے ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ کسی چیز پر ہیں، سن لو کہ یہی لوگ جھوٹے ہیں۔ شیطان نے ان پر قابو حاصل کر لیا ہے۔ پھر اس نے ان کو خدا کی یاد بھلا دی ہے۔ یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ سن لو کہ شیطان کا گروہ ضرور برباد ہونے والا ہے۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہی ذلیل لوگوں میں ہیں۔ اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے۔ بے شک اللہ قوت والا، زبردست ہے۔ ۲۱-۱۷

مفاد پرست آدمی جب دعوت حق کی مخالفت کرتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ اس طرح وہ اپنے آپ کو محفوظ کر رہا ہے۔ مگر اس وقت وہ دہشت زدہ ہو کر رہ جائے گا جب آخرت میں وہ دیکھے گا کہ جن چیزوں پر اس نے بھروسہ کر رکھا تھا وہ فیصلہ کے اس وقت میں اس کے کچھ کام آنے والی نہیں۔

منافق آدمی اپنے موقف کو صحیح ثابت کرنے کے لئے بڑھ بڑھ کر باتیں کرتا ہے۔ حتی کہ وہ قسمیں کھا کر اپنے اخلاص کا یقین دلاتا ہے۔ یہ سب کر کے وہ سمجھتا ہے کہ "وہ کسی چیز پر ہے"۔ اس نے اپنے حق میں کوئی واقعی بنیاد فراہم کر لی ہے۔ مگر قیامت کا دھماکہ جب حقیقتوں کو کھولے گا اس وقت وہ جان لے گا کہ یہ محض شیطان کے سکھائے ہوئے جھوٹے الفاظ تھے جن کو وہ اپنے بے قصور ہونے کا یقینی ثبوت سمجھتا رہا۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ
فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ
ع ۳ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾

تم ایسی قوم نہیں پا سکتے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اور وہ ایسے لوگوں سے دوستی رکھے جو اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں۔ اگرچہ وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے خاندان والے کیوں نہ ہوں۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے اور ان کو اپنے فیض سے

قوت دی ہے۔ اور وہ ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں اور اللہ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے۔ ۲۲

اس دنیا میں کامیابی حزب اللہ کے لئے ہے۔ حزب اللہ (اللہ کی جماعت) کون لوگ ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان سب سے بڑی حقیقت کے طور پر راسخ ہو گیا ہو۔ جن کو اللہ سے اتنی گہری نسبت حاصل ہو کہ ان کو اللہ کی طرف سے روحانی فیض پہنچنے لگے۔ پھر یہ کہ خدائی حقیقتوں سے ان کی وابستگی اتنی گہری ہو کہ اسی کی بنیاد پر ان کی دوستیاں اور دشمنیاں قائم ہوں۔ وہ سب سے زیادہ ان لوگوں سے قریب ہوں جو خدائی صداقت کو پائے ہوئے ہیں۔ اور جو لوگ خدائی صداقت سے دور ہیں وہ بھی ان سے دور ہو جائیں، خواہ وہ ان کے اپنے عزیز اور رشتہ دار کیوں نہ ہوں۔

سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ اَرْبَعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱ هُوَ الَّذِيْٓ
وقف النبی ﷺ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا
ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ
اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ
بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝۲

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں سب چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، اور وہ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔ وہی ہے جس نے اہل کتاب کافروں کو ان کے گھروں سے پہلی ہی بار اکٹھا کر کے نکال دیا۔ تمہارا گمان نہ تھا کہ وہ نکلیں گے اور وہ خیال کرتے تھے کہ ان کے قلعے ان کو اللہ سے بچا لیں گے، پھر اللہ

ان پر وہاں سے پہنچا جہاں سے ان کو خیال بھی نہ تھا۔ اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، وہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے اجاڑ رہے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی۔ پس اے آنکھ والو، عبرت حاصل کرو۔ ۲-۱

مدینہ کے مشرق میں یہودی قبیلہ بنو نضیر کی آبادی تھی۔ ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صلح کا معاہدہ تھا۔ مگر انھوں نے بار بار عہد شکنی کی۔ آخر کار ۴ھ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کیے کہ مسلمانوں نے ان کو مدینہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد وہ خیبر اور اذرعات میں جا کر آباد ہو گئے۔ مگر ان کی سازشی سرگرمیاں جاری رہیں۔ یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق کی خلافت کے زمانہ میں وہ اور دوسرے یہودی قبائل جزیرہ عرب سے نکلنے پر مجبور کر دئے گئے۔ اس کے بعد وہ لوگ شام میں جا کر آباد ہوئے۔

"اللہ ان پر وہاں سے پہنچا جہاں ان کو گمان بھی نہ تھا" کی تشریح اگلے فقرہ میں موجود ہے یعنی اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ انھوں نے بیرونی طور پر ہر قسم کی تیاریاں کیں۔ مگر جب مسلمانوں کی فوج نے ان کی آبادی کو گھیر لیا تو ساری طاقت کے باوجود ان پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ انھوں نے لڑنے کا حوصلہ کھو دیا۔ اور بلا مقابلہ ہتھیار ڈال دیا۔

وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاۗءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۭ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاۗقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَاۗىِٕمَةً عَلٰٓي اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

اور اگر اللہ نے ان پر جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو وہ دنیا ہی میں ان کو عذاب دیتا، اور آخرت میں ان کے لئے آگ کا عذاب ہے۔ یہ اس لئے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔ اور جو شخص اللہ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ سخت عذاب والا ہے۔ کھجوروں کے جو درخت تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا تو یہ اللہ کے حکم سے، اور تاکہ وہ نافرمانوں کو رسوا کرے۔ ۵-۳

یہود کو جو سزا دی گئی، وہ اللہ کے قانون کے تحت تھی۔ یہ سزا ان لوگوں کے لئے مقدر ہے جو پیغمبر کے مخالف بن کر کھڑے ہوں۔ بنو نضیر کے محاصرہ کے وقت ان کے باغات کے کچھ درخت جنگی مصلحت کے تحت کاٹے گئے تھے۔ یہ بھی براہ راست خدا کے حکم سے ہوا۔ تاہم یہ کوئی عام اصول نہیں۔ یہ ایک استثنائی معاملہ ہے جو پیغمبر کے براہ راست مخاطبین کے ساتھ ایک یا دوسری شکل میں اختیار کیا جاتا ہے۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا
رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝
مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي
الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ
بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ
فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ
الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ
رِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝

اور اللہ نے ان سے جو کچھ اپنے رسول کی طرف لوٹایا تو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ اور لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے تسلط دے دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو کچھ اللہ اپنے رسول کو بستیوں والوں کی طرف سے لوٹائے تو وہ اللہ کے لئے ہے اور رسول کے لئے ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔ تاکہ وہ تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔ اور رسول تم کو جو کچھ دے وہ لے لو اور وہ جس چیز سے تم کو روکے اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو، اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ ان مفلس مہاجروں کے لئے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکالے گئے ہیں۔ وہ اللہ کا فضل اور رضامندی چاہتے ہیں۔ اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ سچے ہیں۔ ۸ - ۶

دشمن کا جو مال لڑائی کے بعد ملے وہ غنیمت ہے اور جو مال لڑائی کے بغیر ہاتھ لگے وہ فَیْ ہے۔

غنیمت میں پانچواں حصہ نکالنے کے بعد بقیہ سب لشکر کا حصہ ہے۔ اور فَیْ سب کا سب اسلامی حکومت کی ملکیت ہے جو مصالح عامہ کے لئے خرچ کیا جائے گا۔

اسلام چاہتا ہے کہ مال کسی ایک طبقہ میں محدود ہو کر نہ رہ جائے۔ بلکہ وہ ہر طبقہ کے درمیان پہنچے۔ اسلام میں معاشی جبر نہیں ہے۔ تاہم اس کے معاشی قوانین اس طرح بنائے گئے ہیں کہ دولت مرتکز نہ ہونے پائے۔ وہ ہر طبقہ کے لوگوں میں گردش کرتی رہے۔

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ
لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ
وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۹
وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا
الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ ع
اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۰

اور جو لوگ پہلے سے دار الاسلام (مدینہ) میں قرار پکڑے ہوئے ہیں اور ایمان استوار کئے ہوئے ہیں، جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے وہ محبت کرتے ہیں اور وہ اپنے دلوں میں اس سے تنگی نہیں پاتے جو مہاجرین کو دیا جاتا ہے۔ اور وہ ان کو اپنے اوپر مقدم رکھتے ہیں۔ اگرچہ ان کے اوپر فاقہ ہو۔ اور جو شخص اپنے جی کے لالچ سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب، ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں۔ اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کینہ نہ رکھ، اے ہمارے رب، تو بڑا شفیق اور مہربان ہے۔ ۱۰-۹

ہجرت کے بعد جو مسلمان اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ پہنچے، ان کا مدینہ آنا مدینہ کے باشندوں (انصار) پر ایک بوجھ تھا۔ مگر انھوں نے نہایت خوش دلی کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب اموال آئے تو آپ نے ان کا حصہ مہاجرین کے درمیان تقسیم کیا۔ اس پر بھی انصار مدینہ کے اندر ان کے لئے کوئی رنجش پیدا نہیں ہوئی۔ اس کے بعد بھی وہ ان کے اتنے قدر داں رہے

کہ ان کے حق میں ان کے دل سے بہترین دعائیں نکلتی رہیں ـــــ یہی وہ عالی حوصلگی ہے جو کسی گروہ کو تاریخ ساز گروہ بناتی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ
الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّ
اِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑪ لَئِنْ اُخْرِجُوْا
لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ
الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ⑫

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو نفاق میں مبتلا ہیں۔ وہ اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں جنھوں نے اہل کتاب میں سے کفر کیا ہے، اگر تم نکالے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے۔ اور تمہارے معاملہ میں ہم کسی کی بات نہ مانیں گے۔ اور اگر تم سے لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے۔ اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے۔ اور اگر ان کی مدد کریں گے تو ضرور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے، پھر وہ کہیں مدد نہ پائیں گے۔ ۱۲-۱۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کی جلاوطنی کا اعلان کیا تو منافقین ان کی حمایت پر آگئے۔ انھوں نے بنو نضیر سے کہا کہ تم اپنی جگہ جمے رہو، ہم ہر طرح تمہاری مدد کریں گے۔ مگر منافقین کی یہ باتیں محض ان کو مسلمانوں کے خلاف اکسانے کے لئے تھیں۔ وہ اس پیشکش میں ہرگز مخلص نہ تھے۔ چنانچہ جب مسلمانوں نے بنو نضیر کو گھیر لیا تو منافقین میں سے کوئی بھی ان کی مدد پر نہ آیا ـــــ مفاد پرست گروہ کا ہر زمانہ میں یہی کردار رہا ہے۔

لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ
لَّا يَفْقَهُوْنَ ⑬ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَاۗءِ جُدُرٍ ۭ

بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ ۚ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُونَ ﴿۱۴﴾

بے شک تم لوگوں کا ڈر ان کے دلوں میں اللہ سے زیادہ ہے، یہ اس لئے کہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔ یہ لوگ سب مل کر تم سے کبھی نہیں لڑیں گے۔ مگر حفاظت والی بستیوں میں یا دیواروں کی آڑ میں۔ ان کی لڑائی آپس میں سخت ہے۔ تم ان کو متحد خیال کرتے ہو اور ان کے دل جدا جدا ہو رہے ہیں، یہ اس لئے کہ وہ لوگ عقل نہیں رکھتے۔ ۱۴-۱۳

خدا کی طاقت بظاہر دکھائی نہیں دیتی۔ مگر انسانوں کی طاقت کھلی آنکھ سے نظر آتی ہے۔ اس بنا پر ظاہر پرست لوگوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ سے تو بے خوف رہتے ہیں مگر انسانوں میں اگر کوئی زور آور دکھائی دے تو وہ فوراً اس سے ڈرنے کی ضرورت محسوس کرنے لگتے ہیں ــــ خدا کے بارہ میں ان کی بے شعوری انہیں ان کی دنیا کے بارہ میں بھی بے شعور بنا دیتی ہے۔

ایسے لوگ جن کو صرف منفی مقصد نے متحد کیا ہو وہ زیادہ دیر تک اپنا اتحاد باقی نہیں رکھ پاتے کیوں کہ دیرپا اتحاد کے لئے مثبت بنیاد درکار ہے اور وہ ان کے پاس موجود ہی نہیں۔

كَمَثَلِ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ۖ ذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۵﴾ كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا أَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ﴿۱۷﴾ رکوع ۵

یہ ان لوگوں کی مانند ہیں جو ان سے کچھ ہی پہلے اپنے کئے کا مزہ چکھ چکے ہیں، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ جیسے شیطان جو انسان سے کہتا ہے کہ منکر ہو جا، پھر جب وہ منکر ہو جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں تم سے بری ہوں۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا رب ہے۔ پھر انجام دونوں کا یہ ہوا کہ دونوں دوزخ میں گئے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور ظالموں کی سزا یہی ہے۔ ۱۷-۱۵

مدینہ کے منافقین بنونضیر کو مسلمانوں کے خلاف ابھار رہے تھے۔ انھوں نے اس واقعہ سے سبق نہیں لیا کہ جلد ہی پہلے قریش اور قبیلہ بنو قینقاع ان کے خلاف اٹھے مگر ان کو زبردست شکست ہوئی۔ جو لوگ شیطان کو اپنا مشیر بنائیں ان کا حال ہمیشہ یہی ہوتا ہے۔ وہ واقعات سے نصیحت نہیں لیتے۔ پہلے وہ جوش وخروش کے ساتھ لوگوں کو مجرمانہ افعال پر ابھارتے ہیں۔ پھر جب اس کا بھیانک انجام سامنے آتا ہے تو وہ طرح طرح کے الفاظ بول کر یہ چاہتے ہیں کہ اس کی ذمہ داری سے اپنے آپ کو بری کرلیں۔ مگر اس قسم کی کوششیں ایسے لوگوں کو اللہ کی پکڑ سے بچانے والی ثابت نہیں ہوسکتیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٨﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿١٩﴾ لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۚ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٢٠﴾

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو، اور ہر شخص دیکھے کہ اس نے کل کے لئے کیا بھیجا ہے۔ اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ اور تم ان لوگوں کی طرح نہ بن جاؤ جو اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے ان کو خود ان کی جانوں سے غافل کردیا، یہی لوگ نافرمان ہیں۔ دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہوسکتے۔ جنت والے ہی اصل میں کامیاب ہیں۔ ۲۰-۱۸

انسانی زندگی کو "آج" اور "کل" کے درمیان تقسیم کیا گیا ہے۔ موجودہ دنیا انسان کا آج ہے اور آخرت کی دنیا اس کا کل ہے۔ انسان موجودہ دنیا میں جو کچھ کرے گا اس کا لازمی انجام اس کو آنے والی طویل تر زندگی میں بھگتنا پڑے گا۔

یہی اصل حقیقت ہے اور اسی حقیقت کا دوسرا نام اسلام ہے۔ انسان کی کامیابی اس میں ہے کہ وہ اس حقیقت واقعی کو ہمیشہ ذہن میں رکھے۔ جو شخص اس حقیقت واقعی سے غافل ہوجائے اس کی پوری زندگی غلط ہو کر رہ جائے گی۔ اس معاملہ میں مسلمان اور غیر مسلمان کا کوئی فرق نہیں۔ مسلمانوں کو اس کا فائدہ اسی وقت ملے گا جب کہ واقعۃً وہ اس پر قائم ہوں۔ مسلمان اگر غفلت میں پڑ جائیں تو ان کا انجام بھی وہی ہوگا جو اس سے پہلے غفلت میں پڑنے والے بہود کا ہوا۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ؕ
وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ
لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ
الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ
یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۴﴾ ع

اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر اتارتے تو تم دیکھتے کہ وہ خدا کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا، اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سوچیں۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا، وہ بڑا مہربان ہے۔ نہایت رحم والا ہے۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہ، سب عیبوں سے پاک، سراسر سلامتی، امن دینے والا، نگہبان، غالب، زور آور، عظمت والا، اللہ اس شرک سے پاک ہے جو لوگ کر رہے ہیں۔ وہی اللہ ہے پیدا کرنے والا، وجود میں لانے والا، صورت گری کرنے والا، اسی کے لئے ہیں سارے اچھے نام۔ ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کی تسبیح کر رہی ہے، اور وہ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔ ۲۴ - ۲۱

قرآن اس عظیم حقیقت کا اعلان ہے کہ انسان آزاد نہیں ہے بلکہ اس کو اپنے تمام اعمال کی جواب دہی اللہ کے سامنے کرنی ہے جو انتہائی طاقت ور ہے۔ اور ہر ایک کے اعمال کو بذات خود پوری طرح دیکھ رہا ہے۔ یہ خبر اتنی سنگین ہے کہ پہاڑ تک کو لرزا دینے کے لئے کافی ہے۔ مگر انسان اتنا غافل اور بے حس ہے کہ وہ اس ہولناک خبر کو سن کر بھی نہیں تڑپتا۔

اللہ کے اسماء جو یہاں بیان کئے گئے ہیں وہ ایک طرف اللہ کی ذات کا تعارف ہیں۔ دوسری طرف وہ بتاتے ہیں کہ وہ ہستی کیسی عظیم ہستی ہے جو انسانوں کی خالق ہے اور ان کے اوپر ان کی نگرانی کر رہی ہے۔ اگر آدمی کو واقعۃً اس کا احساس ہو جائے تو وہ اللہ کی حمد و تسبیح میں سراپا غرق ہو جائے گا۔

کائنات اپنی تخلیقی معنویت کی صورت میں خدا کی صفات کا آئینہ ہے۔ وہ خود حمد و تسبیح میں مصروف ہو کر انسان کو بھی حمد و تسبیح کا سبق دیتی ہے۔

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ
بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ
اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ
ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۗ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَيْتُمْ
وَمَاۤ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۱ اِنْ
يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ
وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۲ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ
يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۳

مع عند المتأخرین

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اے ایمان والو، تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم ان سے دوستی کا اظہار کرتے ہو حالانکہ انھوں نے اس حق کا انکار کیا جو تمہارے پاس آیا، وہ رسول کو اور تم کو اس بنا پر جلاوطن کرتے ہیں کہ تم اپنے رب، اللہ پر ایمان لائے ـــــ اگر تم میری راہ میں جہاد اور میری رضامندی کی طلب کے لئے نکلے ہو، تم چھپا کر انھیں دوستی کا پیغام بھیجتے ہو۔ اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم چھپاتے ہو۔ اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو۔ اور جو شخص تم میں سے ایسا کرے گا وہ راہ راست سے بھٹک گیا۔ اگر وہ تم پر قابو پاجائیں تو وہ تمہارے دشمن بن جائیں گے۔ اور اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے تم کو آزار پہنچائیں گے۔ اور چاہیں گے کہ تم بھی کسی طرح منکر ہوجاؤ۔ تمہارے رشتہ دار اور تمہاری اولاد قیامت کے دن تمہارے کام نہ آئیں گے، وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا، اور اللہ دیکھنے والا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ ۳-۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ کی طرف اقدام کرنے کا فیصلہ کیا تو آپ نے اس کا پورا منصوبہ نہایت خاموشی کے ساتھ بنایا تاکہ مکہ والے مقابلہ کی تیاری نہ کرسکیں۔ اس وقت ایک بدری صحابی

حاطب بن ابی بلتعہ نے اس منصوبہ کو ایک خط میں لکھا اور اس کو خفیہ طور پر مکہ والوں کے نام روانہ کر دیا۔ تاکہ مکہ والے ان سے خوش ہو جائیں اور ان کے اہل وعیال کو نہ ستائیں جو مکہ میں مقیم ہیں۔ مگر وحی کے ذریعہ اس کی اطلاع ہوگئی اور قاصد کو راستہ ہی میں پکڑ لیا گیا ـــــ اس قسم کا ہر فعل ایمانی تقاضے کے خلاف ہے۔

جب یہ صورت حال ہو کہ اسلام اور غیر اسلام کے الگ الگ محاذ بن جائیں تو اس وقت اہل اسلام کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ غیر اسلامی محاذ سے دل چسپی کا تعلق توڑ لیں۔ خواہ غیر اسلامی محاذ میں ان کے عزیز اور رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ حق کو ماننا اور حق کا انکار کرنے والوں سے قلبی تعلق رکھنا دو متضاد چیزیں ہیں جو ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ إِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ إِذْ قَالُوْا
لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ
بَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ أَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ
إِلَّا قَوْلَ إِبْرٰهِيْمَ لِأَبِيْهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ
مِنْ شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝۴ رَبَّنَا لَا
تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۵
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ
الْآخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۶ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّجْعَلَ ع ۱ ۷
بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ۝۷

تمہارے لئے ابراہیم اور اس کے ساتھیوں میں اچھا نمونہ ہے، جب کہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم الگ ہیں تم سے اور ان چیزوں سے جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، ہم تمہارے منکر ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے عداوت اور بیزاری ظاہر ہوگئی یہاں تک کہ تم اللہ واحد پر ایمان لاؤ۔ مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے یہ کہنا کہ میں آپ کے لئے معافی مانگوں گا، اور میں آپ کے لئے اللہ کے آگے

کسی بات کا اختیار نہیں رکھتا۔ اے ہمارے رب، ہم نے تیرے اوپر بھروسہ کیا اور ہم تیری طرف رجوع ہوئے اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔ اے ہمارے رب، ہم کو کافروں کے لئے فتنہ نہ بنا، اور اے ہمارے رب، ہم کو بخش دے، بے شک تو زبردست ہے، حکمت والا ہے۔ بے شک تمہارے لئے ان کے اندر اچھا نمونہ ہے، اس شخص کے لئے جو اللہ کا اور آخرت کے دن کا امیدوار ہو۔ اور جو شخص روگردانی کرے گا تو اللہ بے نیاز ہے، تعریفوں والا ہے۔ امید ہے کہ اللہ تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان دوستی پیدا کر دے جن سے تم نے دشمنی کی۔ اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے، اور اللہ بخشنے والا، مہربان ہے۔ ۷-۴

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ابتداءً خیرخواہانہ انداز میں اپنے خاندان کو توحید کا پیغام دیا۔ جب اتمام حجت کے باوجود وہ لوگ منکر بنے رہے تو آپ ان سے بالکل جدا ہو گئے۔ مگر یہ بڑا سخت مرحلہ تھا۔ کیوں کہ اعلان برأت کا مطلب منکرین حق کو یہ دعوت دینا تھا کہ وہ ہر ممکن طریقہ سے اہل ایمان کو ستائیں۔ دلیل کے میدان میں شکست کھانے کے بعد طاقت کے میدان میں اہل ایمان کو ذلیل کریں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد حضرت ابراہیم نے جو دعا کی اس میں خاص طور سے فرمایا کہ —— اے ہمارے رب ہم کو ان ظالموں کے ظلم کا تختۂ مشق نہ بنا۔

عزیزوں اور رشتہ داروں سے اعلان برأت عام معنوں میں اعلان عداوت نہیں ہے۔ یہ داعی کی طرف سے اپنے یقین کا آخری اظہار ہے۔ اس اعتبار سے اس میں بھی ایک دعوتی قدر شامل ہو جاتی ہے چنانچہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو شخص "پیغام" کی زبان سے متاثر نہیں ہوا تھا "یقین" کی زبان اس کو جیتنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۸ اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۹

اللہ تم کو ان لوگوں سے نہیں روکتا جنھوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی۔ اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا کہ تم ان سے بھلائی کرو اور تم ان کے ساتھ انصاف کرو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اللہ بس ان لوگوں سے تم کو منع کرتا ہے جو دین کے معاملہ میں تم سے لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا۔ اور تمہارے نکالنے میں مدد کی کہ تم ان سے دوستی کرو، اور جو ان سے دوستی کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

۹-۸

جہاں تک عدل و انصاف کا تعلق ہے وہ ہر ایک سے کیا جائے گا، خواہ فریق ثانی دشمن ہو یا غیر دشمن۔ مگر دوستی کا تعلق ہر ایک سے درست نہیں۔ دوستی صرف اسی کے ساتھ جائز ہے جو اللہ کا دوست ہو یا کم از کم یہ کہ وہ اللہ کا دشمن نہ ہو۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ
بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ
لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّاۤ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ
عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ
الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ
بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى
الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَاۤ اَنْفَقُوْا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
الَّذِيْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝

اے ایمان والو، جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کرکے آئیں تو تم ان کو جانچ لو، اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ پس اگر تم جان لو کہ وہ مومن ہیں تو ان کو کافروں کی طرف نہ لوٹاؤ۔ نہ وہ عورتیں ان کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ ان عورتوں کے لئے حلال ہیں۔ اور کافر شوہروں نے جو کچھ خرچ کیا وہ ان کو ادا کردو۔ اور تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم ان سے نکاح کرلو جب کہ تم ان کے مہر ان کو ادا کردو۔ اور تم کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رہو۔ اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہے اس کو مانگ لو۔ اور جو کچھ کافروں نے خرچ کیا وہ بھی تم سے مانگ لیں۔ یہ اللہ کا حکم ہے، وہ تمہارے

درمیان فیصلہ کرتا ہے، اور اللہ جاننے والا، حکمت والا ہے۔ اور اگر تمہاری بیویوں کے مہر میں سے کچھ کافروں کی طرف رہ جائے، پھر تمہاری نوبت آئے تو جن کی بیویاں گئی ہیں ان کو ادا کر دو جو کچھ انھوں نے خرچ کیا۔ اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان لائے ہو۔ ۱۱-۱۰

یہاں صلح حدیبیہ کے بعد پیدا شدہ حالات کی روشنی میں اسلام کے بعض ان قوانین کو بتایا گیا ہے جن کا تعلق دار الحرب اور دار الاسلام کے درمیان پیش آنے والے عائلی مسائل سے ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا
يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ
بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ
لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٢﴾

اے نبی جب تمہارے پاس مومن عورتیں اس بات پر بیعت کے لئے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی۔ اور وہ چوری نہ کریں گی۔ اور وہ بدکاری نہ کریں گی۔ اور وہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی۔ اور وہ اپنے ہاتھ اور پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی۔ اور وہ کسی معروف میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لے لو اور ان کے لئے اللہ سے بخشش کی دعا کرو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

---۱۲

اس آیت میں وہ شرطیں بتائی گئی ہیں جن کا اقرار لے کر کسی عورت کو اسلام میں داخل کیا جاتا ہے۔ ان شرطوں میں دو شرط کی حیثیت بنیادی ہے۔ یعنی شرک نہ کرنا اور رسول کی نافرمانی نہ کرنا۔ باقی تمام مذکور اور غیر مذکور تقاضے اپنے آپ ان دو شرطوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوا مِنَ
الْآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ ﴿١٣﴾ الممتحنہ ع ۲ ۸

اے ایمان والو تم ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جن کے اوپر اللہ کا غضب ہوا، وہ آخرت سے ناامید ہو گئے ہیں جس طرح قبروں میں پڑے ہوئے کافر ناامید ہیں۔ ۱۳

آسمانی کتاب کو ماننے والے یہود اور اس کو نہ ماننے والے کافر آخرت کے اعتبار سے ایک سطح پر ہیں۔ کھلے ہوئے کافروں کو امید نہیں ہوتی کہ کوئی شخص دوبارہ اپنی قبر سے اٹھے گا۔ یہی حال ان لوگوں کا بھی ہوتا ہے جو یہود کی طرح ایمان لانے کے بعد غفلت اور بے حسی میں مبتلا ہو گئے ہوں۔ آخرت کا لفظی اقرار کرنے کے باوجود ان کی عملی زندگی ویسی ہی ہو جاتی ہے جیسی کھلے ہوئے منکرین کی زندگی۔

سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝١ يٰۤاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝٢ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا
مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝٣ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ
بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝٤

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اللہ کی تسبیح کرتی ہے ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور وہ غالب ہے حکیم ہے۔ اے ایمان والو، تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ تم ایسی بات کہو جو تم کرو نہیں۔ اللہ تو ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے راستہ میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں گویا وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں ۴-۱

انسان کے سوا جو کائنات ہے اس میں کہیں تضاد نہیں۔ اس دنیا میں لکڑی ہمیشہ لکڑی رہتی ہے۔ اور جو چیز اپنے آپ کو لوہا اور پتھر کے روپ میں ظاہر کرے وہ حقیقی تجربہ میں بھی لوہا اور پتھر ہی ثابت ہوتی ہے۔ انسان کو بھی ایسا ہی بننا چاہئے۔ انسان کے کہنے اور کرنے میں مطابقت ہونی چاہئے، حتی کہ اس وقت بھی جبکہ آدمی کو اپنے کہنے کی یہ قیمت دینی پڑے کہ ہر قسم کی دشواریوں کے باوجود وہ صبر کا پہاڑ بن جائے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اِلَيۡكُمۡ‌ؕ فَلَمَّا زَاغُوۡۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ ۞

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم، تم لوگ کیوں مجھ کو ستاتے ہو، حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ پس جب وہ پھر گئے تو اللہ نے ان کے دلوں کو پھیر دیا۔ اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ ۵

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے درمیان آئے۔ بنی اسرائیل اس وقت ایک زوال یافتہ قوم تھے۔ ان کے اندر یہ حوصلہ باقی نہیں رہا تھا کہ جو کہیں وہی کریں۔ اور جو کریں وہی کہیں۔ چنانچہ ان کا حال یہ تھا کہ وہ حضرت موسیٰ کے ہاتھ پر ایمان کا اقرار بھی کرتے تھے اور اسی کے ساتھ ہر قسم کی بدعہدی اور نافرمانی میں بھی مبتلا رہتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت موسیٰ کے ساتھ اپنے برے سلوک کو جائز ثابت کرنے کے لئے وہ خود حضرت موسیٰ پر جھوٹے جھوٹے الزام لگاتے تھے۔ بائبل میں خروج اور گنتی کے ابواب میں اس کی تفصیل دیکھی جا سکتی ہے۔

عہد کرنے کے بعد عہد کی خلاف ورزی آدمی کو پہلے سے بھی زیادہ حق سے دور کر دیتی ہے۔

وَاِذۡ قَالَ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ يٰبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ
مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوۡرٰٮةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ يَّاۡتِىۡ مِنۡۢ بَعۡدِى
اسۡمُهٗۤ اَحۡمَدُ‌ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ قَالُوۡا هٰذَا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ ۞ وَمَنۡ
اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ وَهُوَ يُدۡعٰٓى اِلَى الۡاِسۡلَامِ‌ؕ وَاللّٰهُ
لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ‏ ۞ يُرِيۡدُوۡنَ لِيُطۡفِـئُوۡا نُوۡرَ اللّٰهِ بِاَفۡوَاهِهِمۡ‌ؕ
وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوۡرِهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡكٰفِرُوۡنَ ۞ هُوَ الَّذِىۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى
وَدِيۡنِ الۡحَـقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ ۞

اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، تصدیق کرنے والا ہوں اس تورات کا جو مجھ سے پہلے سے موجود ہے، اور خوش خبری دینے والا ہوں ایک

رسول کی جو میرے بعد آئے گا، اس کا نام احمد ہوگا۔ پھر جب وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آیا تو انھوں نے کہا، یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالاں کہ وہ اسلام کی طرف بلایا جا رہا ہو، اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنے منھ سے بجھا دیں، حالانکہ اللہ اپنی روشنی کو پورا کرکے رہے گا، خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔ وہی ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ تاکہ اس کو سب دینوں پر غالب کردے خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔ ۶—۹

حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات اس بات کا ثبوت تھے کہ آپ خدا کے پیغمبر ہیں۔ مگر یہود نے ان معجزات کو جادو کا کرشمہ کہہ کر ان کو نظر انداز کر دیا۔ اسی طرح قدیم آسمانی کتابوں میں واضح طور پر پیغمبر آخر الزماں کی پیشگی خبر موجود تھی۔ مگر جب آپ آئے تو یہود اور نصاریٰ دونوں نے آپ کا انکار کر دیا۔ انسان اتنا ظالم ہے کہ وہ کھلی کھلی حقیقتوں کا اعتراف کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتا۔

اس آیت میں غلبہ سے مراد فکری غلبہ ہے۔ یعنی خدا اور مذہب کے بارہ میں جتنے غیر موحدانہ عقائد دنیا میں ہیں ان کو زیر کرکے توحید کے عقیدہ کو غالب فکر کی حیثیت دے دی جائے۔ بقیہ تمام عقائد ہمیشہ کے لئے فکری طور پر مغلوب ہو کر رہ جائیں۔ قرآن میں یہ پیشین گوئی انتہائی ناموافق حالات میں ۳ھ میں نازل ہوئی تھی۔ مگر بعد کو وہ حرف بحرف پوری ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝١٠
تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ۚ
ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝١١ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ
الْعَظِيمُ ۝١٢ وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا ۖ نَصْرٌ مِنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۗ وَبَشِّرِ
الْمُؤْمِنِينَ ۝١٣

اے ایمان والو، کیا میں تم کو ایک ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے۔ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کرو، یہ تمہارے لئے

بہتر ہے اگر تم جانو۔ اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اور عمدہ مکانوں میں جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہوں گے، یہ ہے بڑی کامیابی اور ایک اور چیز بھی جس کی تم تمنا رکھتے ہو، اللہ کی مدد اور فتح جلدی، اور مومنوں کو بشارت دے دو۔

۱۳-۱۰

تجارت میں آدمی پہلے دیتا ہے، اس کے بعد اس کو واپس ملتا ہے۔ دین کی جدوجہد میں بھی آدمی کو اپنی قوت اور اپنا مال دینا پڑتا ہے۔ اس اعتبار سے یہ بھی ایک قسم کی تجارت ہے۔ البتہ دنیوی تجارت کا نفع صرف دنیا میں ملتا ہے اور دین کی تجارت کا نفع مزید اضافہ کے ساتھ دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں بھی۔ پھر اسی "تجارت" سے غلبہ کی راہ بھی کھلتی ہے جو موجودہ دنیا میں کسی گروہ کو باعزت زندگی حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ ۖ فَآمَنَت طَّائِفَةٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَت طَّائِفَةٌ ۖ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ﴿١٤﴾ ع ۱۰

اے ایمان والو، تم اللہ کے مددگار بنو، جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا، کون اللہ کے واسطے میرا مددگار ہوتا ہے۔ حواریوں نے کہا ہم ہیں اللہ کے مددگار، پس بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ ایمان لائے اور کچھ لوگوں نے انکار کیا۔ پھر ہم نے ایمان لانے والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد کی، پس وہ غالب ہو گئے۔ ۱۴

یہود کی اکثریت نے اگرچہ حضرت مسیح علیہ السلام کو رد کر دیا مگر ان میں سے کچھ لوگ (حوارین) ایسے تھے جنھوں نے پورے اخلاص اور وفاداری کے ساتھ آپ کا ساتھ دیا۔ اور آپ کے پیغمبرانہ مشن کو آگے بڑھایا۔ یہی چند لوگ اللہ کی نظر میں مومن قرار پائے اور بقیہ تمام یہود پچھلے پیغمبروں کو ماننے کے باوجود کافر قرار پا گئے۔

یہاں جس غلبہ کا ذکر ہے وہ فی الجملہ مومنین مسیح کا فی الجملہ منکرین مسیح پر غلبہ ہے۔ حضرت مسیح

کے بعد رومی شہنشاہ قسطنطین دوم (۲۷۲-۳۳۷ء) نے نصرانیت قبول کر لی جس کی سلطنت شام و فلسطین تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے بعد رومی رعایا بہت بڑی تعداد میں عیسائی ہو گئی۔ چنانچہ یہود ان کے محکوم ہو گئے۔ موجودہ زمانہ میں بھی یہودیوں کی حکومت اسرائیل ہر اعتبار سے عیسائیوں کے ماتحت ہے۔

سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ①
هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَ
يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ② وَّاٰخَرِيْنَ
مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۗ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ③ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ
يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ④

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اللہ کی تسبیح کر رہی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے ــــ جو بادشاہ ہے، پاک ہے، زبردست ہے، حکمت والا ہے۔ وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول انھیں میں سے اٹھایا، وہ ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے۔ اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، اور وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ اور دوسروں کے لئے بھی ان میں سے جو ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے، اور وہ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ ۴-۱

انسان کی ہدایت کے لئے رسول بھیجنا خدا کی انھیں صفات کا انسانی سطح پر ظہور ہے جن صفات کا ظہور مادی اعتبار سے کائنات کی سطح پر ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور اسی طرح دوسرے پیغمبروں کا کام خاص طور پر دو رہا ہے۔ ایک، خدا کی وحی کو لوگوں تک پہنچانا۔ دوسرے، لوگوں کے شعور کو بیدار کرنا تاکہ وہ خدائی باتوں کو سمجھیں اور اپنی حقیقی زندگی کے ساتھ ان کو مربوط کر سکیں۔ یہی

دوکام آئندہ بھی دعوت و اصلاح کی جدوجہد میں مطلوب رہیں گے۔ یعنی تعلیم قرآن اور ذہنی تربیت۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ
بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝
قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَاۗءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ
فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ
اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ
فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ
ع ۸ ۱۱ تَعْمَلُوْنَ ۝

جن لوگوں کو تورات کا حامل بنایا گیا پھر انھوں نے اس کو نہ اٹھایا، ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو کتابوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہو۔ کیا ہی بری مثال ہے ان لوگوں کی جنھوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا، اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ کہو کہ اے یہودیو، اگر تمہارا گمان ہے کہ تم دوسروں کے مقابل میں اللہ کے محبوب ہو تو تم موت کی تمنا کرو، اگر تم سچے ہو۔ اور وہ کبھی اس کی تمنا نہ کریں گے ان کاموں کی وجہ سے جن کو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں۔ اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ کہو کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تمہیں آکر رہے گی، پھر تم پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے کے پاس لے جائے جاؤ گے، پھر وہ تم کو بتا دے گا جو تم کرتے رہے ہو۔ ۸ ـ ۵

خدا کی کتاب جب کسی قوم کو دی جاتی ہے تو اس لئے دی جاتی ہے کہ وہ اس کو اپنے اندر اتارے اور اس کو اپنی زندگی میں اپنائے۔ مگر جو قوم اس معنی میں کتاب آسمانی کی حامل نہ بن سکے اس کی مثال اس گدھے کی سی ہوگی جس کے اوپر علمی کتابیں لدی ہوئی ہوں اور اس کو کچھ خبر نہ ہو کہ اس کے اوپر کیا ہے۔

یہود نے اگرچہ عملی طور پر خدا کے دین کو چھوڑ رکھا تھا، اس کے باوجود وہ اس کو اپنے قومی

فخر کا نشان بنائے ہوئے تھے۔ مگر اس قسم کا فخر کسی کے کچھ کام آنے والا نہیں۔ ایسا فخر ہمیشہ جھوٹا فخر ہوتا ہے۔ اور اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ آدمی جس دین کو اپنے فخر کا سامان بنائے ہوئے ہوتا ہے اس کے لئے وہ قربانی دینے کو تیار نہیں ہوتا۔ تاہم جب موت آئے گی تو ایسے لوگ جان لیں گے کہ دنیا میں وہ جس فخر پر جی رہے تھے وہ آخرت میں انھیں ذلت کے سوا اور کچھ دینے والا نہیں۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَوٰةِ مِن يَوۡمِ ٱلۡجُمُعَةِ فَٱسۡعَوۡاْ إِلَىٰ ذِكۡرِ
ٱللَّهِ وَذَرُواْ ٱلۡبَيۡعَۚ ذَٰلِكُمۡ خَيۡرٞ لَّكُمۡ إِن كُنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ۝٩ فَإِذَا قُضِيَتِ
ٱلصَّلَوٰةُ فَٱنتَشِرُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَٱبۡتَغُواْ مِن فَضۡلِ ٱللَّهِ وَٱذۡكُرُواْ ٱللَّهَ
كَثِيرٗا لَّعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ ۝١٠ وَإِذَا رَأَوۡاْ تِجَٰرَةً أَوۡ لَهۡوًا ٱنفَضُّوٓاْ إِلَيۡهَا
وَتَرَكُوكَ قَآئِمٗاۚ قُلۡ مَا عِندَ ٱللَّهِ خَيۡرٞ مِّنَ ٱللَّهۡوِ وَمِنَ ٱلتِّجَٰرَةِۚ وَٱللَّهُ
خَيۡرُ ٱلرَّٰزِقِينَ ۝١١ ع ۲ ۱۲

اے ایمان والو، جب جمعہ کے دن کی نماز کے لئے پکارا جائے تو اللہ کی یاد کی طرف چل پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔ پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو، اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اور جب وہ کوئی تجارت یا کھیل تماشہ دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔ اور تم کو کھڑا ہوا چھوڑ دیتے ہیں، کہو کہ جو اللہ کے پاس ہے وہ کھیل تماشے اور تجارت سے بہتر ہے، اور اللہ بہترین رزق دینے والا ہے۔ ۱۱ - ۹

دنیا میں آدمی بیک وقت دو تقاضوں کے درمیان ہوتا ہے۔ ایک معاش کا تقاضا، اور دوسرے دین کا تقاضا۔ ان میں سے ہر تقاضا ضروری ہے۔ البتہ ان کے درمیان اس طرح تقسیم ہونی چاہئے کہ معاشی سرگرمیاں دینی تقاضے کے ماتحت ہوں۔ آدمی کو اجازت ہے کہ وہ جائز حدود میں معاش کے لئے دوڑ دھوپ کرے۔ مگر یہ ضروری ہے کہ اس کو جو معاشی کامیابی حاصل ہو اس کو وہ سراسر اللہ کا فضل سمجھے۔ نیز معاشی سرگرمی کے دوران برابر اللہ کو یاد کرتا رہے۔ اسی کے ساتھ اس کو ہمیشہ تیار رہنا چاہئے کہ جب بھی دین کے کسی تقاضے کے لئے پکارا جائے تو اس وقت وہ ہر دوسرے کام کو چھوڑ کر دین کے کام کی طرف

دوڑ پڑے۔

مدینہ میں ایک بار عین جمعہ کے خطبہ کے وقت کچھ لوگ اٹھ کر بازار چلے گئے۔ اس پر مذکورہ آیتیں اتریں۔ اس حکم کا تعلق اگرچہ براہ راست طور پر جمعہ سے ہے مگر بالواسطہ طور پر ہر دینی کام سے ہے۔ جب بھی کسی خاص دینی مقصد کے لئے لوگوں کو جمع کیا جائے تو امیر کی اجازت کے بغیر اٹھ کر چلے جانا سخت محرومی کی بات ہے۔

سُوۡرَةُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اِحۡدٰى عَشۡرَةَ اٰيَةً وَّفِيۡهَا رُكُوۡعَانِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝

وقف لازم

اِذَا جَآءَكَ الۡمُنٰفِقُوۡنَ قَالُوۡا نَشۡهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوۡلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ اِنَّكَ
لَرَسُوۡلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشۡهَدُ اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ لَكٰذِبُوۡنَ ۝۱ اِتَّخَذُوۡۤا اَيۡمَانَهُمۡ جُنَّةً
فَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمۡ سَآءَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۝۲ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا
ثُمَّ كَفَرُوۡا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ فَهُمۡ لَا يَفۡقَهُوۡنَ ۝۳

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

جب منافق تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بے شک اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک تم اس کے رسول ہو، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین جھوٹے ہیں۔ انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے، پھر وہ روکتے ہیں اللہ کی راہ سے، بے شک نہایت برا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔ یہ اس سبب سے ہے کہ وہ ایمان لائے پھر انھوں نے کفر کیا، پھر ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی، پس وہ نہیں سمجھتے۔ ۳-۱

یہ کسی آدمی کے نفاق کی علامت ہے کہ وہ بڑی بڑی باتیں کرے۔ اور قسم کھا کر اپنی بات کا یقین دلائے۔ مخلص آدمی اللہ کے خوف سے دبا ہوا ہوتا ہے۔ وہ زبان سے زیادہ دل سے بولتا ہے۔ منافق آدمی صرف انسان کو اپنی آواز سنانے کا مشتاق ہوتا ہے۔ اور مخلص آدمی خدا کو سنانے کا۔

جب ایک شخص ایمان لاتا ہے تو وہ ایک سنجیدہ عہد کرتا ہے۔ اس کے بعد زندگی کے عملی مواقع آتے ہیں، جہاں ضرورت ہوتی ہے کہ وہ اس عہد کے مطابق عمل کرے۔ اب جو شخص ایسے مواقع پر اپنے دل

کی آواز کو سن کر عہد کے تقاضے پورے کرے گا۔ اس نے اپنے عہد ایمان کو پختہ کیا۔ اس کے برعکس جس کا یہ حال ہو کہ اس کے دل نے آواز دی مگر اس نے دل کی آواز کو نظر انداز کر کے عہد کے خلاف عمل کیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ دھیرے دھیرے اپنے عہد ایمان کے معاملہ میں بے حس ہو جائے گا — یہی مطلب ہے دل پر مہر کرنے کا۔

وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ ۖ وَإِن يَقُولُوا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۖ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۖ يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۚ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۖ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٤﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُم مُّسْتَكْبِرُونَ ﴿٥﴾ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٦﴾

اور جب تم انھیں دیکھو تو ان کے جسم تم کو اچھے لگتے ہیں، اور اگر وہ بات کرتے ہیں تو تم ان کی بات سنتے ہو، گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں ٹیک لگائی ہوئی۔ وہ ہر زور کی آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں۔ یہی لوگ دشمن ہیں، پس ان سے بچو۔ اللہ ان کو ہلاک کرے، وہ کہاں پھرے جاتے ہیں۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ، اللہ کا رسول تمہارے لئے استغفار کرے تو وہ اپنا سر پھیر لیتے ہیں۔ اور تم ان کو دیکھو گے کہ وہ تکبر کرتے ہوئے بے رخی کرتے ہیں۔ ان کے لئے یکساں ہے، تم ان کے لئے مغفرت کی دعا کرو یا مغفرت کی دعا نہ کرو، اللہ ہرگز ان کو معاف نہ کرے گا۔ اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ ۴-۶

منافق آدمی مصلحت پرستی کے ذریعہ اپنے مفادات کو محفوظ رکھتا ہے۔ وہ حق ناحق کی بحث میں نہیں پڑتا، اس لئے ہر ایک سے اس کا بناؤ رہتا ہے۔ اس کی زندگی غم سے خالی ہوتی ہے۔ یہ چیزیں اس کے جسم کو فربہ بنا دیتی ہیں۔ وہ لوگوں کے مزاج کی رعایت کر کے بولتا ہے۔ اس لئے اس کی باتوں میں ہر ایک اپنے لئے دل چسپی کا سامان پا لیتا ہے۔ مگر یہ بظاہر ہرے بھرے درخت حقیقۃً صرف سوکھی لکڑیاں ہوتے ہیں جن میں کوئی زندگی نہ ہو۔ وہ اندر سے بزدل ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک ان کا دنیوی مفاد ہر دینی مفاد سے زیادہ اہم ہوتا ہے۔ ایسے لوگ ایمان کے بلند بانگ مدعی ہونے کے باوجود خدا کی ہدایت

سے یکسر محروم ہیں۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ
خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۞ يَقُوْلُوْنَ
لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ
لِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۞ ع

یہی ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ کے پاس ہیں ان پر خرچ مت کرو یہاں تک کہ وہ منتشر ہو جائیں اور آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے ہیں لیکن منافقین نہیں سمجھتے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ لوٹے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال دے گا۔ حالانکہ عزت اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور مومنین کے لئے ہے، مگر منافقین نہیں جانتے۔ ۸ ـ ۷

قدیم مدینہ میں دو قسم کے مسلمان تھے۔ ایک مہاجر اور دوسرے انصار۔ مہاجرین مکہ سے بے وطن ہو کر آئے تھے۔ ان کا سب سے بڑا ظاہری سہارا مقامی مسلمان (انصار) تھے۔ اس بنا پر دنیا پرست لوگوں کو مہاجر بے عزت دکھائی دیتے تھے اور انصار ان کی نظر میں باعزت لوگ تھے۔ حتیٰ کہ ایک موقع پر عبداللہ بن ابی نے صاف طور پر کہہ دیا کہ ان مہاجرین کی حقیقت کیا ہے۔ اگر ہم ان کو اپنی بستی سے نکال دیں تو دنیا میں کہیں ان کو ٹھکانا نہ ملے۔

اس قسم کے الفاظ اسی شخص کی زبان سے نکل سکتے ہیں جو اس حقیقت سے بے خبر ہو کہ اس دنیا میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے۔ وہی جس کو چاہے دے اور وہی جس سے چاہے چھین لے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ
مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۞ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ
اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ
فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۞ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ

وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱﴾ ع ۲ ۱۴

اے ایمان والو، تمہارے مال اور تمہاری اولاد تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائیں، اور جو ایسا کرے گا تو وہی گھاٹے میں پڑنے والے لوگ ہیں۔ اور ہم نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آجائے، پھر وہ کہے کہ اے میرے رب، تو نے مجھے کچھ اور مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا۔ اور اللہ ہرگز کسی جان کو مہلت نہیں دیتا جب کہ اس کی میعاد آجائے، اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ۱۱-۹

ہر آدمی کے لئے سب سے بڑا مسئلہ آخرت کا مسئلہ ہے۔ مگر مال اور اولاد انسان کو اس سب سے بڑے مسئلے سے غافل کر دیتے ہیں۔ انسان کو جاننا چاہئے کہ مال اور اولاد مقصد نہیں بلکہ ذریعہ ہیں۔ وہ اس لئے کسی کو دئے جاتے ہیں کہ وہ ان کو اللہ کے کام میں لگائے۔ وہ ان کو اپنی آخرت بنانے میں استعمال کرے مگر نادان آدمی ان کو بذات خود مقصود سمجھ لیتا ہے۔ ایسے لوگ جب اپنے آخری انجام کو پہنچیں گے تو وہاں ان کے لئے حسرت و افسوس کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔

سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَ
هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ
مُّؤْمِنٌ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ
صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۳﴾ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ
الصُّدُوْرِ ﴿۴﴾

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اللہ کی تسبیح کر رہی ہے ہر چیز جو آسمانوں میں ہے اور ہر چیز جو زمین میں ہے۔ اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور کوئی مومن، اور اللہ دیکھ رہا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر پیدا کیا اور اس نے تمہاری صورت بنائی تو نہایت اچھی صورت بنائی، اور اسی کی طرف ہے لوٹنا۔ وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔ اور اللہ دلوں تک کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ ۴-۱

"کائنات اللہ کی تسبیح کر رہی ہے" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے جس حقیقت کو قرآن میں کھولا ہے، کائنات سراپا اس کی تصدیق بنی ہوئی ہے، وہ زبان حال سے حمد و ستائش کی حد تک اس کی تائید کر رہی ہے۔ اس دوطرفہ اعلان کے باوجود جو لوگ مومن نہ بنیں انھیں اس کے بعد تیسرے اعلان کا انتظار کرنا چاہئے جب کہ تمام لوگ خدا کے یہاں جمع کئے جائیں گے تاکہ خود مالک کائنات کی زبان سے اپنے بارہ میں آخری فیصلہ کو سنیں۔

أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ فَذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُ كَانَت تَّأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالُوا أَبَشَرٌ يَهْدُونَنَا فَكَفَرُوا وَتَوَلَّوا ۚ وَّاسْتَغْنَى اللَّهُ ۚ وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝

کیا تم کو ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جنھوں نے اس سے پہلے انکار کیا، پھر انھوں نے اپنے کئے کا وبال چکھا اور ان کے لئے ایک دردناک عذاب ہے۔ یہ اس لئے کہ ان کے پاس ان کے رسول کھلی دلیلوں کے ساتھ آئے، تو انھوں نے کہا کہ کیا انسان ہماری رہنمائی کریں گے۔ پس انھوں نے انکار کیا اور منھ پھیر لیا، اور اللہ ان سے بے پروا ہو گیا، اور اللہ بے نیاز ہے، تعریف والا ہے۔ ۶-۵

قدیم زمانہ میں رسولوں کے ذریعہ جو تاریخ بنی وہ انسانوں کے لئے مستقل نمونہ عبرت ہے۔ مثلاً عاد اور ثمود اور اہل مدین اور قوم لوط وغیرہ کے درمیان پیغمبر آئے۔ ان پیغمبروں کے پاس اپنی صداقت بتانے

کے لئے کوئی غیر بشری کمال نہ تھا، بلکہ صرف دلیل تھی۔ دلیل کی سطح پر انکار نے ان قوموں کو عذاب کا مستحق بنادیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس دنیا میں آدمی کا امتحان یہ ہے کہ وہ دلیل کی سطح پر حق کو پہچانے۔ جو شخص دلیل کی سطح پر حق کو پہچاننے میں ناکام رہے وہ ہمیشہ کے لئے حق سے محروم ہو کر رہ جائے گا۔

زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَن لَّن يُبْعَثُوا ۚ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا
عَمِلْتُمْ ۚ وَذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝٧ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنزَلْنَا ۚ
وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝٨ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ۖ ذَٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۗ وَ
مَن يُؤْمِن بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ
تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝٩
وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ وَبِئْسَ
الْمَصِيرُ ۝١٠ ع ١٥

انکار کرنے والوں نے دعویٰ کیا کہ وہ ہرگز دوبارہ اٹھائے نہ جائیں گے، کہو کہ ہاں، میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے، پھر تم کو بتایا جائے گا جو کچھ تم نے کیا ہے، اور یہ اللہ کے لئے بہت آسان ہے پس اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے اتارا ہے۔ اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ جس دن وہ تم سب کو ایک جمع ہونے کے دن جمع کرے گا، یہی دن ہار جیت کا دن ہوگا، اور جو شخص اللہ پر ایمان لایا ہوگا اور اس نے نیک عمل کیا ہوگا، اللہ اس کے گناہ اس سے دور کر دے گا اور اس کو باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہی ہے بڑی کامیابی۔ اور جن لوگوں نے انکار کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی آگ والے ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے، اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

لوگ دنیا کو ہار جیت (تغابن) کی جگہ سمجھتے ہیں۔ کسی شخص کو یہاں کامیابی مل جائے تو وہ خوش ہوتا ہے۔ اور جو شخص یہاں ناکامی سے دوچار ہو وہ لوگوں کی نظر میں حقیر بن کر رہ جاتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا کی ہار بھی بے قیمت ہے اور یہاں کی جیت بھی بے قیمت۔

ہار جیت کا اصل مقام آخرت ہے۔ ہارنے والا وہ ہے جو آخرت میں ہارے اور جیتنے والا وہ ہے جو آخرت میں جیتے۔ اور وہاں کی ہار جیت کا معیار بالکل مختلف ہے۔ دنیا میں ہار جیت ظاہری مادیات کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ اور آخرت کی ہار جیت خدائی اخلاقیات کی بنیاد پر ہوگی۔ اس وقت دیکھنے والے یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ یہاں سارا معاملہ بالکل بدل گیا ہے۔ جس پانے کو لوگ پانا سمجھ رہے تھے وہ دراصل کھونا تھا، اور جس کھونے کو لوگوں نے کھونا سمجھ رکھا تھا وہی دراصل وہ چیز تھی جس کو پانا کہا جائے۔ اسی دن کی ہار ہار ہے اور اسی دن کی جیت جیت۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

جو مصیبت بھی آتی ہے اللہ کے اذن سے آتی ہے۔ اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے اللہ اس کے دل کو راہ دکھاتا ہے، اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ اور تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر تم اعراض کروگے تو ہمارے رسول پر بس صاف صاف پہنچا دینا ہے۔ اللہ، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، اور ایمان لانے والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ ۱۳-۱۱

کوئی مصیبت اپنے آپ نہیں آتی، ہر مصیبت خدا کی طرف سے آتی ہے۔ اور اس لئے آتی ہے کہ اس کے ذریعہ سے انسان کو ہدایت عطا کی جائے۔ مصیبت آدمی کے دل کو نرم کرتی ہے۔ اور اس کی سوئی ہوئی نفسیات میں ہلچل پیدا کرتی ہے۔ مصیبت کے جھٹکے آدمی کے ذہن کو جگانے کا کام کرتے ہیں۔ اگر آدمی اپنے آپ کو منفی ردعمل سے بچائے تو مصیبت اس کے لئے بہترین ربانی معلم بن جائے گی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَ اِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَ

أَطِيعُوا وَأَنفِقُوا خَيْرًا لِّأَنفُسِكُمْ ۗ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٦﴾
إِن تُقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٧﴾
عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٨﴾ ع ٨ ١٦

اے ایمان والو، تمہاری بعض بیویاں اور بعض اولاد تمہارے دشمن ہیں، پس تم ان سے ہوشیار رہو، اور اگر تم معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش کی چیز ہیں، اور اللہ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔ پس تم اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے۔ اور سنو اور مانو اور خرچ کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے، اور جو شخص دل کی تنگی سے محفوظ رہا تو ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اگر تم اللہ کو اچھا قرض دوگے تو وہ اس کو تمہارے لئے کئی گنا بڑھا دے گا اور تم کو بخش دے گا، اور اللہ قدر داں ہے، بردبار ہے۔ غائب اور حاضر کو جاننے والا ہے، زبردست ہے، حکیم ہے۔ ۱۴-۱۸

انسان کو سب سے زیادہ تعلق اپنی اولاد سے ہوتا ہے۔ آدمی ہر دوسرے معاملے میں اصول کی باتیں کرتا ہے مگر جب اپنی اولاد کا معاملہ آتا ہے تو وہ بے اصول بن جاتا ہے۔ اسی لئے حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ اولاد کسی آدمی کو بزدلی اور بخل پر مجبور کرنے والے ہیں (الولد مجبنة مبخلة) اسی طرح ایک اور حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا، پھر کہا جائے گا کہ اس کے بیوی بچے اس کی نیکیاں کھا گئے (یؤتی برجل یوم القیامة فیقال اکل عیاله حسناته)

انسان اپنے بچوں کی خاطر اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا۔ حالانکہ اگر وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو مختلف شکلوں میں اللہ اس کی طرف اس سے بہت زیادہ لوٹائے گا جتنا اس نے اللہ کی راہ میں دیا تھا۔

سُورَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ‏ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ‏ اثْنَتَا عَشْرَةَ آيَةً وَفِيهَا رُكُوعَانِ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ ۖ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِن بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَن يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۚ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ

ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۝۱ فَاِذَا بَلَغْنَ
اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّ اَشْهِدُوْا ذَوَیْ
عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَ اَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ
وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ۬ وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝۲ وَّ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ
لَا یَحْتَسِبُ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَی اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ
جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ۝۳

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اے پیغمبر، جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت پر طلاق دو اور عدت کو گنتے رہو، اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔ ان عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں، اِلّا یہ کہ وہ کوئی کھلی بے حیائی کریں، اور یہ اللہ کی حدیں ہیں، اور جو شخص اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا تو اس نے اپنے اوپر ظلم کیا، تم نہیں جانتے شاید اللہ اس طلاق کے بعد کوئی نئی صورت پیدا کر دے۔ پھر جب وہ اپنی مدت کو پہنچ جائیں تو ان کو یا تو معروف کے مطابق رکھ لو یا معروف کے مطابق ان کو چھوڑ دو اور اپنے میں سے دو معتبر گواہ کر لو اور ٹھیک اللہ کے لئے گواہی دو۔ یہ اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو۔ اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کے لئے راہ نکالے گا، اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ گیا ہو، اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے گا تو اللہ اس کے لئے کافی ہے، بے شک اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے، اللہ نے ہر چیز کے لئے ایک اندازہ ٹھہرا رکھا ہے۔ ۳-۱

اسلام میں استثنائی طور پر طلاق کی اجازت دی گئی ہے۔ تاہم اس کا ایک طریق کار مقرر کیا گیا ہے جو خاص وقفہ کے درمیان پورا ہوتا ہے۔ اس طرح طلاق کے عمل کو کچھ حدود کا پابند کر دیا گیا ہے۔ ان حدود کا مقصد یہ ہے کہ فریقین کے درمیان آخر وقت تک واپسی کا موقع باقی رہے۔ اور طلاق کا واقعہ کسی قسم کے خاندانی یا سماجی فساد کا ذریعہ نہ بنے ——— وہی طلاق اسلامی طلاق ہے جس کے پورے عمل کے دوران خدا کے خوف کی روح جاری وساری رہے۔

وَالّٰٓـِٔيْ يَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ
اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ۭ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۭ وَ
مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ ۭ وَمَنْ
يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ۝

اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں، اگر تم کو شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینہ ہے۔ اور اسی طرح ان کی بھی جن کو حیض نہیں آیا، اور حاملہ عورتوں کی عدت اس حمل کا پیدا ہو جانا ہے، اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کے لئے اس کے کام میں آسانی کر دے گا۔ یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف اتارا ہے، اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے گناہ اس سے دور کر دے گا اور اس کو بڑا اجر دے گا۔ ۵-۴

شریعت نے طلاق اور دوسرے معاملات میں انسان کو کچھ ضوابط کا پابند کیا ہے۔ یہ ضوابط بظاہر انسان کی آزادانہ طبیعت کے لئے رکاوٹ ہیں۔ مگر حقیقت کے اعتبار سے یہ نعمت ہیں۔ ان ضوابط کا یہ فائدہ ہے کہ آدمی بہت سے غیر ضروری نقصانات سے بچ جاتا ہے۔ مزید یہ کہ اس دنیا کا نظام اس طرح بنا ہے کہ یہاں ہر نقصان کی تلافی کسی نہ کسی طرح کی جاتی ہے۔ تاہم یہ تلافی صرف اس شخص کے حصہ میں آتی ہے جو فطرت کے دائرہ سے باہر نہ جائے۔

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا
عَلَيْهِنَّ ۭ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ
فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ
تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ۝ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَمَنْ
قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۭ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ
اٰتٰىهَا ۭ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝ ع

تم ان عورتوں کو اپنی وسعت کے مطابق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو اور ان کو تنگ کرنے کے لئے انھیں تکلیف نہ پہنچاؤ، اور اگر وہ حمل والیاں ہوں تو ان پر خرچ کرو یہاں تک کہ ان کا وضع حمل ہو جائے۔ پھر اگر وہ تمہارے لئے دودھ پلائیں تو ان کی اجرت انھیں دو۔ اور تم آپس میں ایک دوسرے کو نیکی سکھاؤ۔ اور اگر تم آپس میں ضد کرو تو کوئی اور عورت دودھ پلائے گی۔ چاہئے کہ وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جس کی آمدنی کم ہو اس کو چاہئے کہ اللہ نے جتنا اس کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرے۔ اللہ کسی پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اتنا ہی جتنا اس کو دیا ہے، اللہ سختی کے بعد جلد ہی آسانی پیدا کر دے گا۔

۶-۷ ______

اسلام میں یہ مطلوب ہے کہ آدمی معاملات میں فریق ثانی کے ساتھ فراخ دلی کا طریقہ اختیار کرے۔ وہ صبر کے ساتھ خلاف مزاج باتوں کو سہے۔ ناگواریوں کے باوجود دوسرے کا حق ادا کرے۔ جب آدمی ایسا کرتا ہے تو وہ صرف فریق ثانی کے لئے اچھا نہیں کرتا بلکہ خود اپنے لئے بھی اچھا کرتا ہے۔ اس طرح وہ اپنے اندر حقیقت پسندی کا مزاج پیدا کرتا ہے اور حقیقت پسندی کا مزاج بلاشبہ اس دنیا میں کامیابی کا سب سے بڑا زینہ ہے۔

وَكَأَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا
شَدِيدًا وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۸ فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا
خُسْرًا ۹ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فَاتَّقُوا اللَّهَ يٰأُولِي الْأَلْبَابِ
الَّذِينَ آمَنُوا قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۱۰ رَّسُولًا يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيٰتِ اللَّهِ
مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّورِ وَ
مَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ
خٰلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ رِزْقًا ۱۱

مع عند المتقدمین ۱۲

اور بہت سی بستیاں ہیں جنھوں نے اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی، پس ہم نے ان کا سخت حساب کیا اور ہم نے ان کو ہولناک سزا دی۔ پس انھوں نے اپنے کئے کا وبال چکھا اور ان کا انجام کار خسارہ ہوا۔ اللہ نے ان کے لئے ایک سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ پس اللہ سے ڈرو، اے عقل والو جو کہ ایمان لائے

ہو۔ اللہ نے تمہاری طرف ایک نصیحت اتاری ہے، ایک رسول جو تم کو اللہ کی کھلی کھلی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے۔ تاکہ ان لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیا۔ اور جو شخص اللہ پر ایمان لایا اور نیک عمل کیا اس کو وہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ نے اس کو بہت اچھی روزی دی۔ ۱۱-۸

تاکہ اہل ایمان کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں لے آئے —— اس موقع پر یہ بات عائلی قانون کے بارہ میں ہے۔ قدیم زمانہ میں ساری دنیا میں توہمات کا غلبہ تھا۔ طرح طرح کے توہماتی عقائد نے مرد اور عورت کے تعلقات کو غیر فطری بنیادوں پر قائم کر رکھا تھا۔ قرآن نے ان توہمات کو ختم کیا اور دوبارہ مرد اور عورت کے تعلقات کو فطرت کی بنیاد پر قائم کیا۔ اس انتظام کے بعد بھی جو لوگ اصلاحی راستہ کو اختیار نہ کریں ان کے لئے خدا کی دنیا میں گھاٹے کے سوا اور کچھ نہیں۔

"عقل والو اللہ سے ڈرو" کا فقرہ بتاتا ہے کہ تقویٰ کا سرچشمہ عقل ہے۔ آدمی اپنے عقل و شعور کو کام میں لاکر ہی اس درجہ کو حاصل کرتا ہے جس کو شریعت میں تقویٰ کہا گیا ہے۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ
ع ۲ ۱۸ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿١٢﴾

اللہ ہی ہے جس نے بنائے سات آسمان اور انھیں کی طرح زمین بھی۔ ان کے اندر اس کا حکم اترتا ہے، تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اللہ نے اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔ ۱۲

ومن الارض مثلهن سے مراد اگر سات زمینیں ہیں تو علم الافلاک ابھی تک اس تعداد کو دریافت نہیں کر سکا ہے۔ انسانی معلومات کے مطابق، تادم تحریر، موجودہ زمین ساری کائنات میں ایک استثناء ہے۔ اس لئے یہ اللہ کو معلوم ہے کہ اس آیت کا واقعی مطلب کیا ہے۔

"تاکہ تم جانو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے اللہ کو انسان سے اصلاً جو چیز مطلوب ہے وہ "علم" ہے، یعنی ذات خداوندی کا شعور۔ کائنات کا عظیم کارخانہ اس لئے بنایا گیا ہے کہ انسان اس کے ذریعہ خالق کو پہچانے، وہ اس کے ذریعہ خدا کی بے پایاں قدرت کی معرفت حاصل کرے (۱۹ جون ۱۹۸۶)

سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِثْنَتَا عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ۝١ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ
الْحَكِيْمُ ۝٢

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اے نبی تم کیوں اس چیز کو حرام کرتے ہو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہے، اپنی بیویوں کی رضامندی چاہنے کے لئے، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اللہ نے تم لوگوں کے لئے تمہاری قسموں کا کھولنا مقرر کر دیا ہے، اور اللہ تمہارا کارساز ہے، اور وہ جاننے والا، حکمت والا ہے۔ ۲-۱

بیویوں کے پیدا کردہ بعض اندرونی مسائل کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں یہ قسم کھالی کہ میں شہد نہیں کھاؤں گا۔ مگر پیغمبر کا عمل اس کی امت کے لئے نمونہ بن جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالی نے حکم دیا کہ آپ شرعی طریقہ کے مطابق کفارہ ادا کرکے اپنی قسم کو توڑ دیں۔ اور شہد نہ کھانے کے عہد سے اپنے آپ کو آزاد کرلیں۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ آئندہ آپ کے امتی اس کو تقوی کا معیار سمجھ کر شہد کھانے سے پرہیز کرنے لگیں۔

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ
عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ
هٰذَا ۭ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝٣ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ
وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ
وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝٤ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا
خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰۗىِٕبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰۗىِٕحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّ
اَبْكَارًا ۝٥

اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے ایک بات چھپا کر کہی، تو جب اس نے اس کو بتادیا اور اللہ نے نبی کو اس سے آگاہ کر دیا تو نبی نے کچھ بات بتائی اور کچھ ٹال دی، پھر جب نبی نے اس کو یہ بات بتائی تو اس نے کہا کہ آپ کو کس نے اس کی خبر دی۔ نبی نے کہا کہ مجھ کو بتایا جاننے والے نے، باخبر نے۔ اگر تم دونوں اللہ کی طرف رجوع کرو تو تمہارے دل جھک پڑے ہیں، اور اگر تم دونوں نبی کے مقابلہ میں کارروائیاں کرو گی تو اس کا رفیق اللہ ہے اور جبریل اور صالح اہل ایمان اور ان کے علاوہ فرشتے اس کے مددگار ہیں۔ اگر نبی تم سب کو طلاق دے دے تو اس کا رب تمہارے بدلے میں تم سے بہتر بیویاں اس کو دیدے، مسلمہ، باایمان، فرماں بردار، توبہ کرنے والی، عبادت کرنے والی، روزہ دار، بیوہ اور کنواری۔ ۵ ـ ۳

مذکورہ معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج نے آپ کے گھر میں جو پیچیدگی پیدا کی تھی، اس پر متنبہ کرنے کے لئے آپ کی ازواج سے الٹی میٹم کے انداز میں کلام کیا گیا۔ اس سے زندگی کے معاملات میں عورتوں کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عورتیں اگر صحیح معنوں میں اپنے شوہروں کی رفاقت کریں تو وہ ان کا "نصف بہتر" بن جاتی ہیں۔ اور اگر وہ سچی رفیق ثابت نہ ہوں تو وہ ایک بامقصد انسان کے پورے منصوبہ کو خاک میں ملا سکتی ہیں۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ
عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا
ع ۱۹ يُؤْمَرُونَ ۝٦ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝٧

اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے، اس پر تندخو اور زبردست فرشتے مقرر ہیں، اللہ ان کو جو حکم دے اس میں وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے، اور وہ وہی کرتے ہیں جس کا ان کو حکم ملتا ہے۔ اے لوگو جنھوں نے انکار کیا، آج عذر نہ پیش کرو، تم وہی بدلہ میں پا رہے ہو جو تم کرتے تھے۔ ۷ ـ ۶

موجودہ دنیا میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی ایک چیز کو حق سمجھتا ہے۔ مگر بیوی بچوں سے بڑھا ہوا تعلق اس کو مجبور کرتا ہے کہ وہ حق کے طریقے کو چھوڑ دے اور وہی کرے جو اس کے بیوی بچے چاہتے ہیں۔

مگر یہ زبردست بھول ہے۔ انسان کو یاد رکھنا چاہئے کہ آج جن بچوں کی رعایت کرنے میں وہ اس حد تک جاتا ہے کہ حق کی رعایت کرنا بھول جاتا ہے، وہ بچے اپنی اس روش کے نتیجہ میں کل ایسے جہنمی کارندوں کے حوالے کئے جائیں گے جو مشینی انسان (Robot) کی طرح بے رحم ہوں گے اور ان کے ساتھ کسی قسم کی کوئی رعایت نہیں کریں گے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ تُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ يَوْمَ لَا يُخْزِى ٱللَّهُ ٱلنَّبِىَّ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَعَهُۥ ۖ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَٰنِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَآ أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَٱغْفِرْ لَنَآ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ۝

اے ایمان والو، اللہ کے آگے سچی توبہ کرو۔ امید ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ معاف کر دے اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جس دن اللہ نبی کو اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں کرے گا۔ ان کی روشنی ان کے آگے اور ان کے دائیں طرف دوڑ رہی ہوگی، وہ کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہمارے لئے ہماری روشنی کو کامل کر دے اور ہماری مغفرت فرما، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ ۸

موجودہ دنیا میں انسان کو آزمائشی حالات میں رکھا گیا ہے۔ اس لئے انسان سے غلطیاں بھی ہوتی ہیں۔ اس کی تلافی کے لئے توبہ ہے۔ یعنی اللہ کی طرف رجوع کرنا۔ توبہ کی اصل حقیقت شرمندگی ہے۔ آدمی کو اگر واقعۃً اپنی غلطی کا احساس ہو تو وہ سخت شرمندہ ہوگا اور اس کی شرمندگی اس کو مجبور کرے گی کہ وہ آئندہ ایسا فعل نہ کرے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ شرمندگی ہی توبہ ہے۔ (الندم توبۃ) ایک صحابی نے کہا کہ سچی توبہ یہ ہے کہ آدمی رجوع کرے اور پھر اس فعل کو نہ دہرائے (یتوب ثم لا یعود)۔

توبہ وہ ہے جو سچی توبہ (توبۃ النصوح) ہو۔ محض الفاظ دہرا دینے کا نام توبہ نہیں۔ حضرت علی نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنی کسی غلطی کے بعد زبان سے توبہ توبہ کہہ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ جھوٹے لوگوں کی توبہ (توبۃ الکذابین) ہے ــــ سچی توبہ آخرت کی روشنی ہے اور جھوٹی توبہ آخرت کا اندھیرا۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ
وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝٩ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ
لُوْطٍ ۚ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا
عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝١٠

اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو، اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ اللہ کافروں کے لئے مثال بیان کرتا ہے نوح کی بیوی کی اور لوط کی بیوی کی، دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر انھوں نے ان کے ساتھ خیانت کی تو وہ دونوں اللہ کے مقابلہ میں ان کے کچھ کام نہ آسکے، اور دونوں کو کہہ دیا گیا کہ آگ میں داخل ہو جاؤ داخل ہونے والوں کے ساتھ۔ ۱۰-۹

"منافقین کے ساتھ جہاد کرو" کا مطلب یہ ہے کہ منافقین کا سخت احتساب کرو۔ یہ ایک دائمی حکم ہے۔ معاشرہ کے بڑوں اور ذمہ داروں کو چاہئے کہ وہ معاشرہ کے افراد پر مستقل نظر رکھیں۔ اور جب بھی کوئی مسلمان غلط روش اختیار کرے تو اس کو روکنے کی وہ ہر ممکن کوشش کریں جو ان کے امکان میں ہے۔

خدا کے یہاں آدمی کا صرف اپنا عمل کام آئے گا حتی کہ بزرگوں سے نسبت یا صالحین سے رشتہ داری بھی وہاں کسی کے کچھ کام آنے والی نہیں۔ حضرت نوح اور حضرت لوط خدا کے پیغمبر تھے۔ مگر ان کی بیویاں دشمنان حق سے بھی قلبی تعلق کا رشتہ قائم کئے ہوئے تھیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پیغمبر کی بیوی ہونے کے باوجود وہ دوزخ کی مستحق قرار پائیں۔

وقف لازم وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ
عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ
الظّٰلِمِيْنَ ۝١١ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ
رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝١٢ ع ۲/۵

اور اللہ ایمان والوں کے لئے مثال بیان کرتا ہے فرعون کی بیوی کی، جب کہ اس نے کہا کہ اے میرے

رب، میرے لئے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھ کو فرعون اور اس کے عمل سے بچا لے اور مجھ کو ظالم قوم سے نجات دے۔ اور عمران کی بیٹی مریم، جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی، پھر ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کے کلمات کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی، اور وہ فرماں برداروں میں سے تھی۔ ۱۱-۱۲

فرعون ایک کافر اور ظالم شخص تھا۔ مگر اس کی بیوی آسیہ بنت مزاحم ایمان دار اور باعمل خاتون تھی۔ بیوی نے جب اپنے آپ کو صحیح روش پر قائم رکھا تو شوہر کی غلط روش اس کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکی۔ شوہر جہنم میں داخل کیا گیا اور بیوی کو جنت کے باغوں میں جگہ ملی۔

احصنت فرجها دراصل کنایہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔ بچپن سے جوانی تک وہ پوری طرح بے داغ رہیں۔ چنانچہ اللہ نے ان کو اعجازاتی پیغمبر کی پیدائش کے لئے چنا۔ بعض روایات کے مطابق جبریل فرشتہ نے ان کے گریبان میں پھونک ماری، جس سے استقرار حمل ہوا اور پھر حضرت مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے۔

سُوْرَةُ الْمُلْكِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۝۱ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝۲ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝۳ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝۴

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

بڑا بابرکت ہے وہ جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تم کو جانچے کہ تم میں سے کون اچھا کام کرتا ہے، اور وہ زبردست ہے، بخشنے والا ہے۔ جس نے

بنائے سات آسمان اوپر تلے، تم رحمٰن کے بنانے میں کوئی خلل نہیں دیکھو گے، پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لو، کہیں تم کو کوئی خلل نظر آتا ہے۔ پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھو، نگاہ ناکام تھک کر تمہاری طرف واپس آجائے گی۔ ۴-۱

جب ایک شخص موجودہ دنیا کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کو یہاں ایک تضاد نظر آتا ہے۔ انسان کے سوا جو بقیہ کائنات ہے وہ انتہائی حد تک منظم اور کامل ہے۔ اس میں کہیں کوئی نقص نظر نہیں آتا۔ اس کے برعکس انسانی زندگی میں ظلم و فساد نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ انسان کی علیحدہ نوعیت ہے۔ انسان اس دنیا میں حالت امتحان میں ہے۔ امتحان لازمی طور پر عمل کی آزادی چاہتا ہے۔ اسی عمل کی آزادی نے انسان کو یہ موقع دیا ہے کہ وہ دنیا میں ظلم و فساد کر سکے۔

انسانی دنیا کا ظلم انسانی آزادی کی قیمت ہے۔ اگر یہ حالات نہ ہوں تو ان قیمتی انسانوں کا انتخاب کیسے کیا جائے گا جنھوں نے ظلم کے مواقع پاتے ہوئے ظلم نہیں کیا۔ جنھوں نے سرکشی کی طاقت رکھنے کے باوجود اپنے آپ کو سرکشی سے بچایا۔

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ
عَذَابَ السَّعِيْرِ ۝٥ وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝٦
اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ۝٧ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۭ
كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝٨ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا
نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ
كَبِيْرٍ ۝٩ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝١٠ فَاعْتَرَفُوْا
بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝١١

اور ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں سے سجایا ہے۔ اور ہم نے ان کو شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ اور ہم نے ان کے لئے دوزخ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور جن لوگوں نے اپنے رب کا انکار کیا، ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے۔ اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے، وہ اس کا

دھاڑ نا سنیں گے اور وہ جوش مارتی ہوگی، معلوم ہوگا کہ وہ غصہ میں پھٹ پڑے گی۔ جب اس میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا، اس کے داروغہ اس سے پوچھیں گے، کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ وہ کہیں گے کہ ہاں، ہمارے پاس ڈرانے والا آیا۔ پھر ہم نے اس کو جھٹلا دیا اور ہم نے کہا کہ اللہ نے کوئی چیز نہیں اتاری، تم لوگ بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔ اور وہ کہیں گے کہ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو ہم دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے۔ پس وہ اپنے گناہ کا اقرار کریں گے، پس لعنت ہو دوزخ والوں پر ۱۱ — ۵

قرآن میں جگہ جگہ جہنم کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ یہ جہنم اگرچہ آج انسان کے لئے ناقابل مشاہدہ ہے مگر وہ کائنات کی معنویت میں بالواسطہ طور پر نظر آتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر آخرت میں برے لوگوں کی پکڑ نہ ہونے والی ہو تو موجودہ کائنات کی ساری معنویت ناقابل توجیہ ہو کر رہ جائے گی۔

إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۝ وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ ۖ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝

جو لوگ اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں، ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔ اور تم اپنی بات چھپا کر کہو یا پکار کر کہو، وہ دلوں تک کی باتوں کو جانتا ہے۔ کیا وہ نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے، اور وہ باریک بیں ہے، خبر رکھنے والا ہے ۱۴ — ۱۲

آخرت کے عذاب کا موجودہ دنیا میں ناقابل مشاہدہ ہونا عین خدائی منصوبہ کے مطابق ہے۔ خدا کو ان انسانوں کا انتخاب کرنا ہے جو بن دیکھے اس کی عظمت کو مانیں، جو بن دیکھے اس کے فرماں بردار بن جائیں۔ اور ایسے لوگوں کا اندازہ اس کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ لوگوں کے اخروی انجام کو ان کی نگاہوں سے اوجھل رکھا جائے، تاکہ آدمی جو کچھ کرے اپنے آزاد ارادہ کے تحت کرے نہ کہ مجبورانہ حکم کے تحت۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ ۖ وَإِلَيْهِ

النُّشُوْرُ ﴿۱۵﴾ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ ﴿۱۶﴾ اَمْ
اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَیْفَ نَذِیْرِ ﴿۱۷﴾
وَ لَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ﴿۱۸﴾

وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے پست کر دیا تو تم اس کے رستوں میں چلو اور اس کے رزق میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف ہے اٹھنا۔ کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے جو آسمان میں ہے کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے، پھر وہ لرزنے لگے۔ کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے بے خوف ہو گئے کہ وہ تم پر پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیج دے، پھر تم جان لو کہ کیسا ہے میرا ڈرانا۔ اور ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے۔ تو کیسا ہوا میرا انکار۔ ۱۵ - ۱۸

زمین پر ہر چیز نہایت توازن کی حالت میں ہے۔ اسی توازن نے زمین کو انسان کے لئے قابل رہائش بنا رکھا ہے۔ اس توازن میں اگر معمولی سا بھی فرق پڑ جائے تو انسان کی زندگی برباد ہو کر رہ جائے۔ جو متوازن دنیا ہمیں حاصل ہے اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا، اور توازن ٹوٹنے کی صورت میں جو تباہ کن حالات پیدا ہو سکتے ہیں اس کے لئے اللہ سے پناہ مانگنا، یہی وہ چیز ہے جو انسان سے اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّ یَقْبِضْنَ ؔۘ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ
شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ ﴿۱۹﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ
اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ ﴿۲۰﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ
لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾

کیا وہ پرندوں کو اپنے اوپر نہیں دیکھتے پر پھیلائے ہوئے اور وہ ان کو سمیٹ بھی لیتے ہیں۔ رحمان کے سوا کوئی نہیں جو ان کو تھامے ہوئے ہو، بے شک وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ آخر کون ہے کہ وہ تمہارا لشکر بن کر رحمان کے مقابلہ میں تمہاری مدد کر سکے، انکار کرنے والے دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ آخر کون ہے جو تم کو روزی دے اگر اللہ اپنی روزی روک لے، بلکہ وہ سرکشی پر اور بدکنے پر اڑ

گئے ہیں۔ ۲۱-۱۹

پرندوں کا فضا میں اڑنا، رزق کا زمین سے نکلنا اور اس طرح کے دوسرے واقعات انتہائی حیرت انگیز ہیں۔ آدمی ان واقعات پر غور کرے تو وہ خدائی احساس میں گم ہو جائے۔ مگر انسان اتنا غافل ہے کہ وہ ایک ایسی دنیا میں خدا سے سرکشی کرتا ہے جہاں اس کے چاروں طرف پھیلی ہوئی چیزیں اس کو صرف خدا کی اطاعت کا سبق دے رہی ہیں۔

أَفَمَن يَمْشِي مُكِبًّا عَلَىٰ وَجْهِهِ أَهْدَىٰ أَمَّن يَمْشِي سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ قُلْ هُوَ الَّذِي أَنشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۖ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝ قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝

کیا جو شخص اوندھے منہ چل رہا ہے وہ زیادہ صحیح راہ پانے والا ہے یا وہ شخص جو سیدھا ایک سیدھی راہ پر چل رہا ہے۔ کہو کہ وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے لئے کان اور آنکھ اور دل بنائے۔ تم لوگ بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔ کہو کہ وہی ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلایا اور تم اسی کی طرف اکٹھا کئے جاؤ گے۔ ۲۴-۲۲

انسان کو سننے اور دیکھنے اور سوچنے کی صلاحیتیں دی گئی ہیں۔ اب کوئی انسان وہ ہے کہ جو کچھ سنا اسی پر چل پڑا، جو دیکھا اس کو بس اس کے ظاہر کے اعتبار سے مان لیا۔ جو بات ایک بار ذہن میں آگئی اسی پر جم گیا۔ یہ انسان وہ ہے جو جانور کی طرح سر جھکائے ہوئے بس ایک ڈگر پر چلا جا رہا ہے۔

دوسرا انسان وہ ہے جو سنی ہوئی بات کی تحقیق کرے۔ جو دیکھی ہوئی بات کو مزید زیادہ صحت کے ساتھ جاننے کی کوشش کرے۔ جو اپنے ذاتی خول سے باہر نکل کر سچائی کو دریافت کرے۔ یہ دوسرا انسان وہ ہے جو سیدھا ہو کر ایک ہموار راستہ پر چلا جا رہا ہے ـــــــ سمع و بصر و فواد کی صلاحیت آدمی کو اس لئے دی گئی ہے کہ وہ حق کو پہچانے، نہ یہ کہ وہ اندھے بہرے کی طرح اس سے بے خبر رہے۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا

اَنَا نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ﴿٢٦﴾ فَلَمَّا رَاَوۡهُ زُلۡفَةً سِيۡٓـئَتۡ وُجُوۡهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَقِيۡلَ هٰذَا
الَّذِىۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تَدَّعُوۡنَ ﴿٢٧﴾ قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ اَهۡلَكَنِىَ اللّٰهُ وَمَنۡ مَّعِىَ اَوۡ
رَحِمَنَا ۙ فَمَنۡ يُّجِيۡرُ الۡكٰفِرِيۡنَ مِنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍ ﴿٢٨﴾ قُلۡ هُوَ الرَّحۡمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ
وَعَلَيۡهِ تَوَكَّلۡنَا ۚ فَسَتَعۡلَمُوۡنَ مَنۡ هُوَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ﴿٢٩﴾ قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ
اَصۡبَحَ مَآؤُكُمۡ غَوۡرًا فَمَنۡ يَّاۡتِيۡكُمۡ بِمَآءٍ مَّعِيۡنٍ ﴿٣٠﴾

اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو۔ کہو کہ یہ علم اللہ کے پاس ہے اور میں صرف کھلا ہوا ڈرانے والا ہوں۔ پس جب وہ اس کو قریب آتا ہوا دیکھیں گے تو ان کے چہرے بگڑ جائیں گے جنھوں نے انکار کیا، اور کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ چیز جس کو تم مانگا کرتے تھے۔ کہو کہ اگر اللہ مجھ کو ھلاک کر دے اور ان لوگوں کو جو میرے ساتھ ہیں، یا ہم پر رحم فرمائے تو منکروں کو دردناک عذاب سے کون بچائے گا۔ کہو، وہ رحمان ہے، ہم اس پر ایمان لائے اور اسی پر ہم نے بھروسہ کیا۔ پس عنقریب تم جان لوگے کہ کھلی ہوئی گمراہی میں کون ہے۔ کہو کہ بتاؤ، اگر تمہارا پانی نیچے اتر جائے تو کون ہے جو تمہارے لئے صاف پانی لے آئے۔ ۳۰-۲۵

مخاطب جب دلیل سے نہ مانے تو داعی یقین کا کلمہ بول کر اس کے اندرون کو جھنجھوڑتا ہے۔ یہ آیتیں گویا اسی قسم کے یقین کے کلمات ہیں۔ آدمی کے اندر اگر کچھ بھی احساس زندہ ہو تو یہ آخری کلمات اس کو تڑپا دیتے ہیں۔ مگر جس شخص کا احساس بالکل بجھ چکا ہو وہ کسی تدبیر سے بھی نہیں جاگتا۔ وہ "پانی" کی قیمت کو صرف اس وقت تسلیم کرتا ہے جب کہ اس کو پانی سے محروم کر کے صحرا میں ڈال دیا گیا ہو۔

سُوۡرَةُ الۡقَلَمِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اِثۡنَتَانِ — بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ — وَخَمۡسُوۡنَ اٰيَةً وَفِيۡهَا رُكُوۡعَانِ

نٓ وَالۡقَلَمِ وَمَا يَسۡطُرُوۡنَ ﴿١﴾ مَاۤ اَنۡتَ بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ بِمَجۡنُوۡنٍ ﴿٢﴾ وَاِنَّ لَكَ لَاَجۡرًا
غَيۡرَ مَمۡنُوۡنٍ ﴿٣﴾ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ ﴿٤﴾ فَسَتُبۡصِرُ وَيُبۡصِرُوۡنَ ﴿٥﴾ بِاَيِّكُمُ

الْمَفْتُونُ ۝٦ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝٧

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

ن ، قسم ہے قلم کی اور جو کچھ لوگ لکھتے ہیں۔ تم اپنے رب کے فضل سے دیوانے نہیں ہو۔ اور بے شک تمہارے لئے اجر ہے کبھی ختم نہ ہونے والا۔ اور بے شک تم ایک اعلیٰ اخلاق پر ہو۔ پس عنقریب تم دیکھوگے اور وہ بھی دیکھیں گے، کہ تم میں سے کس کو جنون تھا۔ تمہارا رب ہی خوب جانتا ہے، جو اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے، اور وہ راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ ۱-۷

اعلیٰ اخلاق سے مراد وہ اخلاق ہے جب کہ آدمی دوسروں کے رویے سے بلند ہو کر عمل کرے۔ اس کا طریقہ یہ نہ ہو کہ برائی کرنے والوں کے ساتھ برائی اور بھلائی کرنے والوں کے ساتھ بھلائی، بلکہ وہ ہر ایک کے ساتھ بھلائی کرے، خواہ دوسرے اس کے ساتھ برائی ہی کیوں نہ کر رہے ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق یہی دوسرا اخلاق تھا۔ اس قسم کا اخلاق ثابت کرتا ہے کہ آپ ایک با اصول انسان تھے۔ آپ کی شخصیت حالات کی پیداوار نہ تھی۔ بلکہ خود اپنے اعلیٰ اصولوں کی پیداوار تھی۔ آپ کا یہ اعلیٰ اخلاق آپ کے اس دعوے کے عین مطابق ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں۔

والقلم وما یسطرون سے مراد تاریخی ریکارڈ ہے۔ تاریخ کی شکل میں انسانی یادداشت کا جو ریکارڈ جمع ہوا ہے اس میں قرآن ایک استثنائی کتاب ہے۔ اور صاحب قرآن ایک استثنائی شخصیت۔ اس استثنا کی اس کے سوا اور کوئی توجیہ نہیں کی جاسکتی کہ قرآن کو خدا کی کتاب مانا جائے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا پیغمبر۔

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ ۝٨ وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ ۝٩ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَهِينٍ ۝١٠ هَمَّازٍ مَشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ۝١١ مَنَّاعٍ لِلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝١٢ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ۝١٣ أَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ۝١٤ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝١٥ سَنَسِمُهُ عَلَى الْخُرْطُومِ ۝١٦

پس تم ان جھٹلانے والوں کا کہنا نہ مانو۔ وہ چاہتے ہیں کہ تم نرم پڑ جاؤ تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔ اور تم

ایسے شخص کا کہنا نہ مانو جو بہت قسمیں کھانے والا ہو، بے وقعت ہو، طعنہ دینے والا ہو، چغلی لگاتا پھرتا ہو، نیک کام سے روکنے والا ہو، حد سے گزر جانے والا ہو، حق مارنے والا ہو، سنگ دل ہو، مزید برآں بے نسب ہو اس سبب سے کہ وہ مال واولاد والا ہے۔ جب اس کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ اگلوں کی بے سند باتیں ہیں۔ عنقریب ہم اس کی ناک پر داغ لگائیں گے۔ ۱۶-۸

"جھٹلانے والوں کا کہنا نہ مانو" کا مطلب یہ ہے کہ جھٹلانے والے اس قابل نہیں کہ ان کا کہنا مانا جائے۔ ایک طرف حق کا علم بردار ہے جو دلیل پر کھڑا ہوا ہے، جس کے قول وفعل میں کوئی تضاد نہیں۔ دوسری طرف اس کے مخالفین ہیں جن کے پاس جھوٹی باتوں اور پست کردار کے سوا اور کوئی سرمایہ نہیں۔ داعی حق کا اعتماد صداقت پر ہے اور اس کے مخالفین کا اعتماد اپنی مادی حیثیت پر۔ حق کا داعی اصول کا پابند ہے۔ اس کے برعکس اس کے مخالفین کے سامنے کوئی اصول نہیں۔ وہ کبھی ایک بات کہتے ہیں اور کبھی دوسری بات۔ اگر کسی شخص کے اندر عقل ہو تو یہی فرق یہ بتانے کے لئے کافی ہے کہ کون شخص حق پر ہے اور کون شخص ناحق پر۔

إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ﴿۱۷﴾ وَ
لَا يَسْتَثْنُونَ ﴿۱۸﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَائِمُونَ ﴿۱۹﴾ فَأَصْبَحَتْ
كَالصَّرِيمِ ﴿۲۰﴾ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ ﴿۲۱﴾ أَنِ اغْدُوا عَلَىٰ حَرْثِكُمْ إِن كُنتُمْ
صَارِمِينَ ﴿۲۲﴾ فَانطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَافَتُونَ ﴿۲۳﴾ أَن لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُم
مِّسْكِينٌ ﴿۲۴﴾ وَغَدَوْا عَلَىٰ حَرْدٍ قَادِرِينَ ﴿۲۵﴾ فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا لَضَالُّونَ ﴿۲۶﴾ بَلْ
نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿۲۷﴾ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ﴿۲۸﴾ قَالُوا
سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿۲۹﴾ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَلَاوَمُونَ ﴿۳۰﴾
قَالُوا يَا وَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا طَاغِينَ ﴿۳۱﴾ عَسَىٰ رَبُّنَا أَن يُبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا
رَاغِبُونَ ﴿۳۲﴾ كَذَٰلِكَ الْعَذَابُ ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۳۳﴾

ہم نے ان کو آزمائش میں ڈالا ہے جس طرح ہم نے باغ والوں کو آزمائش میں ڈالا تھا جب کہ انھوں نے

قسم کھائی کہ وہ صبح سویرے ضرور اس کا پھل توڑ لیں گے۔ اور انھوں نے ان شاء اللہ نہیں کہا۔ پس اس باغ پر تیرے رب کی طرف سے ایک پھرنے والا پھر گیا اور وہ سو رہے تھے۔ پھر صبح کو وہ ایسا رہ گیا جیسے کٹی ہوئی فصل۔ پس صبح کو انھوں نے ایک دوسرے کو پکارا کہ اپنے کھیت پر سویرے چلو اگر تم کو پھل توڑنا ہے۔ پھر وہ چل پڑے اور وہ آپس میں چپکے چپکے کہہ رہے تھے۔ کہ آج کوئی محتاج تمہارے پاس باغ میں نہ آنے پائے۔ اور وہ اپنے کو نہ دینے پر قادر سمجھ کر چلے۔ پھر جب باغ کو دیکھا تو کہا کہ ہم راستہ بھول گئے۔ بلکہ ہم محروم ہو گئے۔ ان میں جو بہتر آدمی تھا اس نے کہا، میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم لوگ تسبیح کیوں نہیں کرتے۔ انھوں نے کہا کہ ہمارا رب پاک ہے۔ بے شک ہم ظالم تھے۔ پھر وہ آپس میں ایک دوسرے کو الزام دینے لگے۔ انھوں نے کہا، افسوس ہے ہم پر، بے شک ہم حد سے نکلنے والے لوگ تھے۔ شاید ہمارا رب ہم کو اس سے اچھا باغ اس کے بدلے میں دے دے، ہم اسی کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ اسی طرح آتا ہے عذاب، اور آخرت کا عذاب اس سے بھی بڑا ہے، کاش یہ لوگ جانتے۔ ۳۳-۱۷

اس دنیا میں آدمی جو کچھ کماتا ہے وہ بظاہر کھیت سے یا اور کسی چیز سے ملتا ہوا نظر آتا ہے۔ مگر حقیقۃً وہ خدا کا دیا ہوا ہوتا ہے۔ جو شخص اس کو خدا کا عطیہ سمجھے اور اس میں دوسرے بندگان خدا کا حصہ نکالے اس کی کمائی میں اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے گا۔ اور جو شخص اپنی کمائی کو اپنی لیاقت کا نتیجہ سمجھے اور دوسروں کا حق انھیں دینے پر راضی نہ ہو، اس کی کمائی اس کو فائدہ نہ دے سکے گی۔ یہ خدا کا اٹل قانون ہے۔ کبھی وہ کسی کے لئے دنیا میں بھی ظاہر ہو جاتا ہے اور آخرت میں تو لازماً وہ ہر ایک کے حق میں ظاہر ہوگا۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٣٤﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ
كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿٣٥﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٦﴾ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿٣٧﴾ اِنَّ لَكُمْ
فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ﴿٣٨﴾ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِنَّ
لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٩﴾ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ﴿٤٠﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ
فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿٤١﴾

ع ۱۵ عند المتقدمین

بے شک ڈرنے والوں کے لئے ان کے رب کے پاس نعمت کے باغ ہیں۔ کیا ہم فرماں برداروں کو

نافرمانوں کے برابر کر دیں گے۔ تم کو کیا ہوا، تم کیسا فیصلہ کرتے ہو۔ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو۔ اس میں تمہارے لئے وہ ہے جس کو تم پسند کرتے ہو۔ کیا تمہارے لئے ہمارے اوپر قسمیں ہیں قیامت تک باقی رہنے والی کہ تمہارے لئے وہی کچھ ہے جو تم فیصلہ کرو۔ ان سے پوچھو کہ ان میں سے کون اس کا ذمہ دار ہے۔ کیا ان کے کچھ شریک ہیں، تو وہ اپنے شریکوں کو لائیں اگر وہ سچے ہیں۔

۴۱-۴۱

خدا سے نہ ڈرنے والا آدمی صرف سامنے کی چیزوں کو اہمیت دیتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں خدا سے ڈرنے والا وہ ہے جو غیبی حقیقت کے بارہ میں سنجیدہ ہو جائے۔ یہ دو بالکل الگ الگ کردار ہیں اور دونوں کا انجام یقینی طور پر یکساں نہیں ہوسکتا۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۴۲﴾ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سَالِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ۖ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَأُمْلِيْ لَهُمْ ۚ إِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۴۵﴾

جس دن حقیقت سے پردہ اٹھایا جائے گا اور لوگ سجدہ کے لئے بلائے جائیں گے تو وہ نہ کر سکیں گے۔ ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، ان پر ذلت چھائی ہوگی، اور وہ سجدہ کے لئے بلائے جاتے تھے اور صحیح سالم تھے۔ پس چھوڑو مجھ کو اور ان کو جو اس کلام کو جھٹلاتے ہیں، ہم ان کو آہستہ آہستہ لارہے ہیں جہاں سے وہ نہیں جانتے۔ اور میں ان کو مہلت دے رہا ہوں، بے شک میری تدبیر مضبوط ہے۔ ۴۵-۴۲

قیامت میں جب خدا عیاناً سامنے آجائے گا تو تمام ایمان والے لوگ اپنے رب کے سامنے سجدہ میں گر جائیں گے جس طرح وہ پچھلی زندگی میں اس کے آگے سجدہ میں گرے ہوئے تھے۔ مگر ظہور خداوندی کے وقت سجدہ کی یہ توفیق صرف سچے مومنین کو حاصل ہوگی۔ جو لوگ دنیا میں جھوٹا سجدہ کرتے تھے ان کی کمر اس وقت اکڑ جائے گی جس طرح باعتبار حقیقت وہ دنیا میں اکڑی ہوئی تھی۔ ایسے لوگ سجدہ کرنا چاہیں گے مگر وہ سجدہ نہ کر سکیں گے۔ یہ مخلص اہل ایمان کی سب سے بڑی قدردانی

ہوگی کہ خدا خود ظاہر ہوکر ان کا سجدہ قبول کرے۔ اس کے مقابلہ میں ایمان کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کے لئے یہ سب سے زیادہ رسوائی کا لمحہ ہوگا کہ ان کا خالق ومالک ان کے سامنے ہے اور وہ اس کے سامنے اپنی بندگی کا اقرار کرنے پر قادر نہیں۔

أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ﴿۴۶﴾ أَمْ عِندَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴿۴۷﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُن كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴿۴۸﴾ لَّوْلَا أَن تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِّن رَّبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ﴿۴۹﴾ فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۵۰﴾ وَإِن يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ﴿۵۱﴾ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ﴿۵۲﴾

وقف لازم　ع ۲

کیا تم ان سے معاوضہ مانگتے ہو کہ وہ اس کے تاوان سے دبے جا رہے ہیں۔ یا ان کے پاس غیب ہے پس وہ لکھ رہے ہیں۔ پس اپنے رب کے فیصلہ تک صبر کرو اور مچھلی والے کی طرح نہ بن جاؤ، جب اس نے پکارا اور وہ غم سے بھرا ہوا تھا۔ اگر اس کے رب کی مہربانی اس کے شامل حال نہ ہوتی تو وہ مذموم ہوکر چٹیل میدان میں پھینک دیا جاتا۔ پھر اس کے رب نے اس کو نوازا، پس اس کو نیکوں میں شامل کر دیا۔ اور یہ منکر لوگ جب نصیحت کو سنتے ہیں تو اس طرح تم کو دیکھتے ہیں گویا اپنی نگاہوں سے تم کو پھسلا دیں گے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ ضرور دیوانہ ہے۔ اور وہ عالم والوں کے لئے صرف ایک نصیحت ہے۔ ۴۶ - ۵۲

داعی اور مدعو کا رشتہ بے حد نازک رشتہ ہے۔ داعی کو یک طرفہ طور پر اپنے آپ کو حسن اخلاق کا پابند بنانا پڑتا ہے۔ مدعو بے دلیل باتیں کرے، وہ داعی کو حقیر سمجھے، وہ داعی پر جھوٹا الزام لگائے۔ وہ خواہ کچھ بھی کرے، داعی کو ہر حال میں اپنے آپ کو ردعمل کی نفسیات سے بچانا ہے۔ داعی کی کامیابی کا راز دو چیزوں میں چھپا ہوا ہے ــــ مدعو کی زیادتیوں پر صبر اور مدعو سے کوئی مادی غرض نہ رکھنا۔

سُوْرَةُ الْحَآقَّةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ وَفِيْهَا رُكُوْعَانِ

الْحَآقَّةُ (١) مَا الْحَآقَّةُ (٢) وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ (٣) كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ
بِالْقَارِعَةِ (٤) فَأَمَّا ثَمُوْدُ فَأُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ (٥) وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ
صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ (٦) سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ أَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى
الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ (٧) فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ
بَاقِيَةٍ (٨) وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ (٩) فَعَصَوْا رَسُوْلَ
رَبِّهِمْ فَأَخَذَهُمْ أَخْذَةً رَّابِيَةً (١٠) إِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ (١١)
لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ أُذُنٌ وَّاعِيَةٌ (١٢)

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وہ ہونے والی ۔ کیا ہے وہ ہونے والی ۔ اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ ہونے والی ۔ ثمود اور عاد نے اس کھڑکھڑانے والی چیز کو جھٹلایا ۔ پس ثمود ، تو وہ ایک سخت حادثہ سے ہلاک کر دئے گئے ۔ اور عاد ، تو وہ ایک تیز وتند ہوا سے ہلاک کئے گئے ۔ اس کو اللہ نے سات رات اور آٹھ دن ان پر مسلط رکھا ، پس تم دیکھتے ہو کہ وہاں وہ اس طرح گرے ہوئے پڑے ہیں گویا کہ وہ کھجوروں کے کھوکھلے تنے ہوں ۔ تو کیا تم کو ان میں سے کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے ۔ اور فرعون اور اس سے پہلے والوں اور الٹی ہوئی بستیوں نے جرم کیا ۔ انھوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی تو اللہ نے ان کو بہت سخت پکڑا ۔ اور جب پانی حد سے گزر گیا تو ہم نے تم کو کشتی میں سوار کرایا ۔ تاکہ ہم اس کو تمہارے لئے یادگار بنا دیں ۔ اور یاد رکھنے والے کان اس کو یاد رکھیں ۔ ۱۲-۱

کچھ لوگ کھلے طور پر آخرت کا انکار کرتے ہیں ۔ کچھ لوگ وہ ہیں جو زبان سے آخرت کا انکار نہیں کرتے مگر ان کے دل میں ساری اہمیت بس اسی دنیا کی ہوتی ہے ۔ چنانچہ ان کی زندگی میں اور کھلے ہوئے منکرین کی زندگی میں کوئی فرق نہیں ہوتا ۔ یہ دونوں گروہ باعتبار حقیقت ایک ہیں ۔ اور دونوں ہی اللہ کے نزدیک آخرت کو جھٹلانے والے ہیں ۔ ایک گروہ اگر زبانی طور پر اس کو جھٹلا رہا ہے تو دوسرا

گروہ عملی طور پر۔

ایسے تمام لوگ خدا کے قانون کے مطابق ہلاکت میں پڑنے والے ہیں۔ پیغمبروں کے زمانہ میں یہ ہلاکت موجودہ دنیا میں سامنے آگئی اور بعد کے لوگوں کے لئے وہ آخرت میں سامنے آئے گی۔

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ ۝۱۳ وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا
دَكَّةً وَاحِدَةً ۝۱۴ فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝۱۵ وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ
وَاهِيَةٌ ۝۱۶ وَالْمَلَكُ عَلَىٰ أَرْجَائِهَا ۚ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ
ثَمَانِيَةٌ ۝۱۷ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝۱۸

پس جب صور میں یکبارگی پھونک ماری جائے گی۔ اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھا کر ایک ہی بار میں ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔ تو اس دن واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی۔ اور آسمان پھٹ جائے گا تو وہ اس روز بالکل بودا ہوگا۔ اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے، اور تیرے رب کے عرش کو اس دن آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوں گے۔ اس دن تم پیش کئے جاؤ گے، تمہاری کوئی بات پوشیدہ نہ ہوگی۔

۱۳—۱۸

موجودہ دنیا امتحان کی مصلحت کے مطابق بنائی گئی ہے۔ جب امتحان کی مدت ختم ہوگی تو یہ دنیا توڑ کر نئی دنیا نئے تقاضوں کے مطابق بنائی جائے گی۔ خدا کا جلال آج بالواسطہ طور پر ظاہر ہو رہا ہے، اس وقت خدا کا جلال براہ راست طور پر ظاہر ہو جائے گا۔

فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ ۝۱۹ إِنِّي ظَنَنْتُ
أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ ۝۲۰ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۝۲۱ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝۲۲ قُطُوفُهَا
دَانِيَةٌ ۝۲۳ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝۲۴ وَأَمَّا
مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ ۝۲۵ وَلَمْ أَدْرِ مَا
حِسَابِيَهْ ۝۲۶ يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۝۲۷ مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهْ ۝۲۸ هَلَكَ
عَنِّي سُلْطَانِيَهْ ۝۲۹ خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ۝۳۰ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ۝۳۱ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ

ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿٣٢﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿٣٣﴾
وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿٣٤﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿٣٥﴾ وَّلَا
طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿٣٦﴾ لَّا يَأْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ﴿٣٧﴾ ع ۵

پس جس شخص کو اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا کہ لو میرا اعمال نامہ پڑھو۔ میں نے گمان رکھا تھا کہ مجھ کو میرا حساب پیش آنے والا ہے۔ پس وہ ایک پسندیدہ عیش میں ہوگا۔ اونچے باغ میں اس کے پھل جھکے پڑ رہے ہوں گے۔ کھاؤ اور پیو مزے کے ساتھ، ان اعمال کے بدلے میں جو تم نے گزرے دنوں میں کئے ہیں۔ اور جس شخص کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، تو وہ کہے گا کاش میرا اعمال نامہ مجھے نہ دیا جاتا۔ اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ کاش وہی موت فیصلہ کن ہوتی۔ میرا مال میرے کام نہ آیا۔ میرا اقتدار ختم ہوگیا۔ اس شخص کو پکڑو، پھر اس کو طوق پہناؤ۔ پھر اس کو جہنم میں داخل کر دو۔ پھر ایک زنجیر میں جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے اس کو جکڑ دو۔ یہ شخص خدائے عظیم پر ایمان نہ رکھتا تھا۔ اور وہ غریبوں کو کھانا کھلانے پر نہیں ابھارتا تھا۔ پس آج یہاں اس کا کوئی ہمدرد نہیں۔ اور زخموں کے دھوون کے سوا اس کے لئے کوئی کھانا نہیں۔ اس کو گناہ گاروں کے سوا کوئی نہ کھائے گا۔ ۱۹-۳۷

آخرت کی دنیا میں کامیابی اس شخص کے لئے ہے جو موجودہ دنیا میں خدا سے ڈر کر زندگی گزارے۔ اور جو شخص موجودہ دنیا میں نڈر ہو کر رہے اور بندوں کے مقابلہ میں سرکشی کرے وہ آخرت میں سخت ترین عذاب میں پھنس کر رہ جائے گا۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٣٩﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿٤٠﴾ وَّ
مَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿٤١﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٢﴾
تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿٤٤﴾
لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿٤٥﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿٤٦﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ
حٰجِزِيْنَ ﴿٤٧﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٨﴾ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿٤٩﴾

وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِينَ ۵۰ وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ ۵۱ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۵۲ ع

پس نہیں، میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جن کو تم دیکھتے ہو، اور جن کو تم نہیں دیکھتے ہو۔ بے شک یہ ایک باعزت رسول کا کلام ہے۔ اور وہ کسی شاعر کا کلام نہیں، تم بہت کم ایمان لاتے ہو۔ اور یہ کسی کاہن کا کلام نہیں، تم بہت کم غور کرتے ہو۔ خداوند عالم کی طرف سے اتارا ہوا ہے۔ اور اگر وہ کوئی بات گھڑ کر ہمارے اوپر لگاتا تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑتے۔ پھر ہم اس کی رگ دل کاٹ دیتے۔ پھر تم میں سے کوئی اس سے ہم کو روکنے والا نہ ہوتا۔ اور بلاشبہ یہ یاددہانی ہے ڈرنے والوں کے لئے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ تم میں اس کے جھٹلانے والے ہیں اور وہ منکروں کے لئے پچھتاوا ہے۔ اور یہ یقینی حق ہے۔ پس تم اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کرو۔ ۵۲-۳۸

جو کچھ تم دیکھتے ہو اور جو کچھ تم نہیں دیکھتے سب اس کلام کی صداقت پر گواہ ہے ـــــ اس کا مطلب یہ ہے کہ نزول قرآن کے وقت جو معلومات انسان کی دسترس میں آچکی تھیں اور جو بعد کے زمانہ میں اس کی دسترس میں آنے والی تھیں، دونوں اس کلام کی حقانیت ثابت کرنے والی ہیں۔ اس کلام کے برحق ہونے کی تردید نہ حال کا علم کر رہا ہے اور نہ مستقبل کا علم اس کی تردید کر سکے گا۔ اس کے باوجود جو لوگ اس کو نہ مانیں وہ اپنے بارہ میں صرف یہ ثابت کر رہے ہیں کہ وہ حق اور ناحق کے معاملہ میں سنجیدہ نہیں۔

سُورَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ أَرْبَعٌ وَأَرْبَعُونَ آيَةً وَفِيهَا رُكُوعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ ۱ لِّلْكٰفِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ ۲ مِّنَ اللّٰهِ ذِي
الْمَعَارِجِ ۳ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ
أَلْفَ سَنَةٍ ۴ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا ۵ إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ۶ وَنَرٰهُ قَرِيبًا ۷
يَوْمَ تَكُونُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۸ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۹ وَلَا يَسْأَلُ
حَمِيمٌ حَمِيمًا ۱۰ يُبَصَّرُونَهُمْ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ

بِبَنِيهِ ﴿١١﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ﴿١٢﴾ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ﴿١٣﴾ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ
جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ﴿١٤﴾

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

مانگنے والے نے عذاب مانگا واقع ہونے والا، منکروں کے لئے کوئی اس کو ہٹانے والا نہیں۔ اللہ کی طرف سے جو سیڑھیوں کا مالک ہے۔ اس کی طرف فرشتے اور جبریل چڑھ کر جاتے ہیں، ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ پس تم صبر کرو، بھلی طرح کا صبر۔ وہ اس کو دور دیکھتے ہیں، اور ہم اس کو قریب دیکھ رہے ہیں۔ جس دن آسمان تیل کی تلچھٹ کی طرح ہو جائے گا۔ اور پہاڑ دھنی ہوئی اون کی طرح۔ اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا۔ وہ ان کو دکھائے جائیں گے۔ مجرم چاہے گا کہ کاش اس دن کے عذاب سے بچنے کے لئے اپنے بیٹوں اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی اور اپنے کنبہ کو جو اسے پناہ دینے والا تھا اور تمام اہل زمین کو فدیہ میں دے کر اپنے کو بچا لے۔ ۱۴-۱

قیامت کے مناظر کو موجودہ دنیا میں حقیقی طور پر کھولا نہیں جا سکتا۔ تاہم قرآن میں جگہ جگہ ان کو اشارہ یا تمثیل میں بتایا گیا ہے تاکہ آدمی ان کا مجمل احساس کر سکے۔ قیامت جب آئے گی تو وہ اتنی ہولناک ہوگی کہ آدمی اپنے ان رشتوں اور مفادات کو بھول جائے گا جن کو آج وہ اتنا اہم سمجھے ہوئے ہے کہ ان کی خاطر وہ حق کو نظر انداز کر دیتا ہے۔

كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ﴿١٥﴾ نَزَّاعَةً لِلشَّوَىٰ ﴿١٦﴾ تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ ﴿١٧﴾ وَجَمَعَ
فَأَوْعَىٰ ﴿١٨﴾ إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴿١٩﴾ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ﴿٢٠﴾ وَإِذَا
مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ﴿٢١﴾ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ﴿٢٢﴾ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ
دَائِمُونَ ﴿٢٣﴾ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَعْلُومٌ ﴿٢٤﴾ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿٢٥﴾
وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِينَ هُمْ مِنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ
مُشْفِقُونَ ﴿٢٧﴾ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿٢٨﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ

حٰفِظُوْنَ ۝۲۹ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝۳۰
فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝۳۱ وَالَّذِيْنَ هُمْ
لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝۳۲ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ۝۳۳
وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝۳۴ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ۝۳۵ ع

ہرگز نہیں۔ وہ تو بھڑکتی ہوئی آگ کی لپٹ ہوگی جو کھال اتار دے گی۔ وہ ہر اس شخص کو بلائے گی جس نے پیٹھ پھیری اور اعراض کیا۔ جمع کیا اور سینت کر رکھا۔ بے شک انسان کم ہمت پیدا ہوا ہے۔ جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ گھبرا اٹھتا ہے۔ اور جب اس کو فارغ البالی ہوتی ہے تو وہ بخل کرنے لگتا ہے۔ مگر وہ نمازی جو اپنی نماز کی پابندی کرتے ہیں۔ اور جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا معین حق ہے۔ اور جو انصاف کے دن پر یقین رکھتے ہیں۔ اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک ان کے رب کے عذاب سے کسی کو نڈر نہ ہونا چاہئے۔ اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں ــــ مگر اپنی بیویوں سے یا اپنی مملوکہ عورتوں سے، پس ان پر ان کو کوئی ملامت نہیں، پھر جو شخص اس کے علاوہ کچھ اور چاہے تو وہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کو نباہتے ہیں۔ اور جو اپنی گواہیوں پر قائم رہتے ہیں۔ اور جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ جنتوں میں عزت کے ساتھ ہوں گے۔

۱۵ ـ ۳۵

ان آیات میں مختصر طور پر دونوں قسم کے انسانوں کی صفات بیان کر دی گئی ہیں۔ ان لوگوں کی بھی جو جنت میں داخل کئے جانے کے مستحق قرار پائیں گے اور ان لوگوں کی بھی جن کے اعمال انھیں قیامت کے دن جہنم میں گرانے کا سبب بنیں گے۔

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ۝۳۶ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ۝۳۷
اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ۝۳۸ كَلَّا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا
يَعْلَمُوْنَ ۝۳۹

پھر ان منکروں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ تمہاری طرف دوڑے چلے آرہے ہیں، دائیں سے اور بائیں

سے گروہ در گروہ۔ کیا ان میں سے ہر شخص یہ لالچ رکھتا ہے کہ وہ نعمت کے باغ میں داخل کر دیا جائے گا۔ ہرگز نہیں، ہم نے ان کو پیدا کیا ہے اس چیز سے جس کو وہ جانتے ہیں۔ ۳۶-۳۹

جو لوگ ناحق پر کھڑے ہوئے ہوں وہ اس وقت اپنی حیثیت کو ختم ہوتا ہوا محسوس کرتے ہیں جب کہ ان کے سامنے حق کی کھلی کھلی دعوت پیش کر دی جائے۔ وہ ایسی دعوت کو زیر کرنے کے لئے اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ان کی نامعقول روش انھیں جہنم کی طرف لے جا رہی ہوتی ہے۔ مگر اپنی جھوٹی خوش فہمی کے تحت وہ یہی سمجھتے رہتے ہیں کہ وہ جنت کی طرف اپنا تیز رفتار سفر طے کر رہے ہیں۔

فَلَآ أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ إِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَلٰٓى أَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۴۱﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۲﴾ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۴﴾ ع

پس نہیں میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی، ہم اس پر قادر ہیں کہ بدل کر ان سے بہتر لے آئیں، اور ہم عاجز نہیں ہیں۔ پس ان کو چھوڑ دو کہ وہ باتیں بنائیں اور کھیل کریں۔ یہاں تک کہ اپنے اس دن سے دوچار ہوں جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ جس دن قبروں سے نکل پڑیں گے دوڑتے ہوئے، جیسے وہ کسی نشانہ کی طرف بھاگ رہے ہوں۔ ان کی نگاہیں جھکی ہوں گی۔ ان پر ذلت چھائی ہوگی، یہ ہے وہ دن جس کا ان سے وعدہ تھا۔ ۴۰-۴۴

زمین پر بار بار مشرق اور مغرب کا بدلنا زمین کی اس انوکھی خصوصیت کی بنا پر ہوتا ہے جس کو محوری جھکاؤ (Axial tilt) کہتے ہیں۔ اور جس کی وجہ سے زمین پر مختلف قسم کے موسم پیدا ہوتے ہیں۔ سورج کی نسبت سے اگر زمین میں یہ جھکاؤ نہ ہوتا تو زمین انسان کے لئے بہت کم مفید ہوتی۔ اس جھکاؤ نے زمین کو انسان کے لئے بہت زیادہ مفید بنا دیا۔

جس دنیا میں کم بہتر کو زیادہ بہتر بنانے کی ایسی مثال موجود ہو اسی دنیا میں اسی نوعیت کے

دوسرے واقعات کا ظہور میں آنا کچھ بھی مستبعد نہیں۔ ان کھلی کھلی نشانیوں کے باوجود جو لوگ نصیحت نہ پکڑیں وہ بلاشبہہ غیر سنجیدہ لوگ ہیں۔ اور غیر سنجیدہ لوگ صرف اس وقت نصیحت پکڑتے ہیں جب کہ وہ اس کے لئے مجبور کر دئے گئے ہوں۔

سُوْرَةُ نُوْحٍ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٌ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَفِيْهَا رُكُوْعَانِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝١ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٢ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَ
اَطِيْعُوْنِ ۝٣ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ اَجَلَ
اللّٰهِ اِذَا جَاۗءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝٤

وقف لازم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا کہ اپنی قوم کے لوگوں کو خبردار کر دو اس سے پہلے کہ ان پر ایک دردناک عذاب آجائے۔ اس نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو، میں تمہارے لئے ایک کھلا ہوا ڈرانے والا ہوں کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اللہ تمہارے گناہوں سے درگزر کرے گا اور تم کو ایک معین وقت تک باقی رکھے گا۔ بے شک جب اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آجاتا ہے تو پھر وہ ٹالا نہیں جاتا۔ کاش کہ تم اس کو جانتے۔ ۱-۴

حضرت نوح غالباً حضرت آدم کے بعد سب سے پہلے پیغمبر ہیں۔ اس وقت کے بگڑے ہوئے انسانوں کو انھوں نے جو پیغام دیا اس کو یہاں تین لفظ میں بیان کیا گیا ہے —— عبادت، تقویٰ، اطاعتِ رسول۔ یعنی غیر اللہ کی پرستش چھوڑ کر ایک اللہ کی پرستش کرنا، دنیا میں اللہ سے ڈر کر زندگی گزارنا، اور ہر معاملہ میں اللہ کے رسول کو اپنے لئے قابل تقلید نمونہ سمجھنا۔ یہی ہر زمانہ میں تمام پیغمبروں کی اصل دعوت رہی ہے۔ اور یہی خود قرآن کی اصل دعوت ہے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ۝٥ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَاۗءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ۝٦
وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا
ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝٧ ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝٨ ثُمَّ اِنِّيْ

اَعۡلَنۡتُ لَهُمۡ وَ اَسۡرَرۡتُ لَهُمۡ اِسۡرَارًا ۙ﴿۹﴾ فَقُلۡتُ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ ؕ اِنَّهٗ كَانَ
غَفَّارًا ۙ﴿۱۰﴾ يُّرۡسِلِ السَّمَآءَ عَلَيۡكُمۡ مِّدۡرَارًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّيُمۡدِدۡكُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّبَنِيۡنَ وَيَجۡعَلۡ
لَّكُمۡ جَنّٰتٍ وَّيَجۡعَلۡ لَّكُمۡ اَنۡهٰرًا ؕ﴿۱۲﴾ مَا لَكُمۡ لَا تَرۡجُوۡنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۚ﴿۱۳﴾ وَقَدۡ
خَلَقَكُمۡ اَطۡوَارًا ﴿۱۴﴾ اَلَمۡ تَرَوۡا كَيۡفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۙ﴿۱۵﴾ وَّجَعَلَ
الۡقَمَرَ فِيۡهِنَّ نُوۡرًا وَّجَعَلَ الشَّمۡسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ وَاللّٰهُ اَنۡۢبَتَكُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ
نَبَاتًا ۙ﴿۱۷﴾ ثُمَّ يُعِيۡدُكُمۡ فِيۡهَا وَيُخۡرِجُكُمۡ اِخۡرَاجًا ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الۡاَرۡضَ ع ۱
بِسَاطًا ۙ﴿۱۹﴾ لِّتَسۡلُكُوۡا مِنۡهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾ ۹

نوح نے کہا کہ اے میرے رب، میں نے اپنی قوم کو شب و روز پکارا۔ مگر میری پکار نے ان کی دوری ہی میں اضافہ کیا۔ اور میں نے جب بھی ان کو بلایا کہ تو انھیں معاف کر دے تو انھوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں اور اپنے اوپر اپنے کپڑے لپیٹ لئے اور ضد پر اڑ گئے اور بڑا گھمنڈ کیا۔ پھر میں نے ان کو برملا پکارا۔ پھر میں نے ان کو کھلی تبلیغ کی اور ان کو چپکے سے سمجھایا۔ میں نے کہا کہ اپنے رب سے معافی مانگو، بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے خوب بارش برسائے گا اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا۔ اور تمہارے لئے باغ پیدا کرے گا۔ اور تمہارے لئے نہریں جاری کرے گا۔ تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کے لئے عظمت کے متوقع نہیں ہو۔ حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح سے بنایا۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان تہ بہ تہ بنائے۔ اور ان میں چاند کو نور اور سورج کو چراغ بنایا۔ اور اللہ نے تم کو زمین سے خاص اہتمام سے اگایا۔ پھر وہ تم کو زمین میں واپس لے جائے گا۔ اور پھر اس سے تم کو باہر لے آئے گا۔ اور اللہ نے تمہارے لئے زمین کو ہموار بنایا تاکہ تم اس کے کھلے راستوں میں چلو۔

۲۰-۵

حضرت نوح کی اس تقریر سے واضح ہوتا ہے کہ ان کا انداز دعوت بھی عین وہی تھا جو قرآن میں لوگوں کو دعوت دینے کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ حضرت نوح نے کائناتی واقعات سے استدلال کرتے ہوئے اپنی دعوت پیش کی۔ انھوں نے اجتماعی خطاب بھی کیا اور انفرادی گفتگوئیں بھی کیں۔ لوگوں کو اصلاح پر لانے کے لئے انھوں نے اپنی ساری کوشش صرف کر ڈالی۔ مگر قوم آپ کی بات ماننے پر راضی نہ ہوئی۔

مالکم لاترجون للہ وقارا کی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس نے ان الفاظ میں کی ہے:

لا تعظمون اللہ حق عظمتہ (تم اللہ کی عظمت اس طرح نہیں مانتے جس طرح اس کی عظمت ماننا چاہئے) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح کی قوم اللہ کا اقرار کرتی تھی مگر اس پر اللہ کی عظمت کا احساس اس طرح چھایا ہوا نہ تھا جس طرح کسی انسان پر چھایا ہوا ہونا چاہئے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہی خدا پرستی کا اصل معیار ہے۔ جو شخص خدا کی عظمت میں جی رہا ہو وہ خدا پرست ہے۔ اور جس کا دل خدا کی عظمت کے احساس میں ڈوبا ہوا نہ ہو وہ خدا پرست نہیں۔

قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا
خَسَارًا ﴿٢١﴾ وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿٢٢﴾ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا
وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا وَلَا تَزِدِ
الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ﴿٢٤﴾ مِّمَّا خَطِيئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوا
لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَنصَارًا ﴿٢٥﴾

نوح نے کہا کہ اے میرے رب، انھوں نے میرا کہا نہ مانا اور ایسے آدمیوں کی پیروی کی جن کے مال اور اولاد نے ان کے گھاٹے ہی میں اضافہ کیا۔ اور انھوں نے بڑی تدبیریں کیں۔ اور انھوں نے کہا کہ تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ اور تم ہرگز نہ چھوڑنا وَد کو اور سواع کو اور یغوث کو اور نسر کو۔ اور انھوں نے بہت لوگوں کو بہکا دیا۔ اور اب تو ان گمراہوں کی گمراہی میں ہی اضافہ کر۔ اپنے گناہوں کے سبب سے وہ غرق کئے گئے۔ پھر وہ آگ میں داخل کر دئے گئے۔ پس انھوں نے اپنے لئے اللہ سے بچانے والا کوئی مددگار نہ پایا۔

۲۱ - ۲۵

حضرت نوح کی دعوت کا لوگوں نے کیوں انکار کیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں کو حضرت نوح کے مقابلہ میں ان لوگوں کی باتیں زیادہ قابل لحاظ نظر آئیں جو دنیاوی لحاظ سے بڑائی کا درجہ حاصل کئے ہوئے تھے۔ وقت کے بڑوں نے اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں دعوت حق کا انکار کیا۔ اور جو چھوٹے تھے انھوں نے اس لئے انکار کیا کہ ان کے بڑے اس کے منکر بنے ہوئے تھے۔

حضرت نوح کے مخالفین نے حضرت نوح کے خلاف بڑی بڑی تدبیریں کیں۔ ان میں سے ایک خاص تدبیر یہ تھی کہ انھوں نے کہا کہ نوح ہمارے اکابر (ود اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر) کے خلاف ہیں۔ یہ پانچوں قدیم زمانہ کے صالح افراد تھے۔ بعد کو وہ دھیرے دھیرے لوگوں کی نظر میں مقدس

بن گئے۔ حتیٰ کہ لوگوں نے انھیں پوجنا شروع کر دیا۔ ان کے نام پر لوگوں کو حضرت نوح کے خلاف بھڑکانا آسان تھا، چنانچہ انھوں نے یہ کہہ کر آپ کو لوگوں کی نظر میں مشتبہ کر دیا کہ آپ بزرگوں کے راستہ کو چھوڑ کر نئے راستہ پر چل رہے ہیں۔

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾ إِنَّكَ إِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿٢٧﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ إِلَّا تَبَارًا ﴿٢٨﴾ ع ٢

اور نوح نے کہا کہ اے میرے رب، تو ان کافروں میں سے کوئی زمین پر بسنے والا نہ چھوڑ۔ اگر تو نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی نسل سے جو بھی پیدا ہوگا بدکار اور سخت کافر ہی ہوگا۔ اے میرے رب، میری مغفرت فرما۔ اور میرے ماں باپ کی مغفرت فرما۔ اور جو میرے گھر میں مومن ہو کر داخل ہو تو اس کی مغفرت فرما۔ اور سب مومن مردوں اور مومن عورتوں کو معاف فرما دے اور ظالموں کے لئے ہلاکت کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہ کر۔ ۲۸-۲۶

حضرت نوح کی دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے زمانہ میں بگاڑ اپنی آخری حد تک پہنچ چکا تھا۔ پورے معاشرے میں گمراہ عقائد وخیالات اس طرح چھا گئے تھے کہ جو بچہ اس معاشرہ میں پیدا ہو کر اٹھتا وہ گمراہی کے خیالات لے کر اٹھتا۔ جب معاشرہ اس درجہ کو پہنچ جائے تو اس کے بعد اس کے لئے اس کے سوا کچھ اور مقدر نہیں ہوتا کہ طوفان نوح کے ذریعہ اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔

سُوْرَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٍ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ﴿١﴾ يَّهْدِيْٓ إِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ أَحَدًا ﴿٢﴾ وَّأَنَّهُ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ﴿٣﴾ وَّأَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ

شَطَطًا ﴿۴﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۵﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ
رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴿۶﴾ وَّاَنَّهُمْ
ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ﴿۷﴾

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

کہو کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے قرآن سنا تو انھوں نے کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے۔ اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے۔ اس نے نہ کوئی بیوی بنائی ہے اور نہ اولاد۔ اور یہ کہ ہمارا نادان اللہ کے بارے میں بہت خلاف حق باتیں کہتا تھا۔ اور ہم نے گمان کیا تھا کہ انسان اور جن خدا کی شان میں کبھی جھوٹ بات نہ کہیں گے۔ اور یہ کہ انسانوں میں کچھ ایسے تھے جو جنات میں سے بعض کی پناہ لیتے تھے، تو انھوں نے جنوں کا غرور اور بڑھا دیا۔ اور یہ کہ انھوں نے بھی گمان کیا جیسا تمہارا گمان تھا کہ اللہ کسی کو نہ اٹھائے گا۔ ۷-۱

یہاں انسان کے سوا ایک اور مخلوق آباد ہے جس کو جن کہتے ہیں۔ انسان اس کو نہیں دیکھتا۔ قرآن میں ایک سے زیادہ مقام پر ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ سورہ جن کی ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنوں میں بھی گمراہ اور ہدایت یاب دونوں قسم کے ہوتے ہیں۔ انسانوں میں جس طرح نادان رہنما عوام کو بہکاتے ہیں۔ اسی طرح جنوں میں بھی نادان رہنما ہیں۔ اور وہ پُرفریب الفاظ بول کر انھیں راستہ سے بھٹکاتے رہتے ہیں۔

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ﴿۸﴾ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ
مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ﴿۹﴾ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ
اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴿۱۰﴾ وَّاَنَّا مِنَّا
الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ كُنَّا طَرَاۗىِٕقَ قِدَدًا ﴿۱۱﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ
اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ﴿۱۲﴾ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ۭ فَمَنْ

يُؤْمِنْ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ﴿۱۳﴾ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا
الْقٰسِطُوْنَ ۭ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰۗىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ
حَطَبًا ﴿۱۵﴾

اور ہم نے آسمان کا جائزہ لیا تو ہم نے پایا کہ وہ سخت پہریداروں اور شعلوں سے بھرا ہوا ہے۔ اور ہم اس کے بعض ٹھکانوں میں سننے کے لئے بیٹھا کرتے تھے، سو اب جو کوئی سننا چاہتا ہے تو وہ اپنے لئے ایک تیار شعلہ پاتا ہے۔ اور ہم نہیں جانتے کہ یہ زمین والوں کے لئے کوئی برائی چاہی گئی ہے یا ان کے رب نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے۔ اور یہ کہ ہم میں بعض نیک ہیں اور بعض اور طرح کے۔ ہم مختلف طریقوں پر ہیں۔ اور یہ کہ ہم نے سمجھ لیا کہ ہم زمین میں اللہ کو ہرا نہیں سکتے۔ اور نہ بھاگ کر اس کو ہرا سکتے ہیں۔ اور یہ کہ ہم نے جب ہدایت کی بات سنی تو ہم اس پر ایمان لائے، پس جو شخص اپنے رب پر ایمان لائے گا تو اس کو نہ کسی کمی کا اندیشہ ہوگا اور نہ زیادتی کا۔ اور یہ کہ ہم میں بعض فرماں بردار ہیں اور ہم میں بعض بے راہ ہیں، پس جس نے فرماں برداری کی تو انھوں نے بھلائی کا راستہ ڈھونڈ لیا۔ اور جو لوگ بے راہ ہیں تو وہ دوزخ کے ایندھن ہوں گے۔ ۱۵-۸

قرآن سننے والے جنوں نے قرآن کو سن کر نہ صرف فوراً اسے مان لیا بلکہ اسی کے ساتھ وہ اس کے مبلغ بن گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سچا کلام جب زندہ لوگوں کے کانوں تک پہنچتا ہے تو وہ بیک وقت دو قسم کے اثرات پیدا کرتا ہے ــــــ اس کی سچائی کا کھلے دل سے اعتراف، اور اس کی تبلیغ عام۔

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّاۗءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَمَنْ
يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿۱۷﴾ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ
ع اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾ ۧ
قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا

رَشَدًا ﴿٢١﴾ قُلْ إِنِّي لَن يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِن دُونِهِ
مُلْتَحَدًا ﴿٢٢﴾ إِلَّا بَلَاغًا مِّنَ اللَّهِ وَرِسَالَاتِهِ ۚ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ
نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ﴿٢٣﴾

اور مجھے وحی کی گئی ہے کہ یہ لوگ اگر راستہ پر قائم ہو جاتے تو ہم ان کو خوب سیراب کرتے۔ تاکہ اس میں ان کو آزمائیں، اور جو شخص اپنے رب کی یاد سے اعراض کرے گا تو وہ اس کو سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اور یہ کہ مسجدیں اللہ کے لئے ہیں پس تم اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔ اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کو پکارنے کے لئے کھڑا ہو تو لوگ اس پر ٹوٹ پڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ کہو کہ میں صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ کہو کہ میں تم لوگوں کے لئے نہ کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا۔ کہو کہ مجھ کو اللہ سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ اور نہ میں اس کے سوا کوئی پناہ پا سکتا ہوں۔ بس اللہ ہی کی طرف سے پہنچا دینا اور اس کے پیغاموں کی ادائگی ہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ۲۲ – ۱۶

موجودہ دنیا کا نظام امتحان کی مصلحت کے تحت بنایا گیا ہے۔ اسی لئے سچائی یہاں صرف پیغام رسانی کی حد تک سامنے لائی جاتی ہے۔ اگر امتحان کی مصلحت نہ ہو اور غیب کا پردہ ہٹا دیا جائے تو لوگ دیکھیں گے کہ فرشتوں سے لے کر جنات کے صالحین تک سب خدا کی خدائی کا اعتراف کر رہے ہیں اور ساری کائنات سراپا اس کی تصدیق بنی ہوئی ہے۔

حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ أَضْعَفُ نَاصِرًا وَأَقَلُّ عَدَدًا ﴿٢٤﴾
قُلْ إِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ مَّا تُوعَدُونَ أَمْ يَجْعَلُ لَهُ رَبِّي أَمَدًا ﴿٢٥﴾ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا
يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ﴿٢٦﴾ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِن
بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا ﴿٢٧﴾ لِّيَعْلَمَ أَن قَدْ أَبْلَغُوا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ وَأَحَاطَ بِمَا
ع ۱۲ لَدَيْهِمْ وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿٢٨﴾

یہاں تک کہ جب وہ دیکھیں گے اس چیز کو جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے تو وہ جان لیں گے کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کون تعداد میں کم ہے۔ کہو کہ میں نہیں جانتا کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ قریب ہے یا میرے رب نے اس کے لئے لمبی مدت مقرر کر رکھی ہے۔ غیب کا جاننے والا وہی ہے۔ وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ سوا اس رسول کے جس کو اس نے پسند کیا ہو، تو وہ اس کے آگے اور پیچھے محافظ لگا دیتا ہے۔ تاکہ اللہ جان لے کہ انھوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دئے ہیں اور وہ ان کے ماحول کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور اس نے ہر چیز کو گن رکھا ہے۔ ۲۸-۲۴

حق کا داعی بظاہر ایک عام انسان ہوتا ہے۔ اس لئے وہ لوگ اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں جن کے اوپر اس کی دعوت کی زد پڑ رہی ہو۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ داعیٔ حق کے خلاف کارروائی خود خدا کے خلاف کارروائی ہے، اور کون ہے جو خدا کے خلاف کارروائی کرکے کامیاب ہو۔

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ عِشْرُوْنَ اٰيَةً فِيْهَا رُكُوْعَانِ

يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ﴿۳﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ؕ﴿۴﴾ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴿۵﴾

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اے کپڑے میں لپٹنے والے، رات میں قیام کر مگر تھوڑا حصہ۔ آدھی رات یا اس سے کچھ کم کردو۔ یا اس سے کچھ بڑھا دو، اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالنے والے ہیں۔ ۵-۱

"ٹھہر ٹھہر کر پڑھو" کا مطلب یہ ہے کہ مفہوم پر دھیان دیتے ہوئے پڑھو۔ جب آدمی ایسا کرے تو قاری اور قرآن کے درمیان ایک دوطرفہ عمل شروع ہو جاتا ہے۔ قرآن اس کے لئے ایک الٰہی خطاب ہوتا ہے اور اس کا دل ہر آیت پر اس خطاب کا جواب دیتا چلا جاتا

ہے۔ جب قرآن میں اللہ کی بڑائی کا ذکر آتا ہے تو قاری کا پورا وجود اس کی بڑائی کے احساس سے دب جاتا ہے۔ جب قرآن میں خدا کے احسانات بتائے جاتے ہیں تو اس کو سوچ کر قاری کا دل خدا کے شکر سے بھر جاتا ہے۔ جب قرآن میں خدا کی پکڑ کا بیان ہوتا ہے تو قاری اس کو پڑھ کر کانپ اٹھتا ہے۔ جب قرآن میں کوئی حکم بتایا جاتا ہے تو قاری کے اندر یہ جذبہ مستحکم ہوتا ہے کہ وہ اس حکم کو اختیار کرکے اپنے رب کا فرماں بردار بنے۔

"بھاری قول" سے مراد انذار کا وہ حکم ہے جو اگلی سورہ میں آرہا ہے۔ (قم فانذر، المدثر ۲) یعنی آخرت کے مسئلہ سے لوگوں کو آگاہ کر دے۔ یہ کام بلاشبہہ اس دنیا کا مشکل ترین کام ہے۔ اس کے لئے داعی کو بے آمیز حق پر کھڑا ہونا پڑتا ہے، خواہ وہ تمام لوگوں کے درمیان اجنبی بن جائے۔ اس کو لوگوں کی ایذاؤں کو برداشت کرنا پڑتا ہے تاکہ اس کے اور مخاطبین کے درمیان داعی اور مدعو کا رشتہ آخر وقت تک باقی رہے۔ اس کو یک طرفہ طور پر اپنے آپ کو صبر اور اعراض کا پابند کرنا پڑتا ہے۔ تاکہ کسی بھی حال میں اس کی داعیانہ حیثیت مجروح نہ ہونے پائے۔

إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا ۶ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا
طَوِيلًا ۷ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۸ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ۹ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا
جَمِيلًا ۱۰ وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ۱۱ إِنَّ لَدَيْنَا
أَنْكَالًا وَجَحِيمًا ۱۲ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا ۱۳ يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ
وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَهِيلًا ۱۴

بے شک رات کا اٹھنا سخت روندتا ہے اور بات ٹھیک نکلتی ہے۔ بے شک تم کو دن میں بہت کام رہتا ہے۔ اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ سب سے الگ ہو کر۔ وہ مشرق اور مغرب کا مالک ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، پس تم

اس کو اپنا کارساز بنالو۔ اور لوگ جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کرو۔ اور بھلی طرح ان سے الگ ہو جاؤ اور جھٹلانے والے خوش حال لوگوں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو اور ان کو تھوڑی ڈھیل دے دو۔ ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور دوزخ ہے۔ اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا ہے اور دردناک عذاب ہے۔ جس دن زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں گے اور پہاڑ ریت کے پھسلتے ہوئے تودے ہو جائیں گے۔ ۱۴-۶

بے آمیز حق کی دعوت لے کر اٹھنا مشکل ترین مہم کے لئے اٹھنا ہے۔ ایسا شخص پورے ماحول میں ایک غیر مطلوب شخص بن جاتا ہے۔ ایسی حالت میں حق کا داعی جس واحد ہستی کو اپنا مونس اور کارساز پاتا ہے وہ اس کا خدا ہے۔ وہ نہ صرف دل میں اپنے خدا کو یاد کرتا رہتا ہے بلکہ وہ رات کے وقتوں میں بھی اس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ رات کا وقت فراغت کا وقت ہے۔ رات کے سناٹے میں اس کا زیادہ موقع ہوتا ہے کہ آدمی پوری یکسوئی کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہو سکے۔ دعوت حق کے کٹھن راستہ میں داعی کا اصل ہتھیار یہی ہے۔

سچے داعی کا یہ طریقہ ہے کہ اس کو مدعو کی طرف سے تکلیف پہنچتی ہے تو وہ مدعو سے نہیں الجھتا بلکہ وہ خدا کی طرف دوڑتا ہے۔ وہ آخری حد تک اپنے آپ کو ردعمل کی نفسیات سے بچاتا ہے۔ اور ردعمل کی نفسیات سے بلند ہو کر کام کرنا ہی وہ واحد لازمی شرط ہے جو کسی شخص کو حقیقی معنوں میں حق کا داعی بناتی ہے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ﴿۱۵﴾
فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا ﴿۱۶﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِنْ كَفَرْتُمْ
يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ﴿۱۷﴾ السَّمَاءُ مُنْفَطِرٌ بِهِ ۚ كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ﴿۱۸﴾
ع ۱ ۱۴ إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿۱۹﴾

ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے، تم پر گواہ بنا کر، جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا۔ پھر فرعون نے رسول کا کہنا نہ مانا تو ہم نے اس کو پکڑا سخت پکڑنا۔ پس اگر تم نے انکار کیا تو تم اس دن کے عذاب سے کیسے بچوگے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا جس میں آسمان پھٹ

جائے گا، بے شک اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ یہ ایک نصیحت ہے، پس جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ اختیار کرلے ـ ۱۹ - ۱۵

پیغمبر کا آنا حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ یہی فیصلہ پہلے موسیٰ اور فرعون کے درمیان ہوا تھا۔ پھر یہی فیصلہ پیغمبر اسلام اور قریش کے درمیان ہوا۔ جو لوگ دنیا میں خدا کے داعی کے آگے نہ جھکیں وہ اپنے لئے یہ خطرہ مول لے رہے ہیں کہ آخرت میں انھیں خدا کے عذاب کے آگے جھکنا پڑے۔

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۟ ۲۰

ع ۲ / ۱۴

بے شک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم دو تہائی رات کے قریب یا آدھی رات یا ایک تہائی رات قیام کرتے ہو، اور ایک گروہ تمہارے ساتھیوں میں سے بھی۔ اور اللہ ہی رات اور دن کا اندازہ ٹھہراتا ہے، اس نے جانا کہ تم اس کو پورا نہ کرسکو گے پس اس نے تم پر مہربانی فرمائی، اب قرآن سے پڑھو جتنا تم کو آسان ہو، اس نے جانا کہ تم میں بیمار ہوں گے اور کتنے لوگ اللہ کے فضل کی تلاش میں زمین میں سفر کریں گے۔ اور دوسرے ایسے لوگ بھی ہوں گے جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے، پس اس میں سے پڑھو جتنا تم کو آسان ہو، اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو قرض دو اچھا قرض۔ اور جو بھلائی تم اپنے لئے

آگے بھیجوگے اس کو اللہ کے یہاں موجود پاؤگے، وہ بہتر ہے اور ثواب میں زیادہ، اور اللہ سے معافی مانگو، بے شک اللہ بخشنے والا، مہربان ہے۔ ۲۰

دین میں جو فرض اعمال ہیں وہ عام انسان کی استطاعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے مقرر کئے گئے ہیں۔ مگر یہ فرائض صرف لازمی حدود کو بتاتے ہیں۔ اس لازمی حد کے آگے بھی مطلوب اعمال ہیں مگر وہ نوافل ہیں۔ مثلاً پنج وقتہ نمازوں کے بعد تہجد، زکوٰۃ کے بعد مزید انفاق وغیرہ۔ یہ آدمی کے اپنے حوصلے کا امتحان ہے کہ وہ کتنا زیادہ عمل کرتا ہے اور آخرت میں کتنا زیادہ انعام کا مستحق بنتا ہے۔

سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝١ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝٢ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝٣ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝٤ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝٥ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝٦ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝٧

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اے کپڑے میں لپٹنے والے، اٹھ اور لوگوں کو ڈرا۔ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر۔ اور اپنے کپڑے کو پاک رکھ۔ اور گندگی کو چھوڑ دے۔ اور ایسا نہ کرو کہ احسان کرو اور بہت بدلہ چاہو اور اپنے رب کے لئے صبر کرو۔ ۷-۱

اس دنیا میں اصل پیغمبرانہ کام انذار ہے۔ یعنی آخرت میں پیش آنے والے سنگین مسئلہ سے لوگوں کو آگاہ کرنا۔ یہ کام وہی شخص کرسکتا ہے جس کا دل اللہ کی بڑائی سے لبریز ہو۔ جو اچھے اخلاق کا مالک ہو۔ جو ہر قسم کی برائی سے دور ہو۔ جو بدلہ کی امید کے بغیر نیکی کرے۔ جو دوسروں کی طرف سے پیش آنے والی تکلیفوں پر یک طرفہ صبر کرسکے۔

فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۝٨ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۝٩ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ۝١٠ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۝١١ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۝١٢ وَّبَنِيْنَ

شُهُودًا ۝ وَمَهَّدْتُ لَهُ تَمْهِيدًا ۝ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ۝ كَلَّا إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ۝ سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا ۝

پھر جب صور پھونکا جائے گا تو وہ بڑا سخت دن ہوگا۔ کافروں پر آسان نہ ہوگا۔ چھوڑ دو مجھ کو اور اس شخص کو جس کو میں نے پیدا کیا اکیلا۔ اور اس کو بہت سا مال دیا اور پاس رہنے والے بیٹے۔ اور سب طرح کا سامان اس کے لئے مہیا کر دیا۔ پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اس کو اور زیادہ دوں۔ ہرگز نہیں، وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے۔ عنقریب میں اس کو ایک سخت چڑھائی چڑھاؤں گا۔ ۸-۱۷

جو آدمی اپنے آپ کو اس حال میں پاتا ہے کہ اس کے پاس مال بھی ہے اور ساتھیوں کی فوج بھی، اس کے اندر جھوٹا اعتماد پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ سمجھنے لگتا ہے کہ موجودہ دنیا میں جس طرح میرے احوال درست ہیں اسی طرح وہ آخرت میں بھی درست رہیں گے مگر قیامت کے آتے ہی ساری صورت حال بدل جائے گی۔ وہ شخص جو دنیا میں ہر طرف آسانیاں دیکھ رہا تھا، وہ قیامت کے دن اپنے آپ کو ناقابل عبور دشواریوں کے درمیان گھرا ہوا پائے گا۔

إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ نَظَرَ ۝ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝ فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ۝ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝

اس نے سوچا اور بات بنائی۔ پس وہ ہلاک ہو اس نے کیسی بات بنائی۔ پھر وہ ہلاک ہو اس نے کیسی بات بنائی، پھر اس نے دیکھا۔ پھر اس نے تیوری چڑھائی اور منہ بنایا۔ پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا۔ پھر بولا یہ تو محض ایک جادو ہے جو پہلے سے چلا آرہا ہے۔ یہ تو بس آدمی کا کلام ہے۔ ۱۸-۲۵

حق کو ماننے میں سب سے بڑی رکاوٹ تکبر ہے۔ جو لوگ ماحول میں بڑائی کا درجہ حاصل کرلیں وہ حق کا اعتراف اس لئے نہیں کرتے کہ اس کا اعتراف کرنے سے ان کی بڑائی ختم ہو جائے گی۔ اپنے اس عدم اعتراف کو چھپانے کے لئے وہ مزید یہ کرتے ہیں کہ داعی کے کلام میں عیب نکالتے ہیں۔ وہ داعی پر الزام لگا کر اس کی حیثیت کو گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔

سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ۝ وَمَآ أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ ۝ لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝ وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً ۙ وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا ۙ وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ ۙ وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْكَافِرُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا ۚ كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ۚ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْبَشَرِ ۝ ع ۱۵

میں اس کو عنقریب دوزخ میں داخل کردوں گا۔ اور تم کیا جانو کہ کیا ہے دوزخ۔ نہ باقی رہنے دے گی اور نہ چھوڑے گی۔ کھال جھلس دینے والی۔ اس پر ۱۹ فرشتے ہیں۔ اور ہم نے دوزخ کے کارکن صرف فرشتے بنائے ہیں۔ اور ہم نے ان کی جو گنتی رکھی ہے وہ صرف منکروں کو جانچنے کے لئے تاکہ یقین حاصل کریں وہ لوگ جن کو کتاب عطا ہوئی۔ اور ایمان والے اپنے ایمان کو بڑھائیں اور اہل کتاب اور مومنین شک نہ کریں، اور تاکہ جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے اور منکر لوگ کہیں کہ اس سے اللہ کی کیا مراد ہے۔ اس طرح اللہ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور تیرے رب کے لشکر کو صرف وہی جانتا ہے، اور یہ تو صرف سمجھانا ہے لوگوں کے واسطے۔ ۳۱-۲۶

جہنم کے احوال جو قرآن میں بتائے گئے ہیں وہ سب ان دیکھی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ جہنم میں ۱۹ فرشتوں کا ہونا بھی اسی نوعیت کی چیز ہے۔ آدمی اگر موشگافی کرے تو یہ چیز یں

اس کے شبہات میں اضافہ کریں گی۔ لیکن اگر مثل ایمان کا طریقہ اختیار کیا جائے تو اس قسم کی باتوں سے آدمی کے خوفِ آخرت میں اضافہ ہوگا۔

كَلَّا وَالْقَمَرِ ۝ وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ۝ وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ ۝ إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ۝
نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ۝ لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ۝ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ
رَهِينَةٌ ۝ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ۝ فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ۝
مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ۝ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ۝
وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ۝ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝ حَتَّىٰ أَتَانَا
الْيَقِينُ ۝ فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ۝

ہرگز نہیں، قسم ہے چاند کی۔ اور رات کی جب کہ وہ جانے لگے۔ اور صبح کی جب وہ روشن ہو جائے وہ دوزخ بڑی چیزوں میں سے ہے، انسان کے لئے ڈراوا، ان کے لیے جو تم میں سے آگے کی طرف بڑھے یا پیچھے کی طرف ہٹے۔ ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں رہن ہے، دائیں والوں کے سوا، وہ باغوں میں ہوں گے، پوچھتے ہوں گے، مجرموں سے، تم کو کیا چیز دوزخ میں لے گئی۔ وہ کہیں گے۔ ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے۔ اور ہم غریبوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔ اور ہم بحث کرنے والوں کے ساتھ بحث کرتے تھے۔ اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ یقینی بات ہم پر آگئی تو ان کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کچھ فائدہ نہ دے گی۔ ۳۲-۴۸

اس دنیا میں گردش کا نظام ہے۔ اسی کی وجہ سے چاند کی تاریخیں بدلتی ہیں اور زمین پر باری باری رات اور دن آتے ہیں۔ یہ گردش اور تبدیلی کا نظام گویا ایک اشارہ ہے کہ اسی طرح موجودہ دور بدل کر آخرت کا دور آئے گا۔ جو لوگ اس نظام پر غور کریں وہ چاہیں گے کہ "رات" کے آنے سے پہلے اپنے "دن" کو استعمال کر لیں۔ وہ جہنم والے اعمال سے بھاگیں گے اور جنت والے اعمال کو اختیار کریں گے۔

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ﴿٤٩﴾ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ﴿٥٠﴾ فَرَّتْ مِن
قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿٥٢﴾ كَلَّا بَلْ
لَّا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ﴿٥٣﴾ كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ﴿٥٤﴾ فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ ﴿٥٥﴾ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا
أَن يَشَاءَ اللَّهُ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿٥٦﴾ ع

پھر ان کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ نصیحت سے روگردانی کرتے ہیں۔ گویا کہ وہ وحشی گدھے ہیں جو شیر سے بھاگے جا رہے ہیں۔ بلکہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کو کھلے ہوئے نوشتے دئے جائیں۔ ہرگز نہیں، بلکہ یہ لوگ آخرت سے نہیں ڈرتے۔ ہرگز نہیں، یہ تو ایک نصیحت ہے۔ پس جس کا جی چاہے، اس سے نصیحت حاصل کرے۔ اور وہ اس سے نصیحت حاصل نہیں کریں گے مگر یہ کہ اللہ چاہے، وہی ہے جس سے ڈرنا چاہئے اور وہی ہے بخشنے کے لائق۔ ۵۶-۴۹

نصیحت خواہ کتنی ہی مدلل ہو، سننے والے کے لئے وہ اسی وقت موثر بنتی ہے جب کہ وہ اس کے بارے میں سنجیدہ ہو۔ اگر سننے والا سنجیدہ نہ ہو تو نصیحت اس کے دل میں نہیں اترے گی۔ جو دلیل ایک سنجیدہ انسان کو تڑپا دیتی ہے وہ صرف اس کی لایعنی بحثوں میں اضافہ کرنے کا باعث بنے گی۔

سُورَةُ الْقِيَامَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ أَرْبَعُونَ آيَةً وَفِيهَا رُكُوعَانِ

لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ ﴿١﴾ وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ﴿٢﴾ أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَلَّن
نَّجْمَعَ عِظَامَهُ ﴿٣﴾ بَلَىٰ قَادِرِينَ عَلَىٰ أَن نُّسَوِّيَ بَنَانَهُ ﴿٤﴾ بَلْ يُرِيدُ الْإِنسَانُ
لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ ﴿٥﴾ يَسْأَلُ أَيَّانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ ﴿٦﴾ فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ﴿٧﴾ وَخَسَفَ
الْقَمَرُ ﴿٨﴾ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ﴿٩﴾ يَقُولُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ ﴿١٠﴾ كَلَّا
لَا وَزَرَ ﴿١١﴾ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ﴿١٢﴾ يُنَبَّأُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ
وَأَخَّرَ ﴿١٣﴾ بَلِ الْإِنسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ ﴿١٤﴾ وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ ﴿١٥﴾

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

نہیں، میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی۔ اور نہیں، میں قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی۔ کیا انسان خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہ کریں گے۔ کیوں نہیں، ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کی پور پور تک درست کر دیں۔ بلکہ انسان چاہتا ہے کہ ڈھٹائی کرے اس کے سامنے۔ وہ پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا۔ پس جب آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی۔ اور چاند بے نور ہو جائے گا۔ اور سورج اور چاند اکٹھا کر دئے جائیں گے۔ اس دن انسان کہے گا کہ کہاں بھاگوں۔ ہرگز نہیں، کہیں پناہ نہیں۔ اس دن تیرے رب ہی کے پاس ٹھکانا ہے۔ اس دن انسان کو بتایا جائے گا کہ اس نے کیا آگے بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑا۔ بلکہ انسان خود اپنے آپ کو جانتا ہے، چاہے وہ کتنے ہی بہانے پیش کرے۔ 15-1

انسان کے اندر پیدائشی طور پر یہ شعور موجود ہے کہ وہ برائی اور بھلائی میں تمیز کرتا ہے۔ وہ عین اپنی فطرت کے تحت یہ چاہتا ہے کہ برائی کرنے والے کو سزا ملے اور بھلائی کرنے والے کو انعام دیا جائے۔ یہی وہ شعور ہے جس کو قرآن میں نفس لوامہ کہا گیا ہے۔ یہ نفس لوامہ عالم آخرت کے حقیقی ہونے کی ایک نفسیاتی شہادت ہے۔ اس داخلی شہادت کے بعد جو شخص اس کے تقاضے پورے نہ کرے وہ گویا اپنی ہی مانی ہوئی بات کا انکار کر رہا ہے۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿١٦﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿١٧﴾ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿١٨﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿١٩﴾

تم اس کے پڑھنے پر اپنی زبان نہ چلاؤ تاکہ تم اس کو جلدی سیکھ لو۔ ہمارے اوپر ہے اس کو جمع کرنا اور اس کو سنانا۔ پس جب ہم اس کو سنائیں تو تم اس سنانے کی پیروی کرو۔ پھر ہمارے اوپر ہے اس کو بیان کر دینا۔ 19-16

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اترتی تو آپ اس کو لینے میں جلدی فرماتے۔ اس سے آپ کو منع کر دیا گیا۔ اس سلسلہ میں مزید فرمایا کہ قرآن کا جو حصہ اتر چکا ہے اور جو تم کو

مخاطب بنا رہا ہے ، اس پر ساری توجہ صرف کرو نہ کہ قرآن کے اس بقیہ حصہ پر جو ابھی اترا نہیں اور جس نے ابھی تم کو مخاطب نہیں بنایا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس وقت جس حصہ قرآن کا ایک شخص مکلف ہے اسی پر اس کو سب سے زیادہ توجہ دینا چاہئے۔ جس حصہ قرآن کا ایک شخص مکلف نہ ہو اس کے پیچھے دوڑنا "عجلت" ہے جو قرآنی حکمت کے سراسر خلاف ہے۔

كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ۝ وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ ۝ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ ۝ إِلَىٰ
رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ۝ تَظُنُّ أَنْ يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝ كَلَّا
إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝ وَقِيلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ۝ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ وَالْتَفَّتِ
السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ۝ ع ۱۷

ہرگز نہیں، بلکہ تم چاہتے ہو جو جلد آئے۔ اور تم چھوڑتے ہو جو دیر میں آئے۔ کچھ چہرے اس دن بارونق ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔ اور کچھ چہرے اس دن اداس ہوں گے۔ گمان کر رہے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا۔ ہرگز نہیں، جب جان حلق تک پہنچ جائے گی۔ اور کہا جائے گا کہ کون ہے جھاڑ پھونک کرنے والا۔ اور وہ گمان کرے گا کہ یہ جدائی کا وقت ہے۔ اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔ وہ دن ہوگا تیرے رب کی طرف جانے کا۔ ۳۰-۲۰

آخرت کی طرف سے غفلت کی وجہ ہمیشہ صرف ایک ہوتی ہے، اور وہ حُبِ عاجلہ ہے۔ یعنی اپنے عمل کا فوری نتیجہ چاہنا۔ آخرت کے لئے عمل کا نتیجہ دیر میں ملتا ہے۔ اس لئے آدمی اس کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ اور دنیا کے لئے عمل کا نتیجہ فوراً ملتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس لئے آدمی اس کی طرف دوڑ پڑتا ہے۔ لوگ دیکھتے ہیں کہ ہر آدمی پر آخر کار موت طاری ہوتی ہے اور اس کی تمام کامیابیوں کو باطل کر دیتی ہے۔ مگر کوئی شخص اس سے سبق نہیں لیتا۔ یہاں تک کہ خود اس کی موت کا لمحہ آجائے اور وہ اس سے سبق لینے کی مہلت چھین لے۔

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ ۝ وَلَٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۝ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ

يَتَمَطّٰىؕ‏ ۝۳۳ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰىۙ‏ ۝۳۴ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰىؕ‏ ۝۳۵ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ
سُدًىؕ‏ ۝۳۶ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِىٍّ يُّمْنٰىۙ‏ ۝۳۷ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ
فَسَوّٰىۙ‏ ۝۳۸ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰىؕ‏ ۝۳۹ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى
ع ۲ ۱۸ اَنْ يُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى ۝۴۰

تو اس نے نہ سچ مانا اور نہ نماز پڑھی۔ بلکہ جھٹلایا اور منھ موڑا۔ پھر اکڑتا ہوا اپنے لوگوں کی طرف چلا گیا۔ افسوس ہے تجھ پر افسوس ہے۔ پھر افسوس ہے تجھ پر افسوس ہے۔ کیا انسان خیال کرتا ہے کہ وہ بس یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا۔ کیا وہ ٹپکائی ہوئی منی کی ایک بوند نہ تھا۔ پھر وہ علقہ ہوگیا، پھر اللہ نے بنایا، پھر اعضا درست کئے۔ پھر اس کی دو قسمیں کردیں، مرد اور عورت۔ کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مُردوں کو زندہ کردے۔ ۴۰-۳۱

انسان ابتداءً اپنی ماں کی پیٹ میں ایک بوند کی مانند داخل ہوتا ہے۔ پھر وہ بڑھ کر علقہ (جونک) کی مانند ہوجاتا ہے۔ پھر مزید ترقی ہوتی ہے اور اس کے اعضا اور نقوش بنتے ہیں۔ پھر وہ مرد یا عورت بن کر باہر آتا ہے۔ یہ تمام حیرت ناک تصرفات انسان کی کوشش کے بغیر ہوتے ہیں۔ پھر قدرت کا جو نظام روزانہ یہ عجائب ظہور میں لا رہا ہے اس کے لئے موجودہ دنیا کے بعد ایک اور دنیا بنا دینا کیا مشکل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سچائی کو ماننے میں جو چیز رکاوٹ بنتی ہے وہ لوگوں کی اَنانیت ہے نہ کہ دلائل و قرائن کی کمی۔

سُوْرَةُ الدَّهْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اِحْدٰى وَثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَفِيْهَا رُكُوْعَانِ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝۱ اِنَّا خَلَقْنَا
الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝۲ اِنَّا هَدَيْنٰهُ
السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝۳

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

کبھی انسان پر زمانہ میں ایک وقت گزرا ہے کہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ ہم نے انسان کو ایک مخلوط بوند سے پیدا کیا، ہم اس کو پلٹتے رہے۔ پھر ہم نے اس کو سننے والا، دیکھنے والا بنا دیا۔ ہم نے اس کو راہ سمجھائی، چاہے وہ شکر کرنے والا بنے یا انکار کرنے والا۔ ۳-۱

قرآن ساتویں صدی عیسوی میں اترا۔ اس وقت ساری دنیا میں کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ رحم مادر میں انسان کا آغاز ایک مخلوط نطفہ سے ہوتا ہے۔ یہ صرف بیسویں صدی کی بات ہے کہ انسان نے یہ جانا کہ انسان اور (حیوان) کا ابتدائی نطفہ دو اجزاء سے مل کر بنتا ہے ایک عورت کا بیضہ (Ovum) اور دوسرے مرد کا نطفہ (Sperm) یہ دونوں خوردبینی اجزاء جب باہم مل جاتے ہیں اس وقت رحم مادر میں وہ چیز بننا شروع ہوتی ہے جو بالآخر انسان کی صورت اختیار کرتی ہے۔ ڈیڑھ ہزار سال پہلے قرآن میں نطفہ امشاج (مخلوط نطفہ) کا لفظ آنا اس بات کا ثبوت ہے کہ قرآن خدا کی کتاب ہے۔

قرآن میں اس طرح کی بہت سی مثالیں ہیں۔ یہ استثنائی مثالیں واضح طور پر قرآن کو خدا کی کتاب ثابت کرتی ہے۔ اور جب یہ بات ثابت ہو جائے کہ قرآن خدا کی کتاب ہے تو اس کے بعد قرآن کا ہر بیان مجرد قرآن کا بیان ہونے کی بنیاد پر درست ماننا پڑے گا۔

إِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِينَ سَلٰسِلَا۟ وَأَغْلٰلًا وَسَعِيرًا ۝٤ إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِن
كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ۝٥ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ۝٦ يُوفُونَ
بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۝٧ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهِ
مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝٨ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَآءً وَلَا
شُكُورًا ۝٩ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ۝١٠ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ
وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ۝١١ وَجَزٰىهُم بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا ۝١٢ مُّتَّكِـِٔينَ فِيهَا
عَلَى الْأَرَآئِكِ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا ۝١٣ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَ

ذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ۝۱۴ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۟ ۝۱۵ قَوَارِيْرَا۟ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ۝۱۶

ہم نے منکروں کے لئے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔ نیک لوگ ایسے پیالے سے پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی۔ اس چشمہ سے اللہ کے بندے پئیں گے۔ وہ اس کی شاخیں نکالیں گے۔ وہ لوگ واجبات کو پورا کرتے ہیں اور ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہوگی۔ اور اس کی محبت پر کھانا کھلاتے ہیں محتاج کو اور یتیم کو اور قیدی کو۔ ہم جو تم کو کھلاتے ہیں تو اللہ کی خوشی چاہنے کے لئے۔ ہم نہ تم سے بدلہ چاہتے اور نہ شکرگزاری۔ ہم اپنے رب کی طرف سے ایک سخت اور تلخ دن کا اندیشہ رکھتے ہیں۔ پس اللہ نے ان کو اس دن کی سختی سے بچالیا۔ اور ان کو تازگی اور خوشی عطا فرمائی اور ان کے صبر کے بدلہ میں ان کو جنت اور ریشمی لباس عطا کیا۔ ٹیک لگائے ہوں گے اس میں تختوں پر، اس میں نہ وہ گرمی سے دوچار ہوں گے اور نہ سردی سے۔ جنت کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور اس کے پھل ان کے بس میں ہوں گے۔ اور ان کے آگے چاندی کے برتن اور شیشے کے پیالے گردش میں ہوں گے۔ شیشے چاندی کے ہوں گے، جن کو بھرنے والوں نے مناسب انداز سے بھرا ہوگا۔ ۴-۱۶

دنیا میں انسان کو آزاد پیدا کیا گیا، اور پھر اس کو راہ دکھا دی گئی۔ ناشکری کی راہ اور شکرگزار زندگی کی راہ۔ اب یہ انسان کے اپنے اوپر ہے کہ وہ دونوں میں سے کون سی راہ اختیار کرتا ہے۔ جو شخص ناشکری کا طریقہ اختیار کرے اس کے لئے آخرت میں دوزخ کا عذاب ہے۔ اور جو شخص شکرگزاری کا طریقہ اختیار کرے اس کے لئے جنت کی نعمتیں۔

وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۝۱۷ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۝۱۸ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ۝۱۹ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ۝۲۰ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۡ وَّحُلُّوْٓا

أَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ﴿٢١﴾ إِنَّ هَٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً
وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا ﴿٢٢﴾

اور وہاں ان کو ایک اور جام پلایا جائے گا جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔ یہ اس میں ایک چشمہ ہے جس کو سلسبیل کہا جاتا ہے۔ اور ان کے پاس پھر رہے ہوں گے ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، تم انھیں دیکھو تو سمجھو کہ موتی ہیں جو بکھیر دئے گئے ہیں۔ اور تم جہاں دیکھو گے وہیں عظیم نعمت اور عظیم بادشاہی دیکھو گے۔ ان کے اوپر باریک ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے اور دبیز ریشم کے کپڑے بھی، اور ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ اور ان کا رب ان کو پاکیزہ مشروب پلائے گا۔ بے شک یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری کوشش مقبول ہوئی۔ ۲۲ - ۱۷

یہ برتر جنت کا بیان ہے جہاں زیادہ برتر ایمان کا ثبوت دینے والے لوگ بسائے جائیں گے۔ اس جنت کے باشندوں کو شاہانہ نعمتیں حاصل ہوں گی۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ﴿٢٣﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ
آثِمًا أَوْ كَفُورًا ﴿٢٤﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٢٥﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ
لَيْلًا طَوِيلًا ﴿٢٦﴾ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ﴿٢٧﴾
نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ ۖ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَالَهُمْ تَبْدِيلًا ﴿٢٨﴾ إِنَّ
هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿٢٩﴾ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ
اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٣٠﴾ يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ وَالظَّالِمِينَ
أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٣١﴾

ہم نے تم پر قرآن تھوڑا تھوڑا کرکے اتارا ہے۔ پس تم اپنے رب کے حکم پر صبر کرو اور ان میں سے کسی گناہ گار یا ناشکر کی بات نہ مانو۔ اور اپنے رب کا نام صبح وشام یاد کرو۔ اور رات کو بھی اس کو سجدہ کرو۔ اور اس کی تسبیح کرو رات کے طویل حصہ میں۔ یہ لوگ جلدی ملنے والی چیز کو چاہتے ہیں اور انھوں

نے چھوڑ رکھا ہے اپنے پیچھے ایک بھاری دن کو۔ ہم ہی نے ان کو پیدا کیا اور ہم نے ان کے جوڑ بند مضبوط کئے، اور جب ہم چاہیں گے انھیں جیسے لوگ ان کی جگہ بدل لائیں گے۔ یہ ایک نصیحت ہے، پس جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرلے۔ اور تم نہیں چاہ سکتے مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ بے شک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے، اور ظالموں کے لئے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ۳۱-۲۳

حق کی دعوت کو نہ ماننے کے دو خاص سبب ہوتے ہیں۔ یا تو آدمی کے سامنے دنیا کا مفاد ہوتا ہے اور مفاد سے محرومی کا اندیشہ اس کو حق کی طرف بڑھنے نہیں دیتا۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ آدمی تکبر کی نفسیات میں مبتلا ہو اور اس کا تکبر اس میں مانع بن جائے کہ وہ اپنے سے باہر کسی کی بڑائی کو تسلیم کرے۔ یہ دونوں قسم کے لوگ دعوتِ حق کی راہ میں طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالتے ہیں۔ مگر حق کے داعی کو حکم ہے کہ وہ ان کا لحاظ کئے بغیر اپنا کام صبر کے ساتھ جاری رکھے۔

سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسُوْنَ اٰيَةً وَفِيْهَا رُكُوْعَانِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿۱﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿۲﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ﴿۳﴾ فَالْفٰرِقٰتِ
فَرْقًا ﴿۴﴾ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ﴿۵﴾ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ﴿۶﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قسم ہے ہواؤں کی جو چھوڑ دی جاتی ہیں۔ پھر وہ طوفانی رفتار سے چلتی ہیں۔ اور بادلوں کو اٹھا کر پھیلاتی ہیں۔ پھر معاملہ کو جدا کرتی ہیں۔ پھر یاددہانی ڈالتی ہیں۔ عذر کے طور پر یا ڈراوے کے طور پر۔ جو وعدہ تم سے کیا جارہا ہے وہ ضرور واقع ہونے والا ہے۔ ۷-۱

سمندر سے بھاپ اٹھ کر فضا میں جاتی ہے اور بادل بن جاتی ہے۔ ان بادلوں کو ہوائیں اڑا کر ایک طرف سے دوسری طرف لے جاتی ہیں۔ وہ ایک علاقہ میں بارش برسا کر سرسبزی کا سامان کرتی ہیں اور دوسرے علاقہ کو خشک چھوڑ دیتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس دنیا کا نظام ایک اور دوسرے کے درمیان فرق کرنے کے اصول پر قائم ہے۔ موجودہ دنیا میں اس اصول

کا اظہار جزئی صورت میں ہو رہا ہے اور آخرت میں اس اصول کا اظہار اپنی کامل صورت میں ہوگا۔

ہواؤں کی یہ نوعیت آدمی کے لئے یاددہانی ہے۔ ان کا کسی کے لئے رحمت اور کسی کے لئے زحمت بننا اس حقیقت کی یاددہانی ہے کہ موجودہ دنیا میں جب دو مختلف قسم کے انسان ہیں تو ان کے لئے خدا کا فیصلہ دو الگ الگ صورتوں میں ظاہر ہوگا۔ پھر ہواؤں کی یہ نوعیت خدا کی طرف سے اتمام حجت بھی ہے۔ اس مظاہرہ کے بعد کسی کے لئے معذرت کی کوئی گنجائش نہیں۔

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ﴿٨﴾ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ﴿٩﴾ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ﴿١٠﴾ وَاِذَا الرُّسُلُ
اُقِّتَتْ ﴿١١﴾ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ﴿١٢﴾ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ﴿١٣﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ﴿١٤﴾
وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١٥﴾ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٦﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ
الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٧﴾ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿١٨﴾ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١٩﴾

پس جب ستارے بے نور ہو جائیں گے۔ اور جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور جب پہاڑ ریزہ ریزہ کر دئے جائیں گے۔ اور جب پیغمبر وقت معین پر جمع کئے جائیں گے۔ کس دن کے لئے وہ ٹالے گئے ہیں۔ فیصلہ کے دن کے لئے۔ اور تم کو کیا خبر کہ فیصلہ کا دن کیا ہے۔ تباہی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے۔ کیا ہم نے اگلوں کو ہلاک نہیں کیا۔ پھر ہم ان کے پیچھے بھیجتے ہیں پچھلوں کو۔ ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے۔ ۱۹-۸

جب قیامت آئے گی تو دنیا کا موجودہ نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ جو لوگ موجودہ دنیا میں اپنے آپ کو زور آور سمجھتے ہیں اور اس بنا پر دعوت حق کو نظرانداز کرتے ہیں، وہ اس دن اپنے آپ کو اس حال میں پائیں گے کہ ان سے زیادہ بے زور اور کوئی نہیں۔

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿٢٠﴾ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿٢١﴾ اِلٰى قَدَرٍ
مَّعْلُوْمٍ ﴿٢٢﴾ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٤﴾ اَلَمْ
نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿٢٥﴾ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ﴿٢٦﴾ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّ

وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿٢٧﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٨﴾

کیا ہم نے تم کو ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا۔ پھر اس کو ایک محفوظ جگہ رکھا، ایک مقرر مدت تک۔ پھر ہم نے ایک اندازہ ٹھہرایا، ہم کیا اچھا اندازہ ٹھہرانے والے ہیں۔ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی۔ کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والا نہیں بنایا، زندوں کے لئے اور مردوں کے لئے۔ اور ہم نے اس میں اونچے پہاڑ بنائے اور تم کو میٹھا پانی پلایا۔ اس روز خرابی ہے جھٹلانے والوں کے لئے۔ ۲۰-۲۸

موجودہ دنیا کا نظام اس طرح بنایا گیا ہے کہ اس پر غور کرنے والا اس کے آئینہ میں آخرت کو دیکھ لیتا ہے۔ اس کے باوجود جو لوگ حق کو جھٹلاتے ہیں ان سے بڑا مجرم اور کوئی نہیں۔

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ
شُعَبٍ ﴿٣٠﴾ لَا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿٣١﴾ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿٣٢﴾ كَاَنَّهٗ
جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿٣٣﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٤﴾ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَلَا
يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٧﴾ هٰذَا يَوْمُ
الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٨﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿٣٩﴾ وَيْلٌ
يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٠﴾ ع ۲۱

چلو اس چیز کی طرف جس کو تم جھٹلاتے تھے۔ چلو تین شاخوں والے سایہ کی طرف۔ جس میں نہ سایہ ہے اور نہ وہ گرمی سے بچاتا ہے۔ وہ انگارے برسائے گا جیسے کہ اونچا محل، زرد اونٹوں کی مانند، اس دن خرابی ہے جھٹلانے والوں کے لئے۔ یہ وہ دن ہے جس میں لوگ بول نہ سکیں گے۔ اور نہ ان کو اجازت ہوگی کہ وہ عذر پیش کریں۔ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے۔ یہ فیصلہ کا دن ہے۔ ہم نے تم کو اور اگلے لوگوں کو جمع کر لیا۔ پس اگر کوئی تدبیر ہو تو مجھ پر تدبیر

چلاؤ۔ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے۔ ۲۹ - ۴۰

آخرت کی ہولناکیاں جب سامنے آئیں گی تو انسان ان کے مقابلہ میں اپنے آپ کو بالکل بے بس پائے گا۔ اس وقت ان لوگوں کا بولنا بند ہو جائے گا جو دنیا میں اس طرح بولتے تھے جیسے کہ ان کے الفاظ کا ذخیرہ کبھی ختم ہونے والا نہیں۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلَالٍ وَعُيُونٍ ﴿٤١﴾ وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُونَ ﴿٤٢﴾ كُلُوا وَاشْرَبُوا
هَنِيئًا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٤٣﴾ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٤٤﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ
لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٥﴾ كُلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُم مُّجْرِمُونَ ﴿٤٦﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٧﴾
وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ﴿٤٨﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٩﴾
فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٠﴾

ع ۲ ۲۲

بے شک ڈرنے والے سایہ میں اور چشموں میں ہوں گے، اور پھلوں میں جو وہ چاہیں۔ مزے کے ساتھ کھاؤ اور پیو۔ اس عمل کے بدلے میں جو تم کرتے تھے۔ ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے۔ کھاؤ اور برت لو تھوڑے دن، بے شک تم گناہ گار ہو۔ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جھکو تو وہ نہیں جھکتے۔ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے۔ اب اس کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے۔ ۴۱ - ۵۰

موجودہ دنیا میں خدا کی نعمتیں وقتی طور پر امتحان کی غرض سے رکھی گئی ہیں۔ آخرت میں خدا کی نعمتیں ابدی طور پر زیادہ کامل صورت میں ظاہر ہوں گی۔ آج ان نعمتوں میں ہر ایک حصہ پا رہا ہے۔ مگر آخرت کی اعلیٰ نعمتیں صرف ان لوگوں کا حصہ ہوں گی جنھوں نے آزادی کے حالات میں اطاعت کی۔ جو اس وقت جھکے جب کہ وہ جھکنے کے لئے مجبور نہ تھے۔ جو لوگ قول پر جھکیں ان کے لئے جنت ہے اور جو لوگ ویل کو دیکھ کر جھکیں ان کے لئے جہنم۔

سُوْرَةُ النَّبَإِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّ فِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ① عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ② الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ③ كَلَّا
سَيَعْلَمُوْنَ ④ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ⑤ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ⑥ وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا ⑦
وَّ خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ⑧ وَّ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ⑨ وَّ جَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ⑩ وَّ جَعَلْنَا
النَّهَارَ مَعَاشًا ⑪ وَّ بَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ⑫ وَّ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ⑬ وَّ اَنْزَلْنَا
مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ⑭ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا ⑮ وَّ جَنّٰتٍ اَلْفَافًا ⑯ اِنَّ يَوْمَ
الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ⑰

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

لوگ کس چیز کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ اس بڑی خبر کے بارے میں، جس میں وہ لوگ مختلف ہیں۔ ہرگز نہیں، عنقریب وہ جان لیں گے۔ ہرگز نہیں۔ عنقریب وہ جان لیں گے۔ کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا، اور پہاڑوں کو میخیں۔ اور تم کو ہم نے بنایا جوڑے جوڑے اور نیند کو بنایا تمہاری تکان رفع کرنے کے لئے۔ اور ہم نے رات کو پردہ بنایا، اور ہم نے دن کو معاش کا وقت بنایا۔ اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے۔ اور ہم نے اس میں ایک چمکتا ہوا چراغ رکھ دیا۔ اور ہم نے پانی بھرے بادلوں سے موسلا دھار پانی برسایا، تاکہ ہم اس کے ذریعے سے اگائیں غلہ اور سبزی اور گھنے باغ۔ بے شک فیصلہ کا دن ایک مقرر وقت ہے۔ ۱۷-۱

عرب کے لوگ آخرت کے منکر نہ تھے البتہ وہ آخرت کی اس نوعیت کے منکر تھے جس کی انہیں قرآن میں خبر دی جا رہی تھی۔ یعنی انہیں اس باب میں شبہہ تھا کہ "محمد" کو نہ ماننے سے وہ آخرت کے عالم میں ذلیل وخوار ہو جائیں گے۔

موجودہ دنیا میں جو طبیعی واقعات ہیں وہ آخرت کے دن کی طرف اشارہ کرنے والے ہیں۔ ہماری دنیا کا حال تقاضا کرتا ہے کہ اسی کے مطابق اس کا ایک مستقبل ہو۔ اس پہلو

سے غور کیا جائے تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ اس عظیم آغاز کا ایک عظیم انجام آنے والا ہے۔ یہ دنیا یوں ہی بے انجام ختم ہو جانے والی نہیں۔

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ۝ وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ۝
وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝ إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝ لِلطَّاغِينَ مَآبًا ۝
لَابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا ۝ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ۝ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ۝
جَزَاءً وِفَاقًا ۝ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ۝ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ۝ وَ
ع۱ كُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ۝ فَذُوقُوا فَلَنْ نَزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ۝

جس دن صور پھونکا جائے گا، پھر تم فوج در فوج آؤ گے۔ اور آسمان کھول دیا جائے گا، پھر اس میں دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے۔ اور پہاڑ چلا دیے جائیں گے تو وہ ریت کی طرح ہو جائیں گے۔ بے شک جہنم گھات میں ہے، سرکشوں کا ٹھکانا، اس میں وہ مدتوں پڑے رہیں گے۔ اس میں نہ وہ کسی ٹھنڈک کو چکھیں گے اور نہ پینے کی چیز، مگر گرم پانی اور پیپ، بدلہ ان کے عمل کے موافق۔ وہ حساب کا اندیشہ نہیں رکھتے تھے۔ اور انھوں نے ہماری آیتوں کو بالکل جھٹلا دیا۔ اور ہم نے ہر چیز کو لکھ کر شمار کر رکھا ہے۔ پس چکھو کہ ہم تمہاری سزا ہی بڑھاتے جائیں گے۔ ۱۸-۳۰

دنیا میں سرکشی انسان کو بہت لذیذ معلوم ہوتی ہے کیوں کہ وہ اس کی انا کو تسکین دیتی ہے۔ مگر انسان کی سرکشی جب آخرت میں اپنی اصل حقیقت کے اعتبار سے ظاہر ہوگی تو صورت حال بالکل مختلف ہو جائے گی۔ جس چیز سے آدمی دنیا میں لذت لیا کرتا تھا، اب وہ اس کے لیے ایک بھیانک عذاب بن جائے گا۔

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ۝ حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ۝ وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ۝ وَكَأْسًا
دِهَاقًا ۝ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا ۝ جَزَاءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا ۝ رَبِّ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ۳۷ يَوْمَ يَقُوْمُ
الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ
صَوَابًا ۳۸ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ۳۹ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ
عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ
ع ۲ تُرٰبًا ۴۰

بے شک ڈرنے والوں کے لئے کامیابی ہے۔ باغ اور انگور۔ اور نوخیز ہم سن لڑکیاں۔ اور بھرے ہوئے جام۔ وہاں وہ لغو اور جھوٹی بات نہ سنیں گے۔ بدلہ تیرے رب کی طرف سے ہوگا، ان کے عمل کے حساب سے رحمان کی طرف سے جو آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کا رب ہے، کوئی قدرت نہیں رکھتا کہ اس سے بات کرے۔ جس دن روح اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے، کوئی نہ بولے گا مگر جس کو رحمان اجازت دے، اور وہ ٹھیک بات کہے گا۔ یہ دن برحق ہے، پس جو چاہے اپنے رب کی طرف ٹھکانا بنالے۔ ہم نے تم کو قریب آجانے والے عذاب سے ڈرا دیا ہے، جس دن آدمی اس کو دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے، اور منکر کہے گا، کاش میں مٹی ہوتا۔

۳۱-۴۰ ———

جنت کا ماحول لغو اور جھوٹی باتوں سے پاک ہوگا۔ اس لئے جنت کی لطیف و نفیس دنیا میں بسانے کے لئے صرف وہی لوگ چنے جائیں گے جنھوں نے موجودہ دنیا میں اس اہلیت کا ثبوت دیا ہو کہ وہ لغو اور جھوٹ سے دور رہ کر زندگی گزارنے کا ذوق رکھتے ہیں۔

سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۱ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۲ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۳ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۴
فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۵ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۶ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۷ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ
وَّاجِفَةٌ ۸ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۹ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۱۰ ءَاِذَا

كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿١١﴾ قَالُوا تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿١٢﴾ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ﴿١٣﴾
فَإِذَا هُم بِالسَّاهِرَةِ ﴿١٤﴾

وقف لازم وقف لازم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قسم ہے جڑ سے اکھاڑنے والی ہواؤں کی۔ اور قسم ہے آہستہ چلنے والی ہواؤں کی۔ اور قسم ہے تیرنے والے بادلوں کی۔ پھر سبقت کرکے بڑھنے والوں کی۔ پھر معاملہ کی تدبیر کرنے والوں کی۔ جس دن ہلا دینے والی ہلا ڈالے گی۔ اس کے پیچھے ایک اور آنے والی چیز آئے گی۔ کتنے دل اس دن دھڑکتے ہوں گے۔ ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی۔ وہ کہتے ہیں کیا ہم پہلی حالت میں پھر واپس ہوں گے۔ کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہوجائیں گے۔ انھوں نے کہا کہ یہ واپسی تو بڑے گھاٹے کی ہوگی۔ وہ تو بس ایک ڈانٹ ہوگی، پھر یکایک وہ میدان میں موجود ہوں گے۔ ۱۴-۱

ہر سال دنیا میں یہ منظر دکھائی دیتا ہے کہ بظاہر ہر طرف سکون ہوتا ہے۔ اس کے بعد تیز ہوائیں چلتی ہیں۔ وہ بادلوں کو اڑانا شروع کرتی ہیں۔ پھر وہ بارش برساتی ہیں۔ جلد ہی بعد لوگ دیکھتے ہیں کہ جہاں خالی زمین تھی وہاں ایک نئی دنیا نکل کر کھڑی ہوگئی ہے۔ فطرت کا یہ واقعہ آخرت کے امکان کو بتاتا ہے۔ یہ تمثیل کی زبان میں بتا رہا ہے کہ موجودہ دنیا کے اندر سے آخرت کی دنیا کا برآمد ہونا اتنا ہی ممکن ہے جتنا خالی زمین سے سرسبز زمین کا ظہور میں آنا۔

وقف لازم هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَىٰ ﴿١٥﴾ إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿١٦﴾ اذْهَبْ
إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ﴿١٧﴾ فَقُلْ هَل لَّكَ إِلَىٰ أَن تَزَكَّىٰ ﴿١٨﴾ وَأَهْدِيَكَ إِلَىٰ رَبِّكَ
فَتَخْشَىٰ ﴿١٩﴾ فَأَرَاهُ الْآيَةَ الْكُبْرَىٰ ﴿٢٠﴾ فَكَذَّبَ وَعَصَىٰ ﴿٢١﴾ ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعَىٰ ﴿٢٢﴾ فَحَشَرَ
فَنَادَىٰ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ ﴿٢٤﴾ فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَىٰ ﴿٢٥﴾
ع ۲ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ ﴿٢٦﴾

کیا تم کو موسیٰ کی بات پہنچی ہے۔ جب کہ اس کے رب نے اس کو طویٰ کی مقدس وادی میں پکارا۔ فرعون کے پاس جاؤ، وہ سرکش ہوگیا ہے۔ پھر اس سے کہو کیا تجھ کو اس بات کی خواہش ہے کہ

تو درست ہو جائے۔ اور میں تجھ کو تیرے رب کی راہ دکھاؤں پھر تو ڈرے۔ پس موسیٰ نے اس کو بڑی نشانی دکھائی۔ پھر اس نے جھٹلایا اور نہ مانا۔ پھر وہ پلٹا کوشش کرتے ہوئے۔ پھر اس نے جمع کیا، پھر اس نے پکارا۔ پس اس نے کہا کہ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔ پس اللہ نے اس کو آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑا، بے شک اس میں نصیحت ہے ہر اس شخص کے لئے جو ڈرے۔ ۲۶-۱۵

فرعون اور اس طرح کے دوسرے منکرین کی زندگی اس بات کا ثبوت ہے کہ جو شخص حقیقت واقعہ کا انکار کرے وہ لازماً اس کی سزا پا کر رہتا ہے۔ یہ تاریخی مثالیں آدمی کی عبرت کے لئے کافی ہیں۔ مگر کوئی عبرت کی بات صرف اس شخص کے لئے عبرت کا ذریعہ بنتی ہے جو اندیشہ کی نفسیات رکھتا ہو۔ جو کسی عمل کو اس کے انجام کے اعتبار سے دیکھے نہ کہ صرف اس کے آغاز کے اعتبار سے۔

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۚ بَنٰهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ وَاَغْطَشَ
لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَ
مَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾

کیا تمہارا بنانا زیادہ مشکل ہے یا آسمان کا، اللہ نے اس کو بنایا۔ اس کی چھت کو بلند کیا پھر اس کو درست بنایا۔ اور اس کی رات کو تاریک بنایا اور اس کے دن کو ظاہر کیا۔ اور زمین کو اس کے بعد پھیلایا۔ اس سے اس کا پانی اور چارہ نکالا۔ اور پہاڑوں کو قائم کر دیا، سامان حیات کے طور پر تمہارے لئے اور تمہارے مویشیوں کے لئے۔ ۳۳-۲۷

کائنات کی صورت میں جو واقعہ ہمارے سامنے موجود ہے وہ اتنا زیادہ بڑا ہے کہ اس کے بعد ہر دوسرا واقعہ اس سے چھوٹا ہو جاتا ہے۔ پھر جس دنیا میں بڑے واقعہ کا ظہور ممکن ہو وہاں چھوٹے واقعہ کا ظہور کیوں ممکن نہ ہوگا۔ ایسی حالت میں قرآن کی یہ خبر کہ انسان کو دوبارہ پیدا ہونا ہے ایک ایسی خبر ہے جس کو قابل فہم بنانے کے لئے پہلے ہی سے بہت بڑے پیمانے پر معلوم اسباب موجود ہیں۔

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿٣٥﴾ وَبُرِّزَتِ
الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿٣٦﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿٣٧﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٣٨﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ
الْمَاْوٰى ﴿٣٩﴾ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿٤٠﴾ فَاِنَّ
الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿٤١﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ﴿٤٢﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ
ذِكْرٰىهَا ﴿٤٣﴾ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴿٤٤﴾ اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴿٤٥﴾ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ
يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿٤٦﴾ ع ۲

پھر جب وہ بڑا ہنگامہ آئے گا۔ جس دن انسان اپنے کئے کو یاد کرے گا۔ اور دیکھنے والوں کے سامنے دوزخ ظاہر کر دی جائے گی۔ پس جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی، تو دوزخ اس کا ٹھکانا ہوگا اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا، تو جنت اس کا ٹھکانا ہوگا۔ وہ قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب کھڑی ہوگی۔ تم کو کیا کام اس کے ذکر سے۔ یہ معاملہ تیرے رب کے حوالے ہے۔ تم تو بس ڈرانے والے ہو اس شخص کو جو ڈرے۔ جس روز یہ اس کو دیکھیں گے تو گویا وہ دنیا میں نہیں ٹھہرے مگر ایک شام یا اس کی صبح۔ ۴۶-۳۴

آدمی دو چیزوں کے درمیان ہے۔ ایک موجودہ دنیا جو سامنے ہے۔ اور دوسرے آخرت کی دنیا جو غیب میں ہے۔ آدمی کا اصل امتحان یہ ہے کہ وہ موجودہ دنیا کے مقابلہ میں آخرت کو ترجیح دے۔ مگر یہ کام صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اپنے نفس کی خواہشوں پر کنٹرول کرنے کا حوصلہ رکھتے ہوں۔

سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اثْنَتَانِ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعٌ وَّاحِدٌ كذا الخ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ﴿١﴾ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ﴿٢﴾ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ﴿٣﴾ اَوْ يَذَّكَّرُ

فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ٤ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ٥ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ٦ وَمَا عَلَيْكَ
اَلَّا يَزَّكّٰى ٧ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ٨ وَهُوَ يَخْشٰى ٩ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ١٠ كَلَّآ
اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ١١ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ١٢ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ١٣ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ١٤ وقف لازم
بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ١٥ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ١٦

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

ترش رو ہوا اور بے رخی برتی اس بات پر کہ اندھا اس کے پاس آیا۔ اور تم کو کیا خبر کہ وہ سدھر جائے یا نصیحت کو سنے تو نصیحت اس کے کام آئے۔ جو شخص بے پروائی برتتا ہے، تم اس کی فکر میں پڑتے ہو۔ حالاں کہ تم پر کوئی ذمہ داری نہیں اگر وہ نہ سدھرے۔ اور جو شخص تمہارے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ ڈرتا ہے، تو تم اس سے بے پروائی برتتے ہو۔ ہرگز نہیں، یہ تو ایک نصیحت ہے، پس جو چاہے یاددہانی حاصل کرے۔ وہ ایسے صحیفوں میں ہے جو مکرم ہیں، بلند مرتبہ ہیں، پاکیزہ ہیں، معزز، نیک کاتبوں کے ہاتھوں میں۔ ١٦-١

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار مکہ میں قریش کے سرداروں سے دعوتی گفتگو کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک نابینا مسلمان عبد اللہ بن ام مکتوم وہاں آگئے۔ انھوں نے کہا: یا رسول اللہ علّمنی مما علّمک اللہ (اے اللہ کے رسول، اللہ نے جو کچھ آپ کو سکھایا ہے اس میں سے مجھے سکھائیے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے موقع پر ایک اندھے شخص کا آنا ناگوار گزرا، اس پر یہ آیتیں اتریں۔ ان آیات میں بظاہر خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر حقیقۃً اس واقعہ کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ اللہ کی نظر میں ان بڑوں کی کوئی قیمت نہیں جو دین سے پھرے ہوئے ہوں۔ اللہ کے نزدیک قیمتی انسان صرف وہ ہے جس کے اندر خشیت والی روح ہو، خواہ بظاہر وہ ایک اندھا آدمی دکھائی دیتا ہو۔

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ١٧ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ١٨ مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ
فَقَدَّرَهٗ ١٩ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ٢٠ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ٢١ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ٢٢

كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ
صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿۲۸﴾
وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿۲۹﴾ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿۳۱﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾

برا ہو آدمی کا ، وہ کیسا ناشکر ہے۔ اس کو کس چیز سے پیدا کیا ہے، ایک بوند سے۔ اس کو پیدا کیا۔ پھر اس کے لئے اندازہ ٹھہرایا۔ پھر اس کے لئے راہ آسان کر دی۔ پھر اس کو موت دی ، پھر اس کو قبر میں لے گیا۔ پھر جب وہ چاہے گا اس کو دوبارہ زندہ کر دے گا۔ ہرگز نہیں، اس نے پورا نہیں کیا جس کا اللہ نے اسے حکم دیا تھا۔ پس انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے کھانے کو دیکھے۔ ہم نے پانی برسایا اچھی طرح ، پھر ہم نے زمین کو اچھی طرح پھاڑا ۔ پھر اگائے اس میں غلے اور انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور کھجور اور گھنے باغ اور پھل اور سبزہ ، تمہارے لئے اور تمہارے مویشیوں کے لئے سامان حیات کے طور پر۔ ۳۲ — ۱۷

انسان سے جو خدا پرستی مطلوب ہے اس کا محرک اصلاً شکر ہے۔ انسان اپنی تخلیق کو سوچے اور اپنے گرد و پیش کے قدرتی انتظامات پر غور کرے تو لازماً اس کے اندر اپنے رب کے بارہ میں شکر کا جذبہ پیدا ہوگا۔ اس شکر اور احسان مندی کے جذبہ کے تحت جس عمل کا ظہور ہوتا ہے اسی کا نام خدا پرستی ہے۔

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾
وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿۳۷﴾ وُجُوْهٌ
يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا
عع ۱ ۴۲ ۵ غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾

پس جب وہ کانوں کو بہرہ کر دینے والا شور برپا ہوگا۔ جس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی سے ، اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے، اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے۔ ان میں سے ہر شخص کو اس دن ایسا فکر لگا ہوگا جو اس کو کسی اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا۔ کچھ چہرے

اس دن روشن ہوں گے، ہنستے ہوئے، خوشی کرتے ہوئے۔ اور کچھ چہروں پر اس دن خاک اڑ رہی ہوگی، ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی۔ یہی لوگ منکر ہیں، ڈھیٹ ہیں۔ ۴۲ - ۴۳

سچائی کو نہ ماننا اور اس کے مقابلہ میں سرکشی دکھانا سب سے بڑا جرم ہے، ایسے لوگ آخرت میں بالکل بے قیمت ہو کر رہ جائیں گے۔ اور جو لوگ سچائی کا اعتراف کریں اور اس کے آگے اپنے آپ کو جھکا دیں وہی آخرت میں باقیمت انسان ٹھہریں گے۔ آخرت کی عزتیں اور کامیابیاں صرف ایسے ہی لوگوں کا حصہ ہوں گی۔

سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ مَكِّيَّةٌ　بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ　هِيَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿١﴾ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ﴿٢﴾ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ﴿٣﴾ وَاِذَا
الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ﴿٤﴾ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ﴿٥﴾ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴿٦﴾ وَاِذَا
النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ﴿٧﴾ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ﴿٨﴾ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ﴿٩﴾ وَاِذَا
الصُّحُفُ نُشِرَتْ ﴿١٠﴾ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ﴿١١﴾ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ﴿١٢﴾ وَاِذَا الْجَنَّةُ
اُزْلِفَتْ ﴿١٣﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاۤ اَحْضَرَتْ ﴿١٤﴾

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔ اور جب تارے بے نور ہو جائیں گے۔ اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔ اور جب دس مہینہ کی گابھن اونٹنیاں آوارہ پھریں گی۔ اور جب وحشی جانور اکٹھا ہو جائیں گے۔ اور جب سمندر بھڑکا دئے جائیں گے۔ اور جب ایک ایک قسم کے لوگ اکٹھا کئے جائیں گے۔ اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی۔ اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے۔ اور جب آسمان کھل جائے گا۔ اور دوزخ بھڑکائی جائے گی۔ اور جب جنت قریب لائی جائے گی۔ ہر شخص جان لے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے۔ ۱۴ - ۱

قرآن میں جگہ جگہ قیامت کی منظر کشی کی گئی ہے۔ قیامت جب آئے گی تو دنیا کا موجودہ

توازن ٹوٹ جائے گا۔ اس وقت انسان اپنے آپ کو بالکل بےبس محسوس کرے گا۔ اس دن نیکی کے سوا دوسری تمام چیزیں اپنا وزن کھودیں گی۔ مظلوم کو حق ہوگا کہ وہ ظالم سے اپنے ظلم کا جو بدلہ لینا چاہے لے سکے۔

فَلَآ أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾ وَالصُّبْحِ إِذَا
تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿۱۹﴾ ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ﴿۲۰﴾
مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ﴿۲۱﴾ وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ
الْمُبِينِ ﴿۲۳﴾ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ﴿۲۴﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ ﴿۲۵﴾
فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ ﴿۲۶﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ﴿۲۷﴾ لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَسْتَقِيمَ ﴿۲۸﴾
وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿۲۹﴾ ع

پس نہیں، میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے، چلنے والے اور چھپ جانے والے ستاروں کی۔ اور رات کی جب وہ جانے لگے۔ اور صبح کی جب وہ آنے لگے کہ یہ ایک باعزت رسول کا لایا ہوا کلام ہے۔ قوت والا، عرش والے کے نزدیک بلند مرتبہ ہے۔ اس کی بات مانی جاتی ہے، وہ امانت دار ہے۔ اور تمہارا ساتھی دیوانہ نہیں۔ اور اس نے اس کو کھلے افق میں دیکھا ہے۔ اور وہ غیب کی باتوں کا حریص نہیں۔ اور وہ شیطان مردود کا قول نہیں۔ پھر تم کدھر جارہے ہو۔ یہ تو بس عالم والوں کے لئے ایک نصیحت ہے، اس کے لئے جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے۔ اور تم نہیں چاہ سکتے مگر یہ کہ اللہ رب العلمین چاہے۔ ۱۵ - ۲۹

زمین پر رات دن کا آنا اور انسان کے مشاہدہ میں ستاروں کے مقامات کا بدلنا زمین کی محوری گردش کی بنا پر ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے ان الفاظ کا مطلب یہ ہوگا کہ زمین کی محوری گردش کا نظام اس بات پر گواہ ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور قرآن خدا کا کلام ہے جو فرشتہ کے ذریعہ ان پر اترا ہے۔

زمین کی محوری گردش اس کائنات کا انتہائی نادر اور انتہائی عظیم واقعہ ہے۔ یہ

واقعہ گویا ایک ماڈل ہے جو وحی کے معاملہ کو ہمارے لئے قابل فہم بناتا ہے۔ اگر یہ تصور کیجئے کہ زمین اپنے محور پر گردش کرتی ہوئی وسیع خلا میں سورج کے گرد گھوم رہی ہے تو ایسا محسوس ہوگا گویا ریموٹ کنٹرول کا کوئی طاقت ور نظام ہے جو اس کو انتہائی صحت کے ساتھ کنٹرول کر رہا ہے۔ فرشتہ کے ذریعہ ایک انسان اور خدا کے درمیان ربط قائم ہونا بھی اسی قسم کا ایک واقعہ ہے۔ پہلا واقعہ تمثیل کے روپ میں دوسرے واقعہ کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝١ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝٢ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝٣ وَاِذَا
الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝٤ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۝٥ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا
غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝٦ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝٧ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ
مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝٨ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝٩ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝١٠
كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝١١ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝١٢ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝١٣ وَاِنَّ الْفُجَّارَ
لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝١٤ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۝١٥ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ۝١٦ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا
يَوْمُ الدِّيْنِ ۝١٧ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝١٨ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۭ وَ
الْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۝١٩ ع ۱۹ ۷

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور جب ستارے بکھر جائیں گے۔ اور جب سمندر بہہ پڑیں گے۔ اور جب قبریں کھول دی جائیں گی۔ ہر شخص جان لے گا کہ اس نے کیا آگے بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑا۔ اے انسان تجھ کو کس چیز نے اپنے رب کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ جس نے تجھ کو پیدا کیا۔ پھر تیرے اعضاء کو درست کیا، پھر تجھ کو متناسب بنایا۔ جس صورت میں چاہا تم کو ترتیب دے دیا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ تم انصاف کے دن کو جھٹلاتے ہو۔ حالاں کہ تم پر نگہبان مقرر ہیں۔ معزز لکھنے والے۔ وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔ بے شک نیک لوگ عیش میں ہوں گے۔ اور بے شک

گنہ گار دوزخ میں۔ انصاف کے دن وہ اس میں ڈالے جائیں گے۔ وہ اس سے جدا ہونے والے نہیں۔ اور تم کو کیا خبر کہ انصاف کا دن کیا ہے۔ پھر تم کو کیا خبر انصاف کا دن کیا ہے۔ اس دن کوئی جان کسی دوسری جان کے لئے کچھ نہ کر سکے گی۔ اور معاملہ اس دن اللہ ہی کے اختیار میں ہوگا۔ ۱۹-۱

قرآن میں یہ خبر دی گئی ہے کہ بالآخر انصاف کا ایک دن آنے والا ہے جب کہ تمام انسانوں کو جمع کرکے ان کے عمل کے مطابق ان کو سزا یا انعام دیا جائے گا۔ یہ خبر دنیا کی موجودہ صورت حال کے عین مطابق ہے۔ انسان کی بامعنی تخلیق اس خبر میں اپنی توجیہہ پالیتی ہے۔ اسی طرح انسان کے قول و عمل کی ریکارڈنگ کا نظام جو موجودہ دنیا میں پایا جاتا ہے وہ اس خبر کے بعد پوری طرح قابل فہم بن جاتا ہے۔ (قول و عمل کی ریکارڈنگ کی تفصیل راقم الحروف کی کتاب مذہب اور جدید چیلنج میں ملاحظہ فرمائیں)

سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِيْنَ مَكِّيَّةٌ　بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ　وَهِيَ سِتٌّ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝١ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝٢ وَاِذَا كَالُوْهُمْ
اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝٣ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝٤ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝٥
يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٦ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝٧ وَمَآ
اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝٨ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝٩ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝١٠ الَّذِيْنَ
يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝١١ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝١٢ اِذَا تُتْلٰى
عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٣ كَلَّا بَلْ ٚ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا
يَكْسِبُوْنَ ۝١٤ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝١٥ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا
الْجَحِيْمِ ۝١٦ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝١٧

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی۔ جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں۔ اور جب ان کو

ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں۔ کیا یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ وہ اٹھائے جانے والے ہیں، ایک بڑے دن کے لئے جس دن تمام لوگ خداوند عالم کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ ہرگز نہیں، بے شک گنہ گاروں کا اعمال نامہ سجین میں ہوگا۔ اور تم کیا جانو کہ سجین کیا ہے۔ وہ ایک لکھا ہوا دفتر ہے۔ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی۔ جو انصاف کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔ اور اس کو وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حد سے گزرنے والا ہو، گناہ گار ہو۔ جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ اگلوں کی کہانیاں ہیں۔ ہرگز نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے، ہرگز نہیں، بلکہ اس دن وہ اپنے رب سے اوٹ میں رکھے جائیں گے۔ پھر وہ دوزخ میں داخل ہوں گے۔ پھر کہا جائے گا کہ یہی وہ چیز ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے۔ ۱۷-۱

ہر آدمی یہ چاہتا ہے کہ وہ دوسروں سے اپنا پورا حق وصول کرے۔ مگر اعلیٰ انسانی کردار یہ ہے کہ آدمی دوسروں کو بھی ان کا پورا پورا حق ادا کرے۔ وہ دوسروں کے لئے وہی کچھ پسند کرے جو وہ اپنے لئے پسند کر رہا ہے۔ جو لوگ خود پورا لیں اور دوسروں کو کم دیں وہ آخرت میں اس حال میں پہنچیں گے کہ وہاں وہ برباد ہو کر رہ جائیں گے۔

جو اپنے لئے پورا وصول کر رہا ہے وہ گویا اس بات کو جانتا ہے کہ آدمی کو اس کا پورا حق ملنا چاہئے۔ ایسی حالت میں جب وہ دوسروں کو دینے کے وقت انھیں کم دیتا ہے تو وہ دوسروں کے حقوق کے بارہ میں اپنی حساسیت کو گھٹاتا ہے۔ جو شخص بار بار اس طرح کا عمل کرے اس پر بالآخر وہ وقت آئے گا جب کہ دوسروں کے حقوق کے بارہ میں اس کی حساسیت بالکل ختم ہو جائے۔ اس کے دل کے اوپر پوری طرح اس کے عمل کا زنگ لگ جائے۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾
يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾
تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ﴿۲۴﴾ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿۲۵﴾ خِتٰمُهٗ
مِسْكٌ ۭ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنٰفِسُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿۲۷﴾ عَيْنًا

يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ﴿۲۸﴾ إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا
يَضْحَكُونَ ﴿۲۹﴾ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ﴿۳۰﴾ وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا
فَكِهِينَ ﴿۳۱﴾ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ﴿۳۲﴾ وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ
حَافِظِينَ ﴿۳۳﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ﴿۳۴﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ ﴿۳۵﴾
ع هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۳۶﴾

ہرگز نہیں ، بے شک نیک لوگوں کا اعمال نامہ علیین میں ہے۔ اور تم کیا جانو علیین کیا ہے۔ لکھا ہوا دفتر ہے، مقرب فرشتوں کی نگرانی میں۔ بے شک نیک لوگ آرام میں ہوں گے۔ تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہوں گے۔ ان کے چہروں میں تم آرام کی تازگی محسوس کروگے۔ ان کو شراب خالص مہر لگی ہوئی پلائی جائے گی، جس پر مشک کی مہر ہوگی۔ اور یہ چیز ہے جس کی حرص کرنے والوں کو حرص کرنا چاہئے۔ اور اس شراب میں تسنیم کی آمیزش ہوگی۔ ایک ایسا چشمہ جس سے مقرب لوگ پئیں گے۔ بے شک جو لوگ مجرم تھے وہ ایمان والوں پر ہنستے تھے۔ اور جب وہ ان کے سامنے سے گزرتے تو وہ آپس میں آنکھوں سے اشارے کرتے تھے۔ اور جب وہ اپنے لوگوں میں لوٹتے تو دل لگی کرتے ہوئے لوٹتے۔ اور جب وہ ان کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ بہکے ہوئے لوگ ہیں۔ حالاں کہ وہ ان پر نگراں بنا کر نہیں بھیجے گئے۔ پس آج ایمان والے منکروں پر ہنستے ہوں گے، تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے۔ واقعی کافروں کو ان کے کئے کا خوب بدلہ ملا۔

۱۸ — ۳۶

موجودہ دنیا میں اکثر لوگ اس بات کے حریص نہیں ہوتے کہ وہ دوسروں کو ان کا پورا حق ادا کریں۔ ان کی ساری دل چسپی اس میں ہوتی ہے کہ وہ دوسروں سے اپنا حق بھرپور وصول کرسکیں۔ ایسے لوگ آخرت میں محروم ہو کر رہ جائیں گے۔ عقلمند لوگ وہ ہیں جو سب سے زیادہ اس بات کے حریص ہیں کہ وہ دوسروں کو بھرپور طور پر ان کا حق ادا کریں۔ کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو آخرت میں بھرپور طور پر خدا کی نعمتوں کے مستحق قرار پائیں گے۔

جو شخص آخرت کی خاطر اپنی دنیوی مصلحتوں کو نظر انداز کر دے وہ دنیا پرستوں کی نظر میں حقیر بن جاتا ہے۔ مگر جب آخرت آئے گی تو معلوم ہوگا کہ وہی لوگ ہوشیار تھے جن کو دنیا میں نادان سمجھ لیا گیا تھا۔

سُورَةُ الانشقاق مَكِّيَّة بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ خَمْسٌ وَعِشْرُونَ آيَة

إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ ۱ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۲ وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ ۳
وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ ۴ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۵ يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ
إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ ۶ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ ۷ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ
حِسَابًا يَسِيرًا ۸ وَيَنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۹ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ ۱۰
فَسَوْفَ يَدْعُو ثُبُورًا ۱۱ وَيَصْلَىٰ سَعِيرًا ۱۲ إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۱۳ إِنَّهُ ظَنَّ
أَنْ لَنْ يَحُورَ ۱۴ بَلَىٰ إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا ۱۵ فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۱۶
وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۱۷ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ۱۸ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۱۹ فَمَا لَهُمْ
لَا يُؤْمِنُونَ ۲۰ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ۲۱ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا
يُكَذِّبُونَ ۲۲ وَاللهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ۲۳ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۲۴ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۲۵

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور وہ اپنے رب کا حکم سن لے گا اور وہ اسی لائق ہے۔ اور جب زمین پھیلا دی جائے گی۔ اور وہ اپنے اندر کی چیزوں کو اگل دے گی اور خالی ہو جائے گی۔ اور وہ اپنے رب کا حکم سن لے گی اور وہ اسی لائق ہے۔ اے انسان تو کشاں کشاں اپنے رب کی طرف جا رہا ہے۔ پھر اس سے ملنے والا ہے۔ تو جس کو اس کا اعمال نامہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا، اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔ اور وہ اپنے لوگوں کے پاس خوش خوش آئے گا۔ اور جس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا، وہ موت کو پکارے گا، اور جہنم میں داخل ہوگا۔ وہ اپنے لوگوں میں بے غم رہتا تھا۔ اس نے خیال کیا تھا کہ اس کو لوٹنا نہیں ہے۔ کیوں نہیں۔ اس کا رب اس کو دیکھ رہا تھا۔ پس نہیں، میں قسم کھاتا ہوں شفق کی۔ اور رات کی اور ان چیزوں کی جن کو وہ سمیٹ لیتی ہے۔ اور چاند کی جب وہ

پورا ہو جائے۔ کہ تم کو ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے۔ تو انھیں کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ خدا کی طرف نہیں جھکتے۔ بلکہ منکرین جھٹلا رہے ہیں۔ اور اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ جمع کر رہے ہیں۔ پس ان کو ایک دردناک عذاب کی خوش خبری دے دو۔ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے عمل کئے ان کے لئے کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔ ۲۵-۱

یہاں قیامت سے متعلق جو بات کہی گئی ہے وہ بظاہر نامعلوم دنیا کے بارہ میں ایک خبر کی حیثیت رکھتی ہے۔ تاہم ایسے شواہد موجود ہیں جو اس کی صداقت کا قرینہ پیدا کرتے ہیں۔ اس کی ایک مثال موجودہ دنیا ہے۔ ایک دنیا کی موجودگی خود اس بات کا ثبوت ہے کہ دوسری ایسی ہی یا اس سے مختلف دنیا وجود میں آسکتی ہے۔ دوسرے، قرآن میں ایسے غیر معمولی پہلوؤں کا موجود ہونا جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ خدا کی کتاب ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، عظمت قرآن)

ان واضح قرائن کے بعد جو لوگ آخرت پر یقین نہ کریں اور آخرت فراموشی میں زندگی گزاریں وہ یقیناً ایسا جرم کر رہے جس کی سزا وہی ہو سکتی ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔

سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اِثْنَتَانِ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿١﴾ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ﴿٢﴾ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ﴿٣﴾ قُتِلَ اَصْحٰبُ
الْاُخْدُوْدِ ﴿٤﴾ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ﴿٥﴾ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ﴿٦﴾ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ
بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ﴿٧﴾ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ
الْحَمِيْدِ ﴿٨﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿٩﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ
وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ﴿١٠﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ڛ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ﴿١١﴾ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿١٢﴾
اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ﴿١٣﴾ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿١٤﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ﴿١٥﴾

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۝١٦ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ۝١٧ فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ ۝١٨ بَلِ
الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ۝١٩ وَاللَّهُ مِن وَرَائِهِم مُّحِيطٌ ۝٢٠ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ
مَّجِيدٌ ۝٢١ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ۝٢٢

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قسم ہے برجوں والے آسمان کی۔ اور وعدہ کئے ہوئے دن کی۔ اور دیکھنے والے کی اور دیکھی ہوئی کی۔ ہلاک ہوئے خندق والے، جس میں بھڑکتے ہوئے ایندھن کی آگ تھی۔ جب کہ وہ اس پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور جو کچھ وہ ایمان والوں کے ساتھ کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے۔ اور ان سے ان کی دشمنی اس کے سوا کسی وجہ سے نہ تھی کہ وہ ایمان لائے اللہ پر جو زبردست ہے، تعریف والا ہے۔ اسی کی بادشاہی آسمانوں اور زمین میں ہے، اور اللہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ستایا، پھر توبہ نہ کی تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے۔ اور ان کے لئے جلنے کا عذاب ہے، بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیا ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، یہ بڑی کامیابی ہے۔ بے شک تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ وہی آغاز کرتا ہے اور وہی لوٹائے گا۔ اور وہ بخشنے والا ہے، محبت کرنے والا ہے، عرش بریں کا مالک، کر ڈالنے والا جو چاہے۔ کیا تم کو لشکروں کی خبر پہنچی ہے، فرعون اور ثمود کی۔ بلکہ یہ منکر جھٹلانے پر لگے ہوئے ہیں۔ اور اللہ ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ بلکہ وہ ایک باعظمت قرآن ہے، لوح محفوظ میں لکھا ہوا۔ ۲۲-۱

کائنات کا نظام تقاضا کرتا ہے کہ آخری فیصلہ کا ایک دن آئے۔ اسی دن کی خبر تمام پیغمبر اور ان کے سچے نائب دیتے رہے ہیں۔ اس کے باوجود جو لوگ حق کا اعتراف نہ کریں بلکہ حق کے داعیوں کے دشمن بن جائیں وہ ایسی سرکشی کرتے ہیں جس کے ہولناک انجام سے وہ کسی طرح بچ نہیں سکتے۔ تاہم جو لوگ ہر قسم کی مشکلات کے باوجود صداقت کی آواز پر لبیک کہیں وہ خدائے مہرباں کی طرف سے ایسا انعام پائیں گے جس سے بڑا انعام اور کوئی نہیں۔

آسمانی کتابوں میں قرآن استثنائی طور پر ایک محفوظ کتاب ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ قرآن کو خدا کی خصوصی مدد حاصل ہے، اس کو زیر کرنا کسی کے لئے ممکن نہیں یہاں تک کہ قیامت آجائے۔

سُورَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ هِيَ سَبْعَ عَشْرَةَ آيَةً

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ ﴿١﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ ﴿٢﴾ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ﴿٣﴾ إِنْ كُلُّ نَفْسٍ
لَمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴿٤﴾ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ﴿٥﴾ خُلِقَ مِنْ مَاءٍ دَافِقٍ ﴿٦﴾ يَخْرُجُ
مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ﴿٧﴾ إِنَّهُ عَلَىٰ رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ﴿٨﴾ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ﴿٩﴾
فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ ﴿١٠﴾ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿١١﴾ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿١٢﴾
إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿١٣﴾ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿١٤﴾ إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ﴿١٥﴾ وَأَكِيدُ كَيْدًا ﴿١٦﴾
فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿١٧﴾ ع ۱۷ ۱۱

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قسم ہے آسمان کی اور رات کو نمودار ہونے والے کی۔ اور تم کیا جانو کہ وہ رات کو نمودار ہونے والا کیا ہے، چمکتا ہوا تارہ۔ کوئی جان ایسی نہیں ہے جس کے اوپر نگہبان نہ ہو۔ تو انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔ جو نکلتا ہے پیٹھ اور سینے کے درمیان سے۔ بے شک وہ اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ جس دن چھپی باتیں پرکھی جائیں گی۔ اس وقت انسان کے پاس کوئی زور نہ ہوگا اور نہ کوئی مددگار قسم ہے آسمان چکر مارنے والے کی۔ اور پھوٹ نکلنے والی زمین کی۔ بے شک یہ دوٹوک بات ہے اور وہ ہنسی کی بات نہیں۔ وہ تدبیر کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اور میں بھی تدبیر کرنے میں لگا ہوا ہوں۔ پس منکروں کو ڈھیل دے، ان کو ڈھیل دے تھوڑے دنوں۔ ۱۷-۱

انسان کے اوپر ستارہ کا چمکنا تمثیل کی زبان میں اس واقعہ کی یاد دہانی ہے کہ کوئی دیکھنے والا اس کو دیکھ رہا ہے۔ یہ دیکھنے والا انسان کے اعمال کو ریکارڈ کر رہا ہے۔ وہ موت کے بعد دوبارہ انسان کو پیدا کرے گا۔ اور اس سے اس کے تمام اعمال کا حساب لے گا۔ یہ صرف امتحان کی مہلت ہے جو انسان کے درمیان اور اس وقت کے درمیان حد فاصل بنی ہوئی ہے۔ امتحان کی مدت ختم ہوتے ہی اس کا وہ انجام سامنے آجائے گا جس سے آج وہ بظاہر بہت دور نظر آتا ہے۔

سُوْرَةُ الْاَعْلٰى مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ﴿١﴾ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ﴿٢﴾ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ﴿٣﴾
وَالَّذِيْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ﴿٤﴾ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ﴿٥﴾ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ﴿٦﴾ اِلَّا مَا شَآءَ
اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ﴿٧﴾ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ﴿٨﴾ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ
الذِّكْرٰى ﴿٩﴾ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ﴿١٠﴾ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ﴿١١﴾ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ
الْكُبْرٰى ﴿١٢﴾ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿١٣﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿١٤﴾ وَذَكَرَ اسْمَ
رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿١٥﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿١٦﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿١٧﴾ اِنَّ
هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿١٨﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿١٩﴾ ع ۱ ۱۹ ۱۲

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اپنے رب کے نام کی پاکی بیان کر جو سب سے اوپر ہے۔ جس نے بنایا پھر ٹھیک کیا۔ اور جس نے ٹھہرایا، پھر راہ بتائی۔ اور جس نے چارہ نکالا۔ پھر اس کو سیاہ کوڑا بنا دیا۔ ہم تم کو پڑھائیں گے پھر تم نہیں بھولو گے۔ مگر جو اللہ چاہے، وہ جانتا ہے کھلے کو بھی اور اس کو بھی جو چھپا ہوا ہے۔ اور ہم تم کو لے چلیں گے آسان راہ۔ پس نصیحت کرو اگر نصیحت فائدہ پہنچائے۔ وہ شخص نصیحت قبول کرے گا جو ڈرتا ہے۔ اور اس سے گریز کرے گا وہ جو بدبخت ہوگا۔ وہ پڑے گا بڑی آگ میں۔ پھر نہ اس میں مرے گا اور نہ جیے گا۔ کامیاب ہوا جس نے اپنے کو پاک کیا۔ اور اپنے رب کا نام لیا۔ پھر نماز پڑھی۔ بلکہ تم دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو۔ اور آخرت بہتر ہے اور پائدار ہے۔ یہی اگلے صحیفوں میں بھی ہے، موسیٰ اور ابراہیم کے صحیفوں میں۔ ۱۹-۱

انسان کی اور دنیا کی تخلیق میں واضح طور ایک منصوبہ بندی ہے۔ یہ منصوبہ بندی تقاضا کرتی ہے کہ اس تخلیق کا کوئی مقصد ہو۔ یہی مقصد ہے جو وحی کے ذریعہ انسان کے اوپر کھولا گیا ہے۔ تاہم وحی سے وہی شخص نصیحت قبول کرے گا جس کے اندر سوچنے اور اثر لینے کا مزاج ہو۔ ایسے لوگ خدا کے ابدی انعامات میں داخل کئے جائیں گے۔ اور جن لوگوں کی سرکشی ان کے لئے

نصیحت قبول کرنے میں رکاوٹ بن جائے، ان کا انجام صرف یہ ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے آگ میں جلتے رہیں۔

سُورَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ سِتٌّ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ﴿١﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ﴿٢﴾ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ﴿٣﴾ تَصْلٰى
نَارًا حَامِيَةً ﴿٤﴾ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ﴿٥﴾ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ﴿٦﴾ لَّا
يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ﴿٧﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ﴿٨﴾ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ﴿٩﴾ فِيْ
وقف لازم جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿١٠﴾ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ﴿١١﴾ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴿١٢﴾ فِيْهَا سُرُرٌ
مَّرْفُوْعَةٌ ﴿١٣﴾ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ﴿١٤﴾ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ﴿١٥﴾ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ﴿١٦﴾ اَفَلَا
يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿١٧﴾ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾ وَاِلَى الْجِبَالِ
كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾ فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾
لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ﴿٢٣﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ
ع ۱ / ۱۴ النصف الْاَكْبَرَ ﴿٢٤﴾ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿٢٦﴾

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

کیا تم کو اس چھا جانے والی کی خبر پہنچی ہے۔ کچھ چہرے اس دن ذلیل ہوں گے، محنت کرنے والے تھکے ہوئے۔ وہ دہکتی آگ میں پڑیں گے۔ کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلائے جائیں گے۔ ان کے لئے کانٹوں والے جھاڑ کے سوا اور کوئی کھانا نہ ہوگا، جو نہ موٹا کرے اور نہ بھوک مٹائے۔ کچھ چہرے اس دن بارونق ہوں گے۔ اپنی کمائی پر خوش ہوں گے۔ اونچے باغ میں۔ اس میں کوئی لغو بات نہیں سنیں گے۔ اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے۔ اس میں تخت ہوں گے اونچے بچھے ہوئے۔ اور آب خورے سامنے چنے ہوئے۔ اور برابر بچھے ہوئے گدے۔ اور قالین ہر طرف پڑے ہوئے۔ تو کیا وہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے پیدا کیا گیا۔ اور آسمان کو کہ وہ کس طرح بلند کیا گیا۔ اور پہاڑوں کو کہ وہ کس طرح کھڑا کیا گیا۔ اور زمین کو کہ وہ کس

طرح بچھائی گئی۔ پس تم یاددہانی کردو، تم بس یاددہانی کرنے والے ہو۔ تم ان پر داروغہ نہیں۔ مگر جس نے روگردانی کی اور انکار کیا، تو اللہ اس کو بڑا عذاب دے گا۔ ہماری ہی طرف ان کی واپسی ہے۔ پھر ہمارے ذمہ ہے ان سے حساب لینا۔ ۲۶-۱

آدمی دیکھتا ہے کہ اونٹ جیسا عجیب الخلقت جانور اس کا مطیع ہے۔ آسمان اپنی ساری عظمتوں کے باوجود اس کے لئے مسخر ہے۔ زمین ہماری کسی کوشش کے بغیر ہمارے لئے حد درجہ موافق بنی ہوئی ہے۔ یہ واقعات سوچنے والے کو خدا اور آخرت کی یاددہانی کراتے ہیں۔ جو لوگ دنیا کے اس نظام سے یاددہانی کی غذا لیں انھوں نے اپنے لئے خدا کی ابدی نعمتوں کا استحقاق ثابت کیا۔ اور جو لوگ غفلت میں پڑے رہیں انھوں نے یہ ثابت کیا کہ وہ صرف اس قابل ہیں کہ ان کو ہر قسم کی نعمتوں سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا جائے۔

سُوْرَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً

وَالْفَجْرِ ۝١ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝٢ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝٣ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝٤ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ
قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝٥ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝٦ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝٧ الَّتِيْ لَمْ
يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝٨ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝٩ وَفِرْعَوْنَ
ذِي الْاَوْتَادِ ۝١٠ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝١١ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۝١٢ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ
رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝١٣ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝١٤ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ
رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ۝١٥ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ
عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۝١٦ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۝١٧ وَلَا
تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝١٨ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۝١٩ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ
حُبًّا جَمًّا ۝٢٠ كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝٢١ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝٢٢
وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۝٢٣ يَقُوْلُ

يٰلَيْتَنِىْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِىْ ﴿۲۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ
اَحَدٌ ﴿۲۶﴾ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِىْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾ ع ۱ / ۱۴
فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ ﴿۳۰﴾

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قسم ہے فجر کی۔ اور دس راتوں کی۔ اور جفت اور طاق کی۔ اور رات کی جب وہ چلنے لگے۔ کیوں، اس میں عقلمند کے لئے کافی قسم ہے۔ تم نے نہیں دیکھا، تمہارے رب نے عاد کے ساتھ کیا معاملہ کیا، ستونوں والے ارم کے ساتھ۔ جن کے برابر کوئی قوم ملکوں میں پیدا نہیں کی گئی۔ اور ثمود کے ساتھ جنھوں نے وادی میں چٹانیں تراشیں۔ اور میخوں والے فرعون کے ساتھ، جنھوں نے ملکوں میں سرکشی کی۔ پھر ان میں بہت فساد پھیلایا۔ تو تمہارے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔ بیشک تمہارا رب گھات میں ہے۔ پس انسان کا حال یہ ہے کہ جب اس کا رب اس کو آزماتا ہے اور اس کو عزت اور نعمت دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھ کو عزت دی۔ اور جب وہ اس کو آزماتا ہے اور اس کا رزق اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھ کو ذلیل کر دیا۔ ہرگز نہیں، بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔ اور تم مسکین کو کھانا کھلانے پر ایک دوسرے کو نہیں ابھارتے۔ اور تم وراثت کو سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔ اور تم مال سے بہت زیادہ محبت رکھتے ہو۔ ہرگز نہیں، جب زمین کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔ اور تمہارا رب آئے گا اور فرشتے آئیں گے قطار در قطار۔ اور اس دن جہنم لائی جائے گی، اس دن انسان کو سمجھ آئے گی، اور اب سمجھ آنے کا موقع کہاں۔ وہ کہے گا، کاش میں اپنی زندگی میں کچھ آگے بھیجتا۔ پس اس دن نہ تو خدا کے برابر کوئی عذاب دے گا، اور نہ اس کے باندھنے کے برابر کوئی باندھے گا۔ اے نفس مطمئن، چل اپنے رب کی طرف۔ تو اس سے راضی، وہ تجھ سے راضی۔ پھر شامل ہو میرے بندوں میں اور داخل ہو میری جنت میں۔ ۳۰-۱

دنیا میں آدمی کو دو قسم کے احوال پیش آتے ہیں۔ کبھی پانا اور کبھی محروم ہو جانا۔ یہ دونوں حالتیں امتحان کے لئے ہیں۔ وہ اس جانچ کے لئے ہیں کہ آدمی کس حالت میں کون سا ردعمل پیش کرتا ہے۔ جس شخص کا معاملہ یہ ہو کہ جب اس کو کچھ ملے تو وہ فخر کرنے لگے اور جب اس سے

چھینا جائے تو وہ منفی نفسیات میں مبتلا ہو جائے، ایسا شخص امتحان میں ناکام ہو گیا۔

دوسرا انسان وہ ہے کہ جب اس کو ملا تو اس نے خدا کے سامنے جھک کر اس کا شکر ادا کیا، اور جب اس سے چھینا گیا تو دوبارہ اس نے خدا کے آگے جھک کر اپنے عجز کا اقرار کیا۔ یہی دوسرا انسان ہے جس کو یہاں نفس مطمئنہ کہا گیا ہے، یعنی مطمئن روح۔

نفس مطمئن کا مقام اس شخص کو ملتا ہے جو کائنات میں خدا کی نشانیوں پر غور کرے۔ جو تاریخ کے واقعات سے عبرت و نصیحت کی غذا لے سکے۔ جو اس بات کا ثبوت دے کہ جب اس کی ذات میں اور حق میں ٹکراؤ ہوگا تو وہ اپنی ذات کو نظر انداز کر دے گا اور حق کو قبول کر لے گا۔ جو ایک بار حق کو مان لینے کے بعد پھر اس کو کبھی نہ چھوڑے، خواہ اس کی خاطر اسے اپنے آپ کو کچلنا پڑے، اور خواہ اس کے نتیجہ میں اس کی زندگی ویران ہو جائے۔

سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ عِشْرُوْنَ اٰيَةً

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿١﴾ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿٢﴾ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ﴿٣﴾ لَقَدْ
خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ﴿٤﴾ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ﴿٥﴾ يَقُوْلُ
اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ﴿٦﴾ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ ﴿٧﴾ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ
عَيْنَيْنِ ﴿٨﴾ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ﴿٩﴾ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ﴿١٠﴾ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿١١﴾
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿١٢﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿١٣﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿١٤﴾
يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿١٥﴾ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿١٦﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿١٧﴾ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿١٨﴾
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿١٩﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿٢٠﴾ ع ١ ٢٠ ١٥

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

نہیں، میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی۔ اور تم اس میں مقیم ہو۔ اور قسم ہے باپ کی اور اس کی اولاد کی۔ ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے۔ کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کسی کا زور

نہیں۔ کہتا ہے کہ میں نے بہت سا مال خرچ کر دیا۔ کیا وہ سمجھتا ہے کہ کسی نے اس کو نہیں دیکھا کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں نہیں دیں۔ اور ایک زبان اور دو ہونٹ۔ اور ہم نے اس کو دونوں راستے بتا دئے۔ پھر وہ گھاٹی پر نہیں چڑھا۔ اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ گھاٹی۔ گردن کو چھڑانا۔ یا بھوک کے زمانے میں کھلانا، قرابت دار یتیم کو، یا خاک نشیں محتاج کو۔ پھر وہ ان لوگوں میں سے ہو جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو صبر کی اور ہمدردی کی نصیحت کی۔ یہی لوگ نصیب والے ہیں۔ اور جو ہماری آیتوں کے منکر ہوئے وہ بدبختی والے ہیں۔ ان پر آگ چھائی ہوئی ہوگی۔ ۲۰-۱

انسان کسی حال میں اپنے آپ کو مشقتوں سے آزاد نہیں کر پاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کسی بالاتر قوت کے ماتحت ہے۔ اسی طرح انسان کی آنکھیں بتاتی ہیں کہ کوئی برتر آنکھ بھی ہے جو اس کو دیکھ رہی ہے۔ انسان کی قوت نطق اشارہ کرتی ہے کہ اس کے اوپر بھی ایک صاحب نطق ہے جس نے اس کو نطق کی صلاحیت دی۔ اور اس کو ہدایت کا راستہ دکھایا۔ آدمی اگر حقیقی معنوں میں اپنے آپ کو پہچان لے تو یقیناً وہ خدا کو بھی پہچان لے گا۔

خدا نے انسان کو دو قسم کی بلندیوں پر چڑھنے کا حکم دیا ہے۔ ایک انسان کے ساتھ منصفانہ سلوک اور انسان کی ضرورتوں میں اس کے کام آنا۔ دوسری چیز اللہ پر ایمان و یقین ہے۔ یہ ایمان و یقین جب آدمی کے اندر گہرائی کے ساتھ اترتا ہے تو وہ آدمی کی اپنی ذات تک محدود نہیں رہتا بلکہ متعدی بن جاتا ہے۔ ایسا انسان دوسروں کو بھی اسی حق پر لانے کی کوشش کرنے لگتا ہے جس کو وہ خود اختیار کئے ہوئے ہے۔

سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ خَمْسَ عَشْرَةَ اٰيَةً

وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا
يَغْشٰىهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ۝۵ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ۝۶ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝۷
فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝۸ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝۹ وَقَدْ خَابَ مَنْ
دَسّٰىهَا ۝۱۰ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَا ۝۱۱ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝۱۲ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ

اللہِ نَاقَۃَ اللہِ وَسُقْیٰہَا ۝ فَکَذَّبُوۡہُ فَعَقَرُوۡہَا ۙ۟ فَدَمۡدَمَ عَلَیۡہِمۡ رَبُّہُمۡ
بِذَنۡۢبِہِمۡ فَسَوّٰىہَا ۝ وَلَا یَخَافُ عُقۡبٰہَا ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قسم ہے سورج کی اور اس کی دھوپ چڑھنے کی۔ اور چاند کی جب کہ وہ سورج کے پیچھے آئے۔ اور دن کی جب کہ وہ اس کو روشن کر دے۔ اور رات کی جب وہ اس کو چھپا لے۔ اور آسمان کی اور جیسا کہ اس کو بنایا۔ اور زمین کی اور جیسا کہ اس کو پھیلایا۔ اور جان کی جیسا کہ اس کو ٹھیک کیا۔ پھر اس کو سمجھ دی، اس کی بدی کی اور اس کی نیکی کی۔ کامیاب ہوا جس نے اس کو پاک کیا اور نامراد ہوا جس نے اس کو آلودہ کیا۔ ثمود نے اپنی سرکشی کی بنا پر جھٹلایا۔ جب کہ اٹھ کھڑا ہوا ان کا سب سے بڑا بدبخت۔ تو اللہ کے رسول نے ان سے کہا کہ اللہ کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے سے خبردار۔ تو انھوں نے اس کو جھٹلایا۔ پھر اونٹنی کو مار ڈالا۔ پھر ان کے رب نے ان پر ہلاکت نازل کی۔ پھر سب کو برابر کر دیا۔ وہ نہیں ڈرتا کہ اس کے پیچھے کیا ہوگا۔ ۱۵-۱

انسان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے سہ گانہ انتظام کیا ہے۔ ایک طرف کائنات اس طرح بنائی گئی ہے کہ وہ خدا کی مرضی کا عملی اظہار بن گئی ہے۔ دوسری طرف انسان کے اندر نیکی اور بدی کا وجدانی شعور رکھ دیا گیا ہے۔ اس کے بعد مزید اہتمام یہ فرمایا کہ پیغمبروں کے ذریعہ حق و باطل اور ظلم وانصاف کو لوگوں کی قابل فہم زبان میں کھول کر بتا دیا گیا۔ اس کے بعد بھی جو لوگ راہ راست پر نہ آئیں وہ بلاشبہ ظالم ہیں۔

حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی ایک اعتبار سے اس بات کی علامت تھی کہ حق دار کا احترام کرو اور اس کا حق ادا کرو، خواہ وہ بے بس اور کمزور کیوں نہ ہو۔ ایک وجود جو بظاہر محض "اونٹنی" نظر آرہا ہے، عین ممکن ہے کہ وہ خدا کا نشان ہو جو لوگوں کی جانچ کے لئے مقرر کیا گیا ہو۔

سُوۡرَۃُ الَّیۡلِ مَکِّیَّۃٌ　بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　اِحۡدٰی وَعِشۡرُوۡنَ اٰیَۃً

وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی ۝ وَالنَّہَارِ اِذَا تَجَلّٰی ۝ وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالۡاُنۡثٰۤی ۝ اِنَّ
سَعۡیَکُمۡ لَشَتّٰی ۝ فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰی وَاتَّقٰی ۝ وَصَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰی ۝ فَسَنُیَسِّرُہٗ

لِلْيُسْرٰى ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ﴿۸﴾ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ﴿۹﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ
لِلْعُسْرٰى ﴿۱۰﴾ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ﴿۱۱﴾ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ﴿۱۲﴾ وَ
اِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ﴿۱۳﴾ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ﴿۱۴﴾ لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا
الْاَشْقَى ﴿۱۵﴾ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۶﴾ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿۱۷﴾ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ
يَتَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ﴿۱۹﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ
رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿۲۰﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴿۲۱﴾ ع ۱ ۲۱ ۱۷

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قسم ہے رات کی جب کہ وہ چھا جائے۔ اور دن کی جب کہ وہ روشن ہو اور اس کی جو اس نے پیدا کئے نر اور مادہ۔ کہ تمہاری کوششیں الگ الگ ہیں۔ پس جس نے دیا اور وہ ڈرا اور اس نے بھلائی کو سچ مانا۔ تو اس کو ہم آسان راستہ کے لئے سہولت دیں گے۔ اور جس نے بخل کیا اور بے پروا رہا۔ اور بھلائی کو جھٹلایا، تو ہم اس کو سخت راستہ کے لئے سہولت دیں گے۔ اور اس کا مال اس کے کام نہ آئے گا جب وہ گڑھے میں گرے گا۔ بے شک ہمارے ذمہ ہے راہ بتانا۔ اور بے شک ہمارے اختیار میں ہے آخرت اور دنیا۔ پس میں نے تم کو ڈرا دیا بھڑکتی ہوئی آگ سے۔ اس میں وہی پڑے گا جو بڑا بدبخت ہے۔ جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی۔ اور ہم اس سے بچا دیں گے زیادہ ڈرنے والے کو۔ جو اپنا مال دیتا ہے پاکی حاصل کرنے کے لئے اور اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ اسے دینا ہو۔ مگر صرف اپنے خدائے برتر کی خوشنودی کے لئے۔ اور عنقریب وہ خوش ہو جائے گا۔ ۲۱-۱

دنیا میں تمام چیزیں جوڑے جوڑے ہیں۔ نر اور مادہ، رات اور دن، مثبت ذرہ اور منفی ذرہ، میٹر اور اینٹی میٹر۔ اس دنیا کی ہر چیز اپنے جوڑے کے ساتھ مل کر اپنے مقصد کو پورا کرتی ہے۔ یہ واضح طور پر اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کائنات میں مقصدیت ہے۔ ایسی بامقصد کائنات میں یہ ناممکن ہے کہ یہاں اچھا عمل اور برا عمل دونوں بالکل یکساں انجام پر ختم ہو۔ کائنات اپنے خالق کا جو تعارف کرا رہی ہے اس سے یہ بات مطابقت نہیں رکھتی۔

اللہ کا تعلق اپنے بندوں سے صرف حاکم کا نہیں، بلکہ مددگار کا بھی ہے۔ وہ اپنے ان بندوں

کا راستہ ہموار کرتا ہے جو اس کی طرف چلنا چاہیں۔ اس کے برعکس جو لوگ سرکشی کا راستہ اختیار کریں وہ انھیں سرکشی کے راستہ پر دوڑنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔

سُوْرَةُ الضُّحٰى مَكِّيَّةٌ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ هِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

وَالضُّحٰى ۙ﴿۱﴾ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۙ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ؕ﴿۳﴾ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ
مِنَ الْاُوْلٰى ؕ﴿۴﴾ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ؕ﴿۵﴾ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۪﴿۶﴾ وَ
وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۪﴿۷﴾ وَ وَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ؕ﴿۸﴾ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا
تَقْهَرْ ؕ﴿۹﴾ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ؕ﴿۱۰﴾ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾ ع ۱۱/۱۸

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قسم ہے روز روشن کی۔ اور رات کی جب وہ چھا جائے۔ تمہارے رب نے تم کو نہیں چھوڑا۔ اور نہ وہ تم سے بیزار ہوا۔ اور یقیناً آخرت تمہارے لئے دنیا سے بہتر ہے۔ اور عنقریب اللہ تجھ کو دے گا۔ پھر تو راضی ہو جائے گا۔ کیا اللہ نے تم کو یتیم نہیں پایا پھر ٹھکانا دیا۔ اور تم کو متلاشی پایا تو راہ دکھائی۔ اور تم کو نادار پایا تو تم کو غنی کر دیا۔ پس تم یتیم پر سختی نہ کرو۔ اور تم سائل کو نہ جھڑکو۔ اور تم اپنے رب کی نعمت بیان کرو۔ ۱۱-۱

اس دنیا کا نظام اس طرح بنا ہے کہ یہاں دن بھی آتا ہے اور رات بھی۔ دونوں کے ملنے سے یہاں کا نظام مکمل ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان کے ارتقاء کے لئے بھی سختی اور نرمی دونوں کا پیش آنا ضروری ہے۔ اس دنیا میں ایک بندۂ خدا کے ساتھ سختی کے حالات اس لئے پیش آتے ہیں کہ اس کی چھپی ہوئی صلاحیتیں بیدار ہوں۔ اس کی راہ میں رکاوٹیں اس لئے ڈالی جاتی ہیں تاکہ اس کا مستقبل اس کے حال سے زیادہ بہتر ہو سکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتیم پیدا ہوئے، پھر اللہ نے آپ کو بہترین سرپرست عطا فرمایا۔ آپ تلاش حق میں سرگرداں تھے، پھر اللہ نے آپ کے لئے حق کا دروازہ کھول دیا۔ آپ بظاہر بے مال تھے، پھر اللہ نے آپ کو آپ کی اہلیہ (خدیجہ) کے ذریعہ صاحب مال بنا دیا۔ یہ ایک تاریخی مثال ہے جو بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے بندوں کی مدد فرماتا ہے۔

انسان کو چاہئے کہ وہ کمزوروں کی مدد کرے تاکہ وہ اللہ کی مدد کا مستحق بنے۔ اس کا کلام نعمتِ خداوندی کے اظہار کا کلام ہو تاکہ اللہ اس پر اپنی نعمتوں کا اتمام فرمائے۔

سُوْرَۃُ الْاِنْشِرَاحِ مَکِّیَّۃٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ ثَمٰنِيْ اٰيَاتٍ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿۱﴾ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ﴿۲﴾ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ
ظَهْرَكَ ﴿۳﴾ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿۴﴾ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿۵﴾ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ
ع ۸/۱۹ يُسْرًا ﴿۶﴾ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ﴿۷﴾ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴿۸﴾

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

کیا ہم نے تمہارا سینہ تمہارے لئے کھول نہیں دیا۔ اور تمہارا وہ بوجھ اتار دیا جس نے تمہاری پیٹھ جھکا دی تھی۔ اور ہم نے تمہارا مذکور بلند کیا۔ پس مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ پھر جب تم فارغ ہو جاؤ تو محنت کرو۔ اور اپنے رب کی طرف توجہ رکھو۔ ۸-۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت جاننے کے لئے تڑپ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حقیقت کا علم دے کر آپ کی تلاش کو معرفت میں تبدیل کر دیا۔ حقائق کی معرفت کے لئے آپ کا سینہ کھل گیا۔ پھر آپ نے مکہ میں توحید کی دعوت شروع کی تو بظاہر سخت مخالفتوں کا سامنا پیش آیا۔ مگر انھیں مخالفتوں کے ذریعہ یہ ہوا کہ آپ کا چرچا سارے ملک میں پھیل گیا۔

یہی موجودہ دنیا کے لئے اللہ کا قانون ہے۔ یہاں ابتداءً انسان کے ساتھ عسر کے حالات پیش آتے ہیں۔ لیکن اگر وہ صبر کے ساتھ اس پر جما رہے تو یہ عُسر اس کے لئے یُسر تک پہنچنے کا زینہ بن جاتا ہے۔ اس لئے انسان کو چاہئے کہ وہ ہمیشہ اللہ کی طرف دیکھے، وہ اپنی استطاعت کے بقدر اپنی جدوجہد کو برابر جاری رکھے۔

سُوْرَۃُ التِّيْنِ مَکِّیَّۃٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ ثَمٰنِيْ اٰيَاتٍ

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ﴿۱﴾ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ﴿۲﴾ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا
الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ﴿۴﴾ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ﴿۵﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۶ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ
بِالدِّيْنِ ۝۷ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝۸ ع

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قسم ہے تین کی اور زیتون کی۔ اور طور سینا کی۔ اور اس امن والے شہر کی۔ ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔ پھر اس کو سب سے نیچے پھینک دیا۔ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو ان کے لئے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔ تو اب کیا ہے جس سے تم بدلہ ملنے کو جھٹلاتے ہو۔ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں۔ ۸-۱

تین اور زیتون دو پہاڑوں کے نام ہیں جن کے قریب بیت المقدس واقع ہے، یعنی حضرت مسیح کا مقام عمل۔ طور سینین سے مراد وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ پر خدا نے وحی فرمائی۔ بلد امین سے مراد مکہ ہے جہاں پیغمبر اسلام مبعوث ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ یہ صلاحیتیں اس لئے ہیں کہ انسان پیغمبروں کے ذریعہ ظاہر کئے جانے والے حق کو پہچانے اور اپنی زندگی کو اس کے مطابق بنائے۔ جو لوگ ایسا کریں وہ عزت اور بلندی کا ابدی مقام پائیں گے۔ اس کے برعکس جو لوگ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو خدا کی مرضی کے تابع نہ کریں، ان سے موجودہ نعمتیں بھی چھین لی جائیں گی اور کامل محرومی کے سوا کوئی جگہ نہ ہوگی جہاں ان کو ٹھکانا مل سکے —— پیغمبروں کی بعثت اور پیغمبروں کے ذریعہ ظاہر ہونے والے نتائج اس کی صداقت کی گواہی دیتے ہیں۔

سُوْرَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝۱ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ
الْاَكْرَمُ ۝۳ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝۴ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝۵
كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۝۶ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝۷ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝۸
اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۝۹ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۝۱۰ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ۝۱۱

اَوۡ اَمَرَ بِالتَّقۡوٰی ﴿۱۲﴾ اَرَءَیۡتَ اِنۡ کَذَّبَ وَ تَوَلّٰی ﴿۱۳﴾ اَلَمۡ یَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی ﴿۱۴﴾
کَلَّا لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَہِ ۬ۙ لَنَسۡفَعًۢا بِالنَّاصِیَۃِ ﴿۱۵﴾ نَاصِیَۃٍ کَاذِبَۃٍ خَاطِئَۃٍ ﴿۱۶﴾
فَلۡیَدۡعُ نَادِیَہٗ ﴿۱۷﴾ سَنَدۡعُ الزَّبَانِیَۃَ ﴿۱۸﴾ کَلَّا ؕ لَا تُطِعۡہُ وَ اسۡجُدۡ
وَ اقۡتَرِبۡ ﴿۱۹﴾ ع

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ پیدا کیا انسان کو علق سے۔ پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے۔ انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ جانتا نہ تھا۔ ہرگز نہیں، انسان سرکشی کرتا ہے۔ اس بنا پر کہ وہ اپنے کو بے نیاز دیکھتا ہے۔ بے شک تیرے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے۔ کیا تم نے دیکھا اس شخص کو جو منع کرتا ہے، ایک بندہ کو جب وہ نماز پڑھتا ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے، اگر وہ ہدایت پر ہو۔ یا ڈر کی بات سکھاتا ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے، اگر اس نے جھٹلایا اور روگردانی کی۔ کیا اس نے نہیں جانا کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ ہرگز نہیں، اگر وہ باز نہ آیا تو ہم پیشانی کے بال پکڑ کر اس کو کھینچیں گے۔ اس پیشانی کو جو جھوٹی گناہ گار ہے۔ اب وہ بلا لے اپنے حامیوں کو۔ ہم بھی دوزخ کے فرشتوں کو بلائیں گے۔ ہرگز نہیں، اس کی بات نہ مان اور سجدہ کر اور قریب ہو جا۔

1-19

اس سورہ کی ابتدائی پانچ آیتیں وہ ہیں جو پیغمبر اسلام پر سب سے پہلے نازل ہوئیں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے معمولی مادی اجزاء سے پیدا کیا۔ پھر اس کو یہ نادر صلاحیت دی کہ وہ پڑھے اور الفاظ کے ذریعہ معانی کا ادراک کرسکے۔ پھر انسان کو یہ مزید صلاحیت دی گئی کہ وہ قلم کو استعمال کرے اور اس طرح اپنے علم کو مدون اور محفوظ کرسکے۔ قرأت کی صلاحیت اگر آدمی کو خود پڑھنے کے قابل بناتی ہے تو قلم اس کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ اپنے علم کو وسیع پیمانہ پر دوسروں تک پہنچا سکے۔

جو لوگ حق کے مقابلہ میں سرکشی کریں اور حق کا راستہ اختیار کرنے والوں کی راہ میں رکاوٹیں ڈالیں ان کا انجام بہت برا ہے۔ ایسے حالات میں حق کے داعی کا اصل سہارا یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کرے۔ وہ لوگوں سے محروم ہو کر خدا سے پائے، وہ لوگوں سے دور ہو کر لوگوں کے خدا سے

قریب ہو جائے۔

سُورَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ هِيَ خَمْسُ آيَاتٍ

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝١ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝٢ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝٣ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۝٤ سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝٥

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

ہم نے اس کو اتارا ہے شب قدر میں۔ اور تم کیا جانو کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ فرشتے اور روح اس میں اپنے رب کی اجازت سے اترتے ہیں۔ ہر حکم لے کر۔ وہ رات سراسر سلامتی ہے، صبح نکلنے تک۔ ۱-۵

سال کی ایک خاص رات (غالباً ماہ رمضان کے اخیر عشرہ کی کوئی رات) اللہ تعالیٰ کے یہاں فیصلہ کی رات ہے۔ دنیا کے انتظام کے متعلق جو کام اس سال میں مقدر ہیں ان کے نفاذ کی تعیین کے لئے اس رات کو فرشتے اترتے ہیں۔ اسی قسم کی ایک خاص رات میں قرآن کا نزول شروع ہوا۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس رات کو زمین پر فرشتوں کی کثرت ہوتی ہے۔ اس سے زمین پر خاص طرح کا روحانی ماحول پیدا ہوتا ہے۔ اب جو لوگ اپنے اندر روحانیت بیدار کئے ہوئے ہوں وہ اس سے متاثر ہوتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں ان کے اندر غیر معمولی روحانی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے جو ان کے دینی عمل کی قدر و قیمت عام حالات سے بہت زیادہ بڑھا دیتی ہے۔

سُورَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ وَهِيَ ثَمَانِي آيَاتٍ

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝١ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝٢ فِيهَا كُتُبٌ

قَيِّمَةٌ ۝۳ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝۴ وَ
مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝۵ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ
الْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝۶ اِنَّ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝۷ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ
رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ
اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝۸ ع ۱ ۸ ۲۲

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اہل کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے انکار کیا وہ باز آنے والے نہیں جب تک ان کے پاس واضح دلیل نہ آجائے۔ اللہ کی طرف سے ایک رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے۔ جن میں درست مضامین لکھے ہوں۔ اور جو لوگ اہل کتاب تھے وہ واضح دلیل آجانے کے بعد ہی مختلف ہوگئے۔ حالاں کہ ان کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں۔ اس کے لئے دین کو خالص کر دیں، یکسو ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں، اور یہی درست دین ہے۔ بے شک اہل کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے کفر کیا وہ جہنم کی آگ میں پڑیں گے، ہمیشہ اس میں رہیں گے، یہ لوگ بدترین خلائق ہیں۔ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے، وہ لوگ بہترین خلائق ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس، ہمیشہ رہنے والے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی، یہ اس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔ ۸-۱

عرب کے مشرکین اور اہل کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ آپ کوئی معجزہ دکھائیں۔ یا فرشتہ آسمان سے آکر ہم سے کلام کرے تب ہم آپ کی رسالت مانیں گے۔ مگر اس قسم کا مطالبہ کرنے والے ہمیشہ غیر سنجیدہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ پچھلے لوگوں نے اس طرح کے مطالبے کئے، مگر مطالبہ پورا ہونے کے باوجود وہ مومن نہ بن سکے۔

خدا کا دین قیم یہ ہے کہ آدمی ایک اللہ کی عبادت کرے۔ وہ دل سے اس کا چاہنے والا بن جائے۔ وہ نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے۔ یہی خدا کی طرف سے آنے والا اصل دین ہے۔ سب سے اچھے لوگ وہ ہیں جو اس دین قیم کو اختیار کریں۔ اور سب سے برے لوگ وہ ہیں جو اس دین قیم کو اختیار نہ کریں یا اس کے سوا کوئی اور دین وضع کریں اور اس خود ساختہ دین کو دین قیم کا نام دیدیں۔

سُوْرَةُ الزِّلْزَالِ مَدَنِيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ ثَمَانِ اٰيَاتٍ

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴿١﴾ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ﴿٢﴾ وَقَالَ الْاِنْسَانُ
مَا لَهَا ﴿٣﴾ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ﴿٤﴾ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ﴿٥﴾ يَوْمَئِذٍ
يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ﴿٦﴾ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا
ع ١ ٨ ٢٤ يَّرَهٗ ﴿٧﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿٨﴾

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

جب زمین شدت سے ہلا دی جائے گی۔ اور زمین اپنا بوجھ نکال کر باہر ڈال دے گی۔ اور انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہوا۔ اس دن وہ اپنے حالات بیان کرے گی۔ کیوں کہ تمہارے رب کا اس کو یہی حکم ہوگا۔ اس دن لوگ الگ الگ نکلیں گے تاکہ ان کے اعمال انھیں دکھائے جائیں۔ پس جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس شخص نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ ۸-۱

قیامت کا زلزلہ مدتِ امتحان کے ختم ہونے کا اعلان ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اب لوگوں سے وہ آزادی چھین گئی جو امتحان کی مصلحت کی بنا پر انھیں حاصل تھی۔ اب وہ وقت آگیا جب لوگوں کو ان کے عمل کا بدلہ دیا جائے۔ آج خدا کی دنیا بظاہر خاموش ہے مگر جب حالات بدلیں گے تو یہاں کی ہر چیز بولنے لگے گی۔ موجودہ زمانہ کی ایجادات نے ثابت کیا ہے کہ بے جان چیزیں بھی "بولنے" کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ اسٹوڈیو میں کئے ہوئے عمل کو فلم اور ریکارڈ پوری طرح دہرا دیتے ہیں۔ اسی طرح موجودہ دنیا گویا بہت بڑا خدائی اسٹوڈیو

ہے۔ اس کے اندر انسان جو کچھ کرتا ہے یا جو کچھ بولتا ہے وہ سب ہر لمحہ محفوظ ہو رہا ہے۔ اور جب وقت آئے گا تو ہر ایک کی کہانی کو یہ دنیا اس طرح دہرا دے گی کہ اس کی کوئی بھی بات اس سے بچی ہوئی نہ ہوگی، خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی۔

سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ﴿۲﴾ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ﴿۳﴾ فَاَثَرْنَ بِهٖ
نَقْعًا ﴿۴﴾ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ﴿۵﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ﴿۶﴾ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ
لَشَهِيْدٌ ﴿۷﴾ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ﴿۸﴾ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ﴿۹﴾ وَ
حُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ﴿۱۰﴾ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾ ع ۱۱ ۲۵

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں۔ پھر ٹاپ مار کر چنگاری نکالنے والے۔ پھر صبح کے وقت چھاپہ مارنے والے۔ پھر اس میں غبار اڑانے والے۔ پھر اس وقت فوج میں گھس جانے والے۔ بیشک انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ اور وہ خود اس پر گواہ ہے۔ اور وہ مال کی محبت میں بہت شدید ہے۔ کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا جب وہ قبروں سے نکالا جائے گا۔ اور نکالا جائے گا جو کچھ دلوں میں ہے۔ بے شک اس دن ان کا رب ان سے خوب باخبر ہوگا۔

۱-۱۱ ———

گھوڑا ایک نہایت وفادار جانور ہے۔ وہ اپنے مالک کے لئے اپنے آپ کو آخری حد تک قربان کر دیتا ہے، حتٰی کہ جنگ کے میدان میں بھی وہ اپنے مالک کا ساتھ نہیں چھوڑتا۔ یہ گویا ایک علامتی مثال ہے جو انسان کو بتاتی ہے کہ اسے کیسا بننا چاہئے۔ انسان کو بھی اپنے رب کا اسی طرح وفادار بننا چاہئے جیسا کہ گھوڑا انسان کا وفادار ہوتا ہے۔ مگر عملاً ایسا نہیں۔

اس دنیا میں جانور اپنے مالک کا شکرگزار ہے مگر انسان اپنے رب کا شکرگزار نہیں یہاں جانور اپنے مالک کا حق پہچانتا ہے مگر انسان اپنے رب کا حق نہیں پہچانتا۔ یہاں جانور اپنے مالک کی اطاعت میں سرگرم ہے مگر انسان اپنے رب کی اطاعت میں سرگرم نہیں۔

انسان اسی جانور کی قدر کرتا ہے جو اس کا وفادار ہو۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ وہ اس راز

کو نہ جانے کہ خدا کے یہاں وہی انسان قابل قدر ٹھہرے گا جو خدا کی نظر میں اس کا وفادار ثابت ہو۔ مگر مال کی محبت اس کو اندھا بنا دیتی ہے۔ وہ ایک ایسی حقیقت کو جاننے سے محروم رہتا ہے جس کا وہ خود اپنے قریبی حالات میں تجربہ کر چکا تھا۔

سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

اَلْقَارِعَةُ ﴿۱﴾ مَا الْقَارِعَةُ ﴿۲﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ﴿۳﴾ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ
كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ﴿۴﴾ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ﴿۵﴾ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ
مَوَازِيْنُهٗ ﴿۶﴾ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ﴿۸﴾
فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ﴿۹﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ﴿۱۰﴾ نَارٌ حَامِيَةٌ ﴿۱۱﴾ ع ۲۶

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

کھڑکھڑانے والی۔ کیا ہے کھڑکھڑانے والی۔ اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی۔ جس دن لوگ پتنگوں کی طرح بکھرے ہوئے ہوں گے۔ اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔ پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا وہ دل پسند آرام میں ہوگا۔ اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا تو اس کا ٹھکانا گڑھا ہے۔ اور تم کیا جانو کہ وہ کیا ہے، بھڑکتی ہوئی آگ۔

۱-۱۱

قیامت کا بھونچال ہر چیز کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے گا۔ لوگوں کے تمام استحکامات درہم برہم ہو جائیں گے۔ اس کے بعد ایک نیا عالم بنے گا جہاں سارا وزن صرف حق میں ہوگا، بقیہ تمام چیزیں اپنا وزن کھو دیں گی۔ موجودہ دنیا میں انسانوں کی پسند کا رواج ہے۔ یہاں انسانوں کی نسبت سے چیزوں کا وزن قائم ہوتا ہے۔ آخرت کی دنیا خدا کی دنیا ہے۔ وہاں خدا کی پسند کے اعتبار سے ایک چیز وزن دار ہوگی اور دوسری چیز بالکل بے وزن ہو کر رہ جائے گی۔

دنیا میں اعمال کا وزن ظاہر کے اعتبار سے ہوتا ہے، آخرت میں اعمال کا وزن ان کی اندرونی حقیقت کے اعتبار سے ہوگا۔ جس آدمی کے عمل میں جتنا زیادہ اخلاص ہوگا اتنا ہی زیادہ وہ وزنی قرار پائے گا۔ جو عمل اخلاص سے خالی ہو وہ آخرت میں بالکل بے وزن ہو کر رہ جائے گا، خواہ موجودہ دنیا میں ظاہر بینوں کو وہ کتنا ہی زیادہ باوزن دکھائی دیتا رہا ہو۔

سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ ثَمَانُ اٰيَاتٍ
اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ
تَعْلَمُوْنَ ۝ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا
عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝ ع ۲۷

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

بہتات کی حرص نے تم کو غفلت میں رکھا۔ یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے۔ ہرگز نہیں، تم بہت جلد جان لوگے۔ پھر ہرگز نہیں، تم بہت جلد جان لوگے۔ ہرگز نہیں، اگر تم یقین کے ساتھ جانتے، کہ تم ضرور دوزخ کو دیکھوگے۔ پھر تم اس کو یقین کی آنکھ سے دیکھوگے۔ پھر اس دن تم سے نعمتوں کے بارہ میں پوچھ ہوگی۔ ۱-۸

آدمی چاہتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ کمائے، وہ زیادہ سے زیادہ ساز وسامان اپنے پاس جمع کرے۔ وہ اسی دھن میں لگا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی موت آجاتی ہے۔ اس وقت اس کو معلوم ہوتا ہے کہ جمع کرنے کی چیز تو دوسری تھی اور میں کسی اور چیز کو جمع کرنے میں مصروف رہا۔

دنیا کی چیزوں کا اضافہ صرف آدمی کی مسئولیت کو بڑھاتا ہے۔ اور آدمی اپنی نادانی سے یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنی کامیابی میں اضافہ کر رہا ہے۔

سُوْرَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ ثَلٰثُ اٰيَاتٍ
وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ ع ۲۸

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قسم ہے زمانہ کی۔ بے شک انسان گھاٹے میں ہے۔ مگر جو لوگ کہ ایمان لائے اور نیک عمل کیا اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی۔ ۱-۳

آدمی ہر لمحہ اپنی موت کی طرف جا رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اگر اپنی مہلت عمر کو استعمال نہ کرے تو آخر کار اس کے حصہ میں جو چیز آئے گی وہ صرف ہلاکت ہے۔ کامیاب ہونے کے لئے آدمی کو خود عمل کرنا ہے۔ جب کہ ناکامی کے لئے کسی عمل کی ضرورت نہیں۔ وہ اپنے آپ اس کی طرف بھاگی چلی آرہی ہے۔

ایک بزرگ نے کہا کہ سورۂ عصر کا مطلب میں نے ایک برف بیچنے والے سے سمجھا جو بازار میں آواز لگا رہا تھا کہ لوگو، اس شخص پر رحم کرو جس کا اثاثہ گھل رہا ہے، لوگو، اس شخص پر رحم کرو جس کا اثاثہ گھل رہا ہے۔ اس پکار کو سن کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ جس طرح برف پگھل کر کم ہوتی رہتی ہے اسی طرح انسان کو ملی ہوئی عمر بھی تیزی سے گزر رہی ہے۔ عمر کا موقع اگر بے عملی میں یا برے کاموں میں کھو دیا جائے تو یہی انسان کا گھاٹا ہے (تفسیر کبیر امام رازی)

اپنے وقت کو صحیح استعمال کرنے والا وہ ہے جو موجودہ دنیا میں تین باتوں کا ثبوت دے۔ ایک ایمان، یعنی حقیقت کا شعور اور اس کا اعتراف۔ دوسرے عمل صالح، یعنی وہی کرنا جو کرنا چاہئے اور وہ نہ کرنا جو نہیں کرنا چاہئے۔ تیسرے حق و صبر کی تلقین، یعنی حقیقت کا اتنا گہرا ادراک کہ آدمی اس کا داعی اور مبلغ بن جائے۔

سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعُ اٰيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝۱ الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝۲ يَحْسَبُ اَنَّ
مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۝۳ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِ ۝۴ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝۵
نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝۶ الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝۷ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝۸ فِىْ عَمَدٍ
مُّمَدَّدَةٍ ۝۹ ع ۱ ۲۹

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

تباہی ہے ہر طعنہ دینے والے، عیب نکالنے والے کی۔ جس نے مال کو سمیٹا اور گن گن کر رکھا۔ وہ خیال کرتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے ساتھ رہے گا۔ ہرگز نہیں، وہ پھینکا جائے گا

روندنے والی جگہ میں۔ اور تم کیا جانو کہ وہ روندنے والی جگہ کیا ہے۔ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ جو دلوں تک پہنچے گی۔ وہ ان پر بند کر دی جائے گی، اونچے اونچے ستونوں میں۔ ۹-۱

کسی سے اختلاف ہو تو آدمی اس کو دلیل سے رد کر سکتا ہے۔ مگر یہ درست نہیں کہ آدمی اس پر عیب لگائے۔ اس کو بدنام کرے۔ اس کو الزام تراشی کا نشانہ بنائے۔ پہلی بات جائز ہے مگر دوسری بات سراسر ناجائز۔

جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ اس لئے ایسا کرتے ہیں کہ وہ دیکھتے ہیں کہ ان کی دنیوی حیثیت محفوظ و مستحکم ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ دوسرے شخص پر بے بنیاد الزام لگانے سے ان کا اپنا کچھ بگڑنے والا نہیں۔ مگر یہ صرف نادانی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسا کرنا آگ کے گڑھے میں چھلانگ لگانا ہے۔ ایسا آگ کا گڑھا جس سے نکلنے کی کوئی سبیل ان کے لئے نہ ہوگی۔

سُورَةُ الْفِيلِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۞ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۞ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۞ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۞ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۞

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ کیا اس نے ان کی تدبیر کو اکارت نہیں کر دیا۔ اور ان پر چڑیاں بھیجیں جھنڈ کی جھنڈ۔ جو ان پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے۔ پھر اللہ نے ان کو کھائے ہوئے بھس کی طرح کر دیا۔ ۵-۱

ابرہہ حبشی صدی عیسوی میں جنوبی عرب کا ایک مسیحی حبشی حکمراں تھا۔ اس نے مذہبی جنون کے تحت ۵۷۰ء میں مکہ پر حملہ کیا تاکہ کعبہ کو ڈھا کر ختم کر دے۔ اس کے ساتھ ساٹھ ہزار آدمیوں کا لشکر تھا جس میں تقریباً ایک درجن ہاتھی بھی شامل تھے۔ اسی بنا پر وہ لوگ اصحاب فیل (ہاتھی والے) کہے گئے۔ جب یہ لوگ مکہ کے قریب پہنچے تو ہاتھیوں نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔

اسی کے ساتھ پرندوں کے جھنڈ آئے جن کی چونچوں اور پنجوں میں کنکریاں تھیں۔ انھوں نے یہ کنکریاں ابرہہ کے لشکر پر گرائیں تو سارا لشکر عجیب وغریب قسم کی بیماری میں مبتلا ہوگیا اور گھبرا کر واپس بھاگا، مگر ابرہہ سمیت اس کے بیشتر افراد راستہ ہی میں ہلاک ہوگئے۔

یہ واقعہ عین اس سال پیش آیا جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مظاہرہ تھا کہ پیغمبر اسلام کو غلبہ کی نسبت دی گئی ہے۔ آپ کے ساتھ یا آپ کے دین کے ساتھ جو بھی ٹکرائے گا وہ لازماً مغلوب ہو کر رہے گا۔

سُوْرَةُ قُرَيْشٍ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ أَرْبَعُ آيَاتٍ

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝۱ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝۲ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝۳ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝۴

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اس واسطے کہ قریش مانوس ہوئے، جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس۔ تو ان کو چاہئے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانا دیا اور خوف سے ان کو امن دیا۔ ۴-۱

قریش ایک تجارتی قوم تھے۔ گرمی کے زمانہ میں ان کے تجارتی قافلے شام اور فلسطین کی طرف جاتے تھے۔ اور سردیوں کے زمانہ میں وہ یمن کی طرف تجارتی سفر کرتے تھے۔ انھیں تجارتوں پر ان کی معاشیات کا انحصار تھا۔ قدیم زمانہ میں جب کہ تاجروں کو لوٹنا عام تھا، قریش کے قافلے راستے میں لوٹے نہیں جاتے تھے۔ اس کی وجہ کعبہ سے ان کا تعلق تھا۔ قریش کعبہ کے خادم اور متولی تھے اور لوگوں کے ذہنوں پر چونکہ کعبہ کا بہت زیادہ احترام تھا۔ وہ کعبہ کے خادموں اور متولیوں کا بھی احترام کرتے تھے اور اسی بنا پر وہ ان کو نہیں لوٹتے تھے۔

یہاں حکمتِ دعوت کے تحت قریش کو یہ واقعہ یاد دلاتے ہوئے انھیں اسلام کی طرف بلایا گیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ بڑی ناشکری کی بات ہوگی کہ تم بیت اللہ کے دنیوی فائدے تو حاصل کرو، اور اس سے وابستہ ہونے کی جو ذمہ داریاں ہیں ان کو پورا نہ کرو۔ جو خدا انسان کو مادی فائدے پہنچاتا ہے اسی خدا کی اس کو عبادت بھی کرنا چاہئے۔

سُورَةُ الْمَاعُونِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ سَبْعُ اٰيَاتٍ

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝۱ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝۲ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى
طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝۳ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝۴ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ
ع ۲ سَاهُوْنَ ۝۵ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝۶ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝۷

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

کیا تم نے دیکھا اس شخص کو جو انصاف کے دن کو جھٹلاتا ہے۔ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ اور مسکین کا کھانا دینے پر نہیں ابھارتا۔ پس تباہی ہے ان نماز پڑھنے والوں کے لئے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔ وہ جو دکھلاوا کرتے ہیں۔ اور معمولی ضرورت کی چیزیں بھی نہیں دیتے۔ ۷-۱

آخرت کی پکڑ کا یقین آدمی کو نیک عمل بناتا ہے۔ جس آدمی کے اندر آخرت کی پکڑ کا یقین نہ رہے وہ نیکی کی ہر بات سے خالی رہے گا۔ وہ اللہ کی عبادت گزاری سے غافل ہو جائے گا۔ وہ بے زور آدمی کو دھکا دینے میں بھی نہیں شرمائے گا۔ وہ غریبوں کے حقوق ادا کرنے کی ضرورت نہیں سمجھے گا۔ حتیٰ کہ وہ لوگوں کو ایسی چیز دینے کا بھی روادار نہ ہوگا جس کے دینے میں اس کا کوئی حقیقی نقصان نہیں، خواہ وہ دیاسلائی کی ایک ڈبیہ ہو یا کسی کے حق میں خیر خواہی کا ایک بول۔

سُورَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ ثَلٰثُ اٰيَاتٍ

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝۱ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝۲ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ
ع ۲ الْاَبْتَرُ ۝۳

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

ہم نے تم کو کوثر دے دیا۔ پس اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ بے شک تمہارا دشمن ہی بے نام و نشان ہے۔ ۳-۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے آمیز حق کی دعوت لے کر اٹھے تھے۔ اس قسم کا کام موجودہ دنیا کا سب سے زیادہ مشکل کام ہے۔ چنانچہ آپ کو اس دعوت کی راہ میں اپنی ہر چیز کھو دینی پڑی۔ آپ اپنی قوم سے کٹ گئے۔ آپ کی معاشی زندگی برباد ہوگئی۔ آپ کی اولاد کا مستقبل تاریک ہوگیا۔ تھوڑے لوگوں کے سوا کسی نے آپ کا ساتھ نہیں دیا۔ مگر انھیں حوصلہ شکن حالات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر اتری کہ تم کو ہم نے کوثر (خیر کثیر) دے دیا۔ یعنی ہر قسم کی اعلیٰ ترین کامیابی۔ قرآن کی یہ پیشین گوئی بعد کے سالوں میں کامل طور پر پوری ہوئی۔

یہی وعدہ درجہ بدرجہ پیغمبر اسلام کے امتیوں سے بھی ہے۔ ان کے لئے بھی "خیر کثیر" ہے بشرطیکہ وہ اس خالص دین کو لے کر اٹھیں جس کو پیغمبر اسلام اور آپ کے اصحاب لے کر اٹھے تھے۔ اس خیر کثیر کا تعلق دنیا سے لے کر آخرت تک ہے، وہ کبھی ختم ہونے والا نہیں۔

سُورَةُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ سِتُّ اٰيَاتٍ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ① لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ② وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ
اَعْبُدُ ③ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ④ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ⑤ لَكُمْ
دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ⑥ ع ۱ ۳۰

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

کہو کہ اے منکرو، میں ان کی عبادت نہیں کروں گا جن کی عبادت تم کرتے ہو۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔ اور میں ان کی عبادت کرنے والا نہیں جن کی عبادت تم نے کی ہے۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔ تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین۔ ۶-۱

یہ سورہ مکہ کے آخری زمانہ میں اتری۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءً ایک عرصہ تک "اے میری قوم" کے لفظ سے لوگوں کو پکارتے رہے۔ مگر جب اتمام حجت کے باوجود انھوں نے نہ مانا تو آپ نے ایہا الکافرون (اے انکار کرنے والو) کے لفظ سے خطاب فرمایا۔ اس مرحلہ میں یہ فقرہ دراصل کلمۂ برأت ہے نہ کہ کلمۂ دعوت۔

میرے لئے میرا دین، تمہارے لئے تمہارا دین ـــــ یہ دوسروں کے دین کی تصدیق نہیں۔ یہ ایک طرف اپنے حق پر جمے رہنے کا آخری اظہار ہے۔ اور دوسری طرف وہ مخاطب کی اس حالت کا اعلان ہے کہ تم اب ضد کی اس آخری حد پر آگئے ہو جہاں سے کوئی شخص کبھی نہیں پلٹتا۔

سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثُ اٰيٰتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

جب اللہ کی مدد آجائے اور فتح۔ اور تم دیکھو کہ لوگ خدا کے دین میں داخل ہو رہے ہیں فوج در فوج۔ تو اپنے رب کی تسبیح کرو اس کی حمد کے ساتھ اور اس سے بخشش مانگو، بے شک وہ معاف کرنے والا ہے۔ ۳-۱

اللہ کی وہ مدد جس کا نام فتح ہے، وہ ہمیشہ دعوت کی راہ سے آتی ہے۔ لوگوں کا جوق در جوق دین خدا کے دائرے میں داخل کیا جانا، یہی اللہ کی سب سے بڑی مدد ہے۔ اور اسی راہ سے اہل دین فتح و غلبہ کی منزل تک پہنچتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری زمانہ (۱۰-۹ ھ) میں وہ حالات پیدا ہوئے جبکہ لوگ بہت بڑی تعداد میں خدا کے دین میں داخل ہو گئے۔ اور اس کے ذریعہ فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔

مومن کی فتح اس کے احساس عجز میں اضافہ کرتی ہے۔ وہ اپنے بظاہر صحیح کام پر بھی خدا سے معافی مانگتا ہے۔ وہ بظاہر اپنی کوششوں سے ملنے والی کامیابی کو بھی خدا کے خانہ میں ڈال دیتا ہے۔

سُوْرَةُ اللَّهَبِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ خَمْسُ اٰيٰتٍ

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلٰى نَارًا

ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے۔ نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ وہ جو اس نے کمایا۔ وہ عنقریب بھڑکتی آگ میں پڑے گا۔ اور اس کی بیوی بھی جو ایندھن لئے پھرتی ہے سر پر۔ اس کی گردن میں رسی ہے بٹی ہوئی۔ ۵-۱

"ابولہب" ایک اعتبار سے ایک شخص کا نام ہے۔ اور دوسرے اعتبار سے وہ ایک کردار ہے۔ ابولہب دعوتِ حق کے اس مخالف کی تاریخی علامت ہے جو کینہ پن کی حد تک اس کا دشمن بن جائے۔ اس کردار سے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سابقہ پیش آیا، اسی طرح آپ کی امت کے دوسرے داعیوں کو بھی اس سے سابقہ پیش آسکتا ہے۔ تاہم اگر داعی حقیقی معنوں میں اللہ کے لئے اٹھا ہے تو اللہ کی مدد اس کا ساتھ دے گی۔ ابولہب جیسے لوگوں کی معاندانہ کوششیں اللہ کی مدد سے بے اثر ہو جائیں گی۔ اپنے تمام ذرائع اور وسائل کے باوجود وہ برباد ہو کر رہے گا۔ وہ اپنے عناد میں خود جلے گا، وہ خدا کے داعی کو جس برے انجام تک پہنچانا چاہتا تھا، بس وہ خود ابدی طور پر پہنچا دیا جائے گا۔

سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ اَرْبَعُ اٰيَاتٍ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

کہو وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد۔ اور کوئی اس کے برابر کا نہیں۔ ۴-۱

یہ سورہ توحید کی سورہ ہے۔ اس میں خدا کے تصور کو ان تمام آمیزشوں سے الگ

کرکے پیش کیا گیا ہے جس میں ہر زمانہ کا انسان مبتلا رہا ہے ——— خدا کئی نہیں، خدا صرف ایک ہے۔ سب اس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں، وہ بذات خود ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ اس سے بلند ہے کہ انسانوں کی طرح وہ کسی کی اولاد ہو یا اس کی کوئی اولاد ہو۔ وہ ایسی یکتا ذات ہے جس کا کسی بھی اعتبار سے کوئی مثل اور برابر نہیں۔

سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسُ اٰيٰتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝١ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝٢ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝٣ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝٤ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝٥

ع ۵
۲۸

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

کہو، میں پناہ مانگتا ہوں صبح کے رب کی۔ ہر چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی۔ اور تاریکی کے شر سے جب کہ وہ چھا جائے۔ اور گرہوں میں پھونک مارنے والوں کے شر سے اور حاسد کے شر سے جب کہ وہ حسد کرے۔ ۱-۵

اللہ وہ ہے جو رات کی تاریکی کو پھاڑ کر اس کے اندر سے صبح کی روشنی نکالتا ہے۔ یہی خدا ایسا کر سکتا ہے کہ وہ آفتوں کے سیاہ بادل کو انسان سے ہٹائے اور اس کو عافیت کے اجالے میں لے آئے۔

موجودہ دنیا امتحان کی مصلحت کے تحت بنائی گئی ہے۔ اس لئے یہاں خیر کے ساتھ شر بھی شامل ہے۔ اس شر سے بچنے کی تدبیر صرف یہ ہے کہ آدمی اس کے مقابلہ میں اللہ کی پناہ حاصل کرے۔ یہ شر بہت قسم کے ہیں۔ مثلاً وہ شر جو بد باطن لوگ رات کی تاریکی میں کرتے ہیں۔ جادو کرنے والے لوگ جو اکثر گرہوں میں پھونک مار کر جادو کا عمل کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ جو کسی کو اچھے حال میں دیکھ کر جلن میں مبتلا ہو جائیں اور اس کو اپنی حاسدانہ

کارروائیوں کا شکار بنائیں۔ مومن کو ایسے تمام لوگوں سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے۔ اور بلاشبہ اللہ ہی یہ طاقت رکھتا ہے کہ شر کی تمام قسموں سے انسان کو پناہ دے سکے۔

سُوْرَةُ النَّاسِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ سِتُّ اٰيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ
الْوَسْوَاسِ ۥ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ
الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

کہو، میں پناہ مانگتا ہوں لوگوں کے رب کی، لوگوں کے بادشاہ کی، لوگوں کے معبود کی۔ اس کے شر سے جو وسوسہ ڈالے اور چھپ جائے۔ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، جن میں سے اور انسان میں سے۔ ۱-۶

انسان ایک عاجز مخلوق ہے۔ اس کو لازمی طور پر پناہ کی ضرورت ہے۔ یہ پناہ اس کو ایک خدا کے سوا کوئی اور نہیں دے سکتا۔ خدا ہی تمام انسانوں کا رب ہے، وہی لوگوں کا بادشاہ ہے، وہی لوگوں کا معبود ہے۔ پھر اس کے سوا کون ہے جو شر اور فتنہ کے مقابلہ میں لوگوں کا سہارا بنے۔

سب سے زیادہ خطرناک فتنہ جس سے انسان کو خدا کی پناہ مانگنی چاہئے وہ شیطان ہے۔ وہ سب سے زیادہ خطرناک اس لئے ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی اصل حیثیت کو چھپاتا ہے۔ اور پرفریب تدبیروں سے انسان کو بہکاتا ہے۔ اس لئے شیطان کے فتنوں سے وہی شخص بچ سکتا ہے جو بہت زیادہ باہوش ہو، جس کو اللہ نے وہ سمجھ دی ہو جس کے ذریعہ وہ حق اور ناحق میں تمیز کر سکے، وہ سمجھ سکے کہ کون سی بات حقیقی بات ہے اور کون سی بات وہ ہے جو حقیقی بات نہیں۔ یہ وسوسہ اندازی کرنے والے صرف معروف شیاطین ہی نہیں ہیں۔ انسانوں میں بھی ایسے شیطان نما لوگ ہیں جو مصنوعی روپ میں سامنے آتے ہیں اور پرفریب الفاظ کے ذریعہ آدمی کے ذہن کو پھیر کر اس کو گمراہی کے

راستہ پر ڈال دیتے ہیں :

عن ابی ذر قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی المسجد فجلست فقال یا اباذر ھل صلیت قلت لا۔ قال قم فصل۔ قال فقمت فصلیت ثم جلست۔ فقال یا اباذر تعوذ باللہ من شر شیاطین الانس والجن۔ قال فقلت یا رسول اللہ وللانس شیاطین۔ قال نعم (تفسیر ابن کثیر، الجزء الرابع، صفحہ ۵۷۵)

حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ اس وقت مسجد میں تھے۔ میں بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا، اے ابوذر کیا تم نے نماز پڑھی۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا اٹھو اور نماز پڑھو۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اٹھا اور نماز پڑھی اور پھر یہیں آکر بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابوذر، جن وانس کے شیطانوں کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو۔ میں نے کہا کہ اے خدا کے رسول، کیا انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔

فتنوں سے خدا کی پناہ مانگنا دو طرفہ عمل ہے۔ ایک طرف وہ خدا کی عنایت کو اپنے ساتھ شامل کرنا ہے۔ اور دوسری طرف اس کا مقصد یہ ہے کہ فتنوں کے مقابلہ میں اپنے شعور کو بیدار کیا جائے تاکہ آدمی زیادہ باہوش طور پر اس کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو سکے۔

(دہلی، ۱۹ جولائی ۱۹۸۶)